فتاویٰ نوریہ

مصنفہ
شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری
مفتی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

جلد سوم

انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

فتاوٰی نوریہ

جلد سوم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری علیہ الرحمۃ
بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج محمد محب اللہ صاحب نوری مدظلہ
مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر
انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور (اوکاڑہ)

marfat.com

کتاب ـــــــــ فتاویٰ نوریہ (جلد سوم)
تصنیف ـــــــــ فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی علیہ الرحمہ
ترتیب ـــــــــ مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ
پروف ریڈنگ ـــــــــ مولانا ابوالافضل محمد اجمل نوری
ناشر ـــــــــ انجمن حزب الرحمٰن بصیرپور
اشاعت ـــــــــ ستمبر ۱۹۸۳ء
مطبع ـــــــــ کمبائن پرنٹرز، لاہور
صفحات ـــــــــ ۵۰۴
قیمت ـــــــــ

marfat.com

فوقَ کُلِّ ذِی علمٍ علیم

الحمد للہ علیٰ منّہٖ وکرمہٖ تعالیٰ وبفضل حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم "فتاویٰ نوریہ" جلد سوم اپنی پوری نورانیت سے آسمانِ فقاہت پر جلوہ افروز ہے۔ بسنہ ۱۹۷۴ء، سنہ ۱۹۷۷ء، سنہ ۱۹۸۱ء میں فتاویٰ نوریہ جلد اوّل، دوم تین ہزار تین صد کی تعداد میں شائع ہو کر بین الاقوامی سطح پر اپنی مقبولیت کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ اب تیسری جلد علماء، فقہاء اور اہلِ علم و دانش کے ہاتھ پہنچ رہی ہے۔ ان تینوں جلدوں کے صفحات کی مجموعی تعداد ۱۵۲۸ ہے، جبکہ اتنے ہی صفحات پر مشتمل چوتھی اور پانچویں جلد کی اشاعت کا انتظام ہوا چاہتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ جلد اوّل، دوم کی ترتیب و تدوین کا اہم ترین فریضہ نہایت سلیقہ سے حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ کے عظیم المرتبت صاحبزادے حضرت العلّام مولانا الحاج ابو الفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری علیہ الرحمۃ نے انجام دیا، نظرِ ثانی حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ نے خود فرمائی۔ مگر کیا خبر تھی کہ زمانہ ان جلیل القدر شخصیتوں سے ظاہری طور پر محروم ہو جائیگا جن کے علم و فضل کی شہادتیں اکابر نے دیں، جن کے قصائد علماء و فضلاء غائبانہ پڑھتے، جن کا شہرہ عالمِ اسلام میں ہے، جن کے تذکرے دیارِ حبیب میں ہیں، جن کے محامد مولدِ مصطفیٰ میں سُنے جاتے ہیں، جن کی یاد آج بھی تازہ ہے اور جن کی زیارت کو آنکھیں ترستی ہیں، جن پر اساتذہ خوش رہے اور مکتوباتِ گرانمایہ سے نوازا، القاباتِ عظیمہ سے مفتخر کیا —— آہ وہی فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے فتاویٰ کو دیکھ کر مفتیٔ اعظم پاکستان

marfat.com

سیدی ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری علیہ الرحمۃ محدث لاہوری نے جب علمائے کرام میں مسئلہ لاؤڈ سپیکر پر قلمی گفتگو جاری تھی، بے ساختہ فرمایا:

"بفحوائے "فوق کل ذی علم علیم" ہوسکتا ہے ایک مسئلہ کا انکشاف زید پر ہوا اور بکر پر نہ ہو۔" (مکتوب محررہ ۸ نومبر ۱۹۵۶ء)

چنانچہ جدید مسائل کے انکشاف کا جو ملکہ فقیہ اعظم کو نصیب ہوا، اُس کی نظیر حال تو حال مستقبل قریب میں بھی نظر نہیں آتی۔ مستقبل کے فقہاء فتاویٰ نوریہ سے استفادہ کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر آپ کے دور کو اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پاتے تو فتاویٰ نوریہ کو بنظرِ استحسان دیکھتے، کیونکہ علمائے حق خصوصاً فقہائے اہلِ سُنّت کی قدر و منزلت جو امامِ اہلِ سُنّت فرماتے، باید و شاید

فتاویٰ نوریہ جلد سوم کی ترتیب و تدوین کا نہایت صبر آزما مرحلہ آیا تو کس کے سر پر؟ فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدیں اس حال میں شائع ہوئی تھیں کہ صاحب فتاویٰ نوریہ حضرت المرتبت الاوّل کی نگرانی و حوصلہ افزائی فرما رہے تھے، حضرت ابوالفضل علیہ الرحمۃ کے معاون خود فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ تھے۔ کام مشکل ہونے کے باوجود آسان تھا مگر جب زیرِ نظر تیسری جلد کی ترتیب و تدوین کا کٹھن مرحلہ آیا تو حضرت الفاضل الکامل مولانا علامہ الحاج صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کو اپنے والد ماجد اور برادرِ مکرم علیہما الرحمۃ کی ظاہری مفارقت کا عظیم صدمہ برداشت کرنا پڑ رہا تھا — قدم قدم امتحان، لمحہ لمحہ ابتلاء، ساعت ساعت پریشانی اور اتنا مہتم بالشان کام۔ اللہ اکبر، مگر عظیم فقیہ کے عظیم فرزند، جلیل القدر بھائی کے باہمت برادر نے مصائب و آلام کو صبر کی ڈھال سے روکا اور ملّتِ اسلامیہ کو عموماً اور اہل سنت کو خصوصاً فتاویٰ نوریہ ایسی بے مثال فقہی کتاب عطا فرما رہے ہیں جس کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی

marfat.com

بھی ——— مولانا علامہ الحاج صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری بیک وقت دارالعلوم کے اندرونی و بیرونی، داخلی و خارجی اُمور کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ تدریسی فرائض کو بھی انجام دے رہے ہیں۔ نیز انجمن حزب الرحمٰن کی تحریری و تقریری سرگرمیوں میں برابر دلچسپی رکھتے ہیں۔ تحریر و تقریر میں ملکہ حاصل ہے۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ اتنی مختصر سی عمر میں ان گنت ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بس پھر یوں سمجھیے کہ آپ فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی زندہ کرامت ہیں۔ اختصار دامن گیر ہے ورنہ آپ کا تفصیلی تعارف پیش کرتا۔ تاہم چند اہم تواریخ پر نظر دوڑائیے اور آپ کی محنت، لگن، کارکردگی، فرائض کی ادائیگی اور مومنانہ فراست کی داد دیجیے۔

۱۰ر مئی ۱۹۵۸ء / ۲۰ر شوال ۱۳۷۷ھ بروز ہفتہ مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری مدظلہ پیدا ہوئے، تقریباً انیس ۱۹ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنونِ اسلامیہ کی تکمیل پر ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی طرف سے فراغت کی سندیں حاصل کیں۔ بیس ۲۰ سال کی عمر میں نائب مہتمم کے فرائض سنبھالے۔ دارالعلوم کے انتظام و انصرام کے لیے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ اور آپ کے برادرِ اکبر حضرت ابو الفضل علیہ الرحمۃ نے عملی تربیت شروع فرمادی۔ فارغ التحصیل ہونے سے ایک سال قبل ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ حجِ کعبہ کی سعادت اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے جبکہ ۱۹۸۲ء میں دوبارہ گنبدِ خضرا اور بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

۱۴ر فروری ۱۹۸۱ء / ۸ر ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ کو فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے فضلائے دارالعلوم کے کثیر اجتماع میں دارالعلوم کے مہتمم کے عہدۂ جلیلہ کی تحریری سند دی، نیز ۱۵ر جون ۱۹۸۱ء کو دستارِ خلافت سے نوازا۔

الحمد للہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ

marfat.com

اپنے والد ماجد کا حقیقی و روحانی عکس نورانی بن کر جملہ اُمور کو بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

فتاویٰ نوریہ جلد ثالث میں آپ بعض نئی باتیں پائیں گے جو دیگر کتبِ فتاویٰ میں مفقود ہیں۔ مثلاً جو باب دیا جارہا ہے اس کا اجمالی تعارف پائیں گے۔ یہ جدت آپ کو یہیں نظر آئے گی ـــــ اس طرح مرتب کی دلچسپی نے باب کی اہمیت کو چار چاند لگا دیے ہیں ـــــ ابتدائی صفحات میں غزالیٔ زماں، محدثِ دوراں، حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہٗ اور اُستاذ العلماء مولانا علامہ عطا محمد صاحب چشتی بندیالوی کی تقاریظ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ نیز مولانا علامہ الحاج پروفیسر منظور حسین صاحب نوری ایم اے کے ادیبانہ قلم سے حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ کے بارے میں بہت سی معلومات میں اضافہ کریں گے اور حیاتِ مبارکہ کے عنوان سے فقیہِ اعظم قدس سرہٗ کی بلند پایہ شخصیت کی مقدس زندگی کے پاکیزہ پہلو جن روح پرور الفاظ میں حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہٗ نے قلم بند فرمائے ہیں، ان پر مزید کچھ کہے بغیر یہی عرض کروں گا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ کرے، انجمن کا یہ اشاعتی نذرانہ بارگاہِ فقیہِ اعظم میں شرفِ پذیرائی پائے ۔ اور عالمِ اسلام اس کی نورانیت سے سدا مستنیر ہوتا رہے

محتاجِ دعا: ــــــــ محمد منشا تابش قصوری

ناظمِ اعلیٰ: انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور، اوکاڑہ
یکم ذوالحجۃ المبارکہ ۱۴۰۳ھ، ۹ نومبر ۱۹۸۳ء، جمعۃ المبارکہ

تقاریظ ـــــــــ ۱ تا ۶
فہرست ـــــــــ ۷ تا ۳۶
حیات مبارک ـــــــــ ۳۷ تا ۶۸
تعارف ـــــــــ ۶۹ تا ۷۶
فتاوٰی نوریہ ـــــــــ ۷۷ تا ۴۹۵

marfat.com

تقریظ سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید احمد سعید کاظمی
صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان
صدر مرکزی تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان
مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

فون | مدرسہ: 30429
| رہائش: 76861
شاداب کالونی
پولیس لائنز روڈ ـ ملتان

تاریخ لغرة جمادى الاخرى ۱۴۰۳ھ

الحمد لله الذي نور الآفاق والأقطار، واستنار بنوره عالم الأنوار، والصلوٰة والسلام على حبيبه سيد الأبرار، نور الأنوار، محمد المختار، وآله وصحبه الأخيار، وبعد فيقول العبد الفقير إلى المولى القدير، احمد سعيد الكاظمي الحقير، قد طالعت من بعض المقامات "الفتاوى النورية" لأعظم الفقهاء الحبر العلامة فضيلة الشيخ الحاج استاذ العلماء مولانا الحاج محمد نور الله النعيمي القادري لا زالت شموس علومه بازغة وأقمار فيوضه طالعة فوجدتها مزينة بالجزئيات الفقهية مؤيدة بالدلائل القوية موشحة بالعبارات الأنيقة فجزاه الله عنا وعن سائر المسلمين جزاءً حسناً موافياً لنعمه مكافئاً لفضله وأمتعنا بطول بقائه بمنه وكرمه. نمقت الكلمات ارتجالاً كما طالعت الكتاب استعجالاً وصلى الله تعالى على حبيبه وآله وصحبه وأمناء دينه وعلماء شريعته أجمعين، وأنا الفقير المدعو بأحمد سعيد الكاظمي غفر له ولوالديه المولى القوي.

marfat.com

ترجمہ تقریظِ سعید

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے زمین و آسمان کے اکناف و اطراف کو منور فرمایا اور جس کے نور سے عالمِ انوار مستنیر اور روشن ہوا۔ اور اس کے حبیبِ خاص جو نیکیوں کے سردار، منبعِ انوار اور محمد مختار ہیں اور اُن کی آل و برگزیدہ اصحاب پر تمام رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد قدرت والے مولیٰ کا عاجز و محتاج بندہ، احمد سعید کاظمی کہتا ہے کہ تمام فقہاء سے عظیم تر، بہت زیادہ علم والے عالم، پیشوا، اُستاذ العلما الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری (اُن کے علوم کے سورج ہمیشہ چمکتے رہیں اور فیوض کے چاند ہمیشہ طلوع رہیں) کے فتاویٰ نوریہ کے بعض مقامات کا اچھی طرح مطالعہ کیا تو اسے جزئیاتِ فقہیہ سے مزین، مضبوط دلائل کے ساتھ مؤید اور نفیس عبارات سے آراستہ پایا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسی بہترین جزا عطا فرمائے جو اس کی نعمتوں اور فضل کے برابر اور مساوی ہو اور اپنے کرم و احسان سے ان کی درازیٔ حیات کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے۔

میں نے یہ کلمات و سطور جلدی میں لکھی ہیں جیسے اس کتاب کا جلدی میں مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ خاص پر اور آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب، آپ کے دین کے امانتداروں اور آپ کی شریعت کے تمام علماء پر رحمتیں بھیجے۔ اور فقیر احمد سعید کاظمی اور اس کے والدین کو قوت والا مولیٰ اپنی مغفرت سے نوازے۔

---

marfat.com

تاثرات

جامع معقول و منقول اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد صاحب
بندیالوی، چشتی، گولڑوی مدظلہ العالی، شیخ الجامعہ حامدیہ رضویہ، کراچی

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ اھلھما
اما بعد :—

ابتدائے آفرینش انسان سے رحمانی اور شیطانی قوتوں کی باہمی آویزش رہی ہے۔ ہر دور میں ہر قوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ ہابیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نمرود۔ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا تو سید الابنیار کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابوجہل سے ہوا ——— اور پھر ہر صد سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجددین کی جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مبطلین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔

علماء نے ان مجددین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گزشتہ صدی

marfat.com

کے آخر اور آئندہ صدی کے اوّل میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا علامہ ابی الخیر، شیخ الحدیث فقیہ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہٗ میں (مجدد ہونے کی) یہ علامت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

یہ فقیر محرّر ایں سطور ایک مدرس ہے، تدریس کے بغیر دیگر کسی علمی شغل سے قاصر ہے۔ لیکن فقیہ اعظم رحمہ اللہ باوجود اس امر کے کہ ان کی صحت قابلِ رشک نہ تھی، بے شمار صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بندہ یہاں آپ کی چند صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

اوّل : دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی عالیشان تعمیر اور بہت بڑا کتب خانہ

دوم : اس دار العلوم میں سینکڑوں دینی طلباء کی رہائش، کتابوں اور خورد و نوش کا انتظام —— یعنی فقیہ اعظم اس عظیم دار العلوم کے ناظمِ اعلیٰ تھے اور کسی دار العلوم کی نظامت اتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ دوسری طرف توجہ بہت مشکل ہے۔

سوم : آپ بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مقبولِ عام تھا۔

پنجم : چونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لیے مریدین و متوسلین کا ایک عظیم حلقہ رکھتے تھے اور متوسلین کی رشد و ارشاد کا بھاری بوجھ بھی آپ کے کاندھوں پر تھا۔

ششم : تبلیغِ دین کے لیے جلسوں اور کنونشنوں میں تشریف لے جاتے اور سامعین کو محظوظ فرماتے۔

ہفتم : اہل سنت کی سیاسی اور مذہبی تنظیموں میں مجلس عاملہ اور شوریٰ کے رکن تھے۔

marfat.com

ہشتم: اکثر علماء و مشائخ کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برائے نام عالم دین اور یا دنیاوی علوم سے بہرہ ور ——— لیکن فقیہ اعظم نے اپنے تمام بیٹوں کو علم دین کی اعلیٰ تعلیم دی۔

نہم: حضرت فقیہ اعظم ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ چنانچہ فتاویٰ نوریہ اس کی بہترین مثال ہے۔ فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے آپ کا تبحر علمی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ سائل نے اگر سوال میں اجمال سے کام لیا ہے تو مفتیٔ اعظم نے سوال کی تمام شقوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاویٰ نوریہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فتاویٰ کے بعض مسائل پر بعض علماء کو خلاف یا اختلاف ہو۔ لیکن اکثر مسائل باصواب کی داد دینی پڑتی ہے۔ کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر یہ خلاف اور اختلاف ہوتا آیا ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

فان رد فقد رُدّ قبلی الوف
کل واحد منهم یقابل بصفوف

یعنی میری تحقیق اگر رد کر دی گئی تو کوئی غم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل ہزاروں کو رد کر دیا گیا اور یہ ہزار بھی ایسے تھے کہ ہر ایک (تن تنہا) صفوں کا مقابلہ کرتا تھا۔

اس وقت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا العلامہ محمد محب اللہ صاحب نوری زید مجدہٗ ہیں جو کہ جید عالم اور علم دوست ہیں ——— اور

marfat.com

مفتیٔ اعظم کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

ہر بہی خواہ کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم باپ کے عظیم مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یارب العالمین

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی

marfat.com

فہرست

marfat.com

فہرست

مسائل	صفحہ	مسائل	صفحہ
طلاق		نابالغ اگرچہ سمجھ دار یا مراہق ہو طلاق نہیں	
تعارف کتاب الطلاق		دے سکتا ۸۶، ۸۷، ۸۹	
باب طلاق الصبی		پندرہ سالہ لڑکا اور لڑکی شرعاً بالغ ہیں اگرچہ	
علامات بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سالہ	۸۳	علامات بلوغ نہ ہوں ۹۰، ۹۱،	۹۲
لڑکا بالغ شمار ہوگا	۸۳	بارہ سالہ لڑکا بالغ ہو سکتا ہے	۹۵
احتلام، انزال اور حمل بلوغ کی علامتیں ہیں	۸۳	بلوغ کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو چودہ	
نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی ۸۳، ۸۴، ۸۵،	۸۸	سالہ لڑکا نابالغ ہے	۹۵
تین شخص مرفوع القلم ہیں — سونے والا		سن بلوغ کے لیے شرعی طور پر قمری سال	
بچہ، دیوانہ	۸۵	کا اعتبار ہے	۹۵
نابالغ بچہ طلاق نہیں دے سکتا اور اس	۸۵	علامات بلوغ	۹۶
کے ولی کو بھی اس کی طرف سے طلاق کا		قمری سال دیسی اور انگریزی سال سے	
اختیار نہیں		تقریباً دس دن چھوٹا ہوتا ہے	۹۷
نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے	۸۵	گونگا شخص اپنی بیوی کو خود طلاق دے	
الطلاق لمن اخذ بالساق ۸۵، ۲۰۴،	۲۹۳	اس کے باپ کو یہ حق حاصل نہیں	۹۸
طلاق وہی دے سکتا ہے جو مجامعت کا	۸۶	**باب طلاق المکرہ**	۹۹
حق دار ہے		ڈرا دھمکا کر لی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۹۹
ولی اور بچہ کی طلاق معتبر نہ ہونے کی حکمت	۸۶	طلاق کی نسبت عورت کی طرف نہ ہو تو	

marfat.com

مسائل	صفحہ
طلاق نہیں ہوتی	۱۰۰
اکراہ کی صورت میں تحریر غیر معتبر ہے	۱۰۰
تحریری طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگوانے یا دستخط کرانے سے طلاق نہیں ہوتی	۱۰۶، ۱۰۲
طلاق، الفاظ طلاق بولنے، بلاجبر و اکراہ لکھنے یا لکھے ہوئے پر بغیر سمجھے ہوئے دستخط کرنے یا انگوٹھا لگانے سے واقع ہوتی ہے	۱۰۲
عورت کے نام و نسب سمیت جبری طور پر لکھوائی گئی طلاق نہیں پڑتی	۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴
صرف حرام حرام کہنے سے طلاق نہیں پڑتی	۱۰۷
کسی کو ڈرا دھمکا کر اس کی مرضی کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرنا مخصوص شرائط سے شرعاً اکراہ ہے۔	۲۱۱
اکراہ کے اقسام اور اس کی شرائط	۲۱۱
اکراہ کی صورت میں بادلِ نخواستہ طلاق نامے پر دستخط کرنے سے طلاق نہیں ہوتی	۲۱۳
باب کتابۃ الطلاق	۱۰۸
کاتب کو یہ کہا کہ میری بیوی کو طلاق لکھ دے اگرچہ وہ نہ لکھے طلاق واقع ہو جائے گی	۱۰۸، ۱۰۹
عورت کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور نیت	
تین کی کرے تو حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا	۱۱۱
کسی شخص کو یہ کہنا کہ طلاق لکھ دے اگر نیت ایک کی ہو تو ایک طلاق بنے گی اور اگر تین کی نیت کرے تو مغلظہ	۱۱۳
طلاق میں کاغذ لکھنا کوئی شرط نہیں	۱۸۰
باب الطلاق فی الغضب	۱۱۷
حمل یا غصہ کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے	۱۱۸
بیوی کو لڑائی میں تین مرتبہ "میں نے اس کو طلاق دی" کہا، طلاق مغلظہ واقع ہو گی	۱۱۹
غصہ کی حالت میں طلاق ہو جائے گی اگرچہ نیت کا صریح انکار کرے	۱۲۱
انت طالْ (سکونِ لام سے) حالتِ رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے	۱۲۱/۱۴۴
انت طالِ (بکسر لام) کہے تو بلا نیت طلاق بن جائے گی	۱۲۱، ۱۴۴
غصہ کی شدت میں طلاق کا لفظ صحیح ادا نہ کر سکے بلکہ "تلاق"، "طلاغ"، "تلاک"، "طلاک"، "تلاغ" کہے، تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی	۱۲۱، ۱۴۵

marfat.com

مسائل	صفحہ
غصہ منافی طلاق نہیں بلکہ ارادہ طلاق ہے	۱۲۱، ۱۲۴، ۱۲۵
بیوی سے کہے "تجھے طلاق طلاق طلاق"۔ اگر مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ ہوگی اور اگر خلوت صحیحہ نہیں تو بلا حلالہ نکاح ہو جائے گا	۱۳۵
عورت کو غصہ میں کہا "تجھے چاروں مذہبوں میں حرام کیا" تو ایک طلاق بائن ہوگی	۱۲۹
حرام کہتے ہوئے تین کی نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں	۱۲۰
بحالتِ غصہ طلاق کی نیت سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے یوں کہے "یہ ایک یہ دو یہ تین" تو طلاق مغلظہ ہوگی	۱۲۹
ائمہ دین نے غصے کو دلیلِ طلاق قرار دیا ہے	۱۳۸
باب طلاق المجنون والمغمی علیہ	۱۳۳
طلاق کے لیے عقل کی درستی شرط ہے	۱۳۵
جس شخص کا جنون، مدہوشی اور اختلالِ عقل ایک بار ثابت ہو جائے وہ اپنی جانب منسوب کلماتِ طلاق کے جواب میں مدہوشی کا حلفیہ بیان دے تو طلاق متصور نہیں ہوگی	۱۳۵
پاگل کی طلاق نہیں پڑتی۔	۱۴۱، ۱۳۸، ۱۳۵
نیند، افیون، بھنگ اور حشیش وغیرہ کے	

مسائل	صفحہ
نشہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۱۳۰
باب الفاظ الطلاق	۱۴۲
ایسے متعدد کلمات کنایہ بلکہ صریحہ بھی ہیں جو غصہ کی وجہ سے پورے ادا نہ کیے گئے ہوں حالتِ غضب میں طلاق اور حالتِ رضا میں نہیں	۱۴۴
میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دے دی کہنے سے طلاقِ مغلظہ واقع ہو گئی	۱۴۷
بیوی کو کہے "تجھے سو طلاق" تین واقع ہو گئیں اور باقی لغو گئیں ابن عباس کا فتویٰ	۱۴۸، ۲۴۳
جمہور صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ کا متفقہ مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں تین یا تین سے زائد طلاقیں دی جائیں تو تین واقع ہو گئیں	۱۴۹
طلاقِ صریح بلا نیت واقع ہو جاتی ہے	۱۵۱
طلاقِ صریح کا لفظ دو مرتبہ بولا اور دوسری مرتبہ پہلی کی تاکید کی نیت کی، دیانۃً ایک طلاق واقع ہوگی اور قضاءً دو	۱۵۲
طلاق کے بارے میں ایک مفتی کا فتویٰ	۱۵۴

marfat.com

مسائل	صفحہ
فتوٰی مذکور کا جواب	۱۵۵
زوج کا بیوی کو "چلی جا" کہنا طلاق صریح نہیں، البتہ نیت سے طلاق بائن بن سکتی ہے	۱۵٦
زوج نے بیوی سے کہا "میرا گزارہ نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھے رکھنا چاہتا ہوں" بلا نیت حالتِ رضا و غضب میں طلاق نہیں	۱۵٦
زید کا بیوی کے بارے میں کہنا "میرا اس پر کوئی حق نہیں جہاں چاہے نکاح کرے" مذاکرۂ طلاق اور ناراضگی کی حالت میں بلا نیت طلاق ہے	۱۵۸
"حرام" کا لفظ عرفِ عام میں طلاق صریح بن چکا ہے	۱٦۵، ۱۷۳
"میرے گھر سے چلی جا" کنایۂ طلاق ہے	۱٦۵
"تو میری ماں بہن ہے، میرے گھر سے نکل جا" کہنا ایک طلاق بائن ہے	۱٦۸
"گھر سے نکل جا" کے الفاظ بلا نیتِ طلاق طلاق نہیں	۱۷۰
"میں نے تجھے چھوڑ دیا" یہ "طلقتک" کا ترجمہ اور طلاق صریح ہے	۱۷۰
"میری عورت مجھ پر حرام ہے" کہنے سے بلا نیت ایک طلاق بائن واقع ہو گی	۱۷۱، ۱۷۲
"حرام حرام" کہتے ہوئے پہلے "حرام" سے تین طلاقوں کی نیت کی تو تین ورنہ ایک طلاق بائن ہوئی	۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۸
طلاقِ رجعی کے بعد طلاقِ بائن واقع ہو سکتی ہے اور اگر پہلے بائن واقع ہو چکی تو اس پر دوسری بائن نہیں واقع ہوتی	۱۷۳
لفظِ حرام سے طلاق بائن واقع ہونے کے بارے میں شامی کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب	۱۷٦
"تیرے اوپر تو حرام ہے" کا جملہ صریح طلاق ہے	۲۳٦
خاوند کا بیوی کو کہنا کہ تم جہاں چاہو اپنا حق کر سکتی ہو، طلاق ہے	۱۸۰
طلاق اصل میں بولنے سے ہوتی ہے	۱۸۰
لفظ "چھوڑی" صریح طلاق نہیں کنایہ ہے	۱۸۱
طلاق کے صریح لفظ کی تعریف	۱۸۱
کنایہ کے ساتھ نیتِ طلاق یا قرینۂ طلاق ہو تو ایک طلاق بائن ہو گی	۱۸۱
کنایۂ طلاق کی تکرار سے ایک طلاق بائن	

marfat.com

مسائل	صفحہ	مسائل	صفحہ
ہو گی	۱۸۱	طلاق طلاق طلاق کے بعد "میں طلاق دوں گا"	
تین طلاقوں کے بعد رجعت ہرگز نہیں	۱۸۲	کہے تو یہ طلاق نہیں	۲۰۰
لفظ "چھوڑی" میں کئی احتمال ہیں	۱۸۴	نسبت الی الزوجہ کے بغیر کسی بھی لفظ سے	
احتمال کی صورت میں مراد کا متعین کرنا قائل	۱۸۴	طلاق نہیں	۲۰۰
کا حق ہے	۱۸۴	تین بار حرام حرام حرام کہنا صرف ایک طلاق	
استقبالی الفاظ طلاق نہیں بن سکتے	۱۸۵	بائن ہے	۲۰۳
صریح طلاق کے لفظ کی تعریف و تحقیق	۱۸۵	تو مجھ پر حرام ہے" میں تین کی نیت معتبر ہے	۲۰۳
سہو عن البحر والدر والطحاوی باحثہ قلۃ التدبر	۱۸۷	**باب الطلاق بالشرط**	۲۰۶
لفظ حرام اگرچہ کنایہ ہے مگر عرفِ حادث		زوج نے بوقت نکاح یہ شرط لگائی کہ اگر میں	
کی وجہ سے بلا نیت بھی طلاقِ بائن واقع		اپنی بیوی کو اس کے والدین کی مرضی کے	
جاتی ہے	۱۹۱	خلاف کسی جگہ ٹھہراؤں تو طلاق۔ شرط پائی	
بیوی اس کے باپ کے گھر چھوڑی" صریح		گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی	۲۰۶
نہیں بلکہ کنایہ ہے	۱۹۵	کسی نے اپنے بھائی سے کہا "اگر میں تمہیں	
قولہ "بالفارسیہ" مرادہ بھا غیر العربیہ	۱۹۶	رشتہ دوں تو میری بیوی کو طلاق"۔ رشتہ	
بائن طلاق، بائن کو لاحق نہیں ہوتی	۱۹۷	کرنے کی صورت میں طلاق رجعی پڑے گی	۲۱۴
بیوی کو کہا کہ میرے واسطے ماں بہن ہے		زید نے بیوی سے کہا "اگر تو بیوی ہے تو	
اور تو مجھ پر حرام ہے تو یہ طلاق بائن ہے	۱۹۸	تجھے طلاق طلاق طلاق"۔ زید کی عقل درست	
بیوی کو "حرام حرام، میری ماں اور بہن		ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہو گی	۲۱۵
ہے" کہنے سے ایک طلاق بائن ہے باقی		**طلاق ثلاثہ اور حلالہ**	۲۱۷
لغو ہے	۱۹۸	تین طلاقیں دینے والے کے لیے اس کی	

marfat.com

مسائل	صفحہ
مطلقہ تحلیلِ شرعی کے بغیر حلال نہیں	۲۱۷
فاطمہ بنت قیس کے خاوند نے بیک وقت تین طلاقیں دیں تو حضور علیہ السلام نے انہیں معتبر رکھا	۲۱۷
حضرت ابن عباس سے ہے کہ حضرت عمر کا فتوٰی بھی یہ ہے کہ ایک لفظ سے تین یا تین سے زیادہ طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں	۲۱۸
عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو، ابوہریرہ وغیرہ حضرات کا فتوٰی ہے کہ غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دی جائیں تو مغلظہ کے طور پر واقع ہو جاتی ہیں	۲۱۸
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کو صحابہ کا تسلیم کرنا، اجماع کے حکم میں ہے	۲۱۸
صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں ۲۱۸،	۲۲۳
کسی مفتی کا یہ قول کہ "تین طلاقیں دینے والا ساٹھ روزے رکھے یا چاول کھلا دے تو کافی ہے" فتوٰی نہیں فتنہ ہے۔	۲۱۹

مسائل	صفحہ
نکاح بشرطِ تحلیل اگرچہ مکروہ تحریمی ہے مگر مفید حلت ہے۔	۲۲۱
مغلظہ بتطلیقاتِ ثلاثہ کا نکاح بلا تحلیل نہیں ہو سکتا۔ ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۱،	۲۳۲، ۲۴۱
آٹھ اسناد سے حضرت ابن عباس کا فتوٰی کہ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں	۲۲۳
اس مضمون پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتوٰی مبارکہ کی چار حدیثوں کا حوالہ	۲۲۴
اس فتوٰی پر توہم واشتباہ کے شافی جواب میں حوالجات	۲۲۴
طلاق ثلاثہ کے وقوع پر حضرات ابن مسعود، ابن عمر، مغیرہ بن شعبہ اور انس رضی اللہ عنہم کے فتوے	۲۲۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں تو آپ نے فتوٰی دیا کہ تین واقع ہو گئیں اور باقی لغو گئیں	۲۲۵
دو بائن طلاقوں کی صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں اگر وہ مرد، عورت نکاح کرنا چاہیں تو ایسے نکاح سے روکنے والا	

marfat.com

مسائل	صفحہ
سخت گناہگار ہے	۲۲۷
دخول و خلوت سے پہلے الگ الگ تین طلاقیں دے تو پہلی کے ساتھ بائن ہو جائے گی اور دوسری، تیسری نہیں پڑتی اور عدت بھی نہیں	۲۲۸
حلالہ کے بعد پہلے خاوند سے نکاح جائز ہے	۲۲۹
شرعاً حلالہ کے لیے شرط یہ ہے کہ نکاح صحیح کے ساتھ ایک مرتبہ مجامعت ہو جائے	۲۲۳
زوج ثانی (محلل) جماع کا انکار کرے اور عورت جماع کا دعویٰ کرے تو عورت کا قول معتبر ہے	۲۲۳
تین طلاقوں کی صورت میں بلا حلالہ پہلے خاوند سے نکاح نہیں ہو سکتا	۲۳۵
حضرت ابن عباس نے ہزار طلاقیں دینے والے کو فرمایا کہ تین واقع ہو گئیں اور باقی لغو گئیں	۱۴۸، ۲۳۷
غصہ کی حالت مانع طلاق نہیں	۲۳۷
ائمہ و مشائخ نے تصریح کی ہے کہ غصہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے	۲۳۷
ایک یا دو طلاقیں ہوں تو دوبارہ بلا حلالہ نکاح جائز ہے	۲۳۸
ایک مفتی کا فتویٰ جس میں بیک وقت تین طلاقوں کو طلاق رجعی قرار دیا گیا ہے	۲۴۴
مذکورہ فتوے کا رد	۲۴۵
طلاق ثلاثہ کے بارے میں حضرات صحابہ کرام کا فتویٰ	۲۴۵
طلاق رکانہ بن عبد یزید کے بارے میں ابن عباس سے منقول روایت قابلِ استدلال نہیں	۲۴۶
رکانہ کی اولاد راوی ہے کہ رکانہ نے ایک طلاق دی تھی	۲۴۶
بلا حلالہ دوسرا نکاح کرنے والے مستحقِ سزا ہیں	۲۴۷
طلاق ثلاثہ کے بعد حلت کی صورت	۲۴۸، ۲۵۱/۲۵۲
بیک وقت تین طلاق دی جائیں تو مؤثر ہو جاتی ہیں	۲۵۱
ایک آدمی اپنی بیوی کو بار بار طلاق دیتا ہے، تیسری بار طلاق کے بعد عورت حرام ہو گئی	۲۴۵
طلاق بائن کی صورت میں بلا حلالہ نکاح درست ہے	۲۷۵
غیر مدخولہ عورت کا ایک یا دو طلاقوں کی صورت میں حلالہ کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے	۲۶۱
غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں	

marfat.com

مسائل	صفحہ	مسائل	صفحہ
تو بلا حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا	۲۶۱	واقع ہوجاتی ہے	۲۷۳
غیر مدخولہ کو اگر الگ الگ تین طلاقیں دی گئیں تو حلالہ کی ضرورت نہیں	۲۶۱	شرعاً حاملہ کو بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے	۲۷۵
باب تفریق القاضی	۲۶۳	حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی جسے حضور نے برقرار رکھا	۲۷۵
نکاح خاوند کے قبضہ میں ہے۔ دوسرا شخص عورت کو نکاح سے بری نہیں کرسکتا	۲۶۳	حاملہ کی طلاق کے جواز میں ابن عباس و عبداللہ بن مسعود کی روائتیں	۲۷۵
ہند کو اس کے والد نے عیسائی بناکر عمر کے نکاح سے عدالتی طور پر بری کراکے بکر سے نکاح کردیا، اس صورت میں یہ دوسرا نکاح درست نہیں بلکہ عمرو سے ہی قائم رہے گا	۲۶۵	**باب العدۃ**	۲۷۶
عدالتی قانونی حاصل کردہ طلاق پر بعض صورتوں میں نکاح ہوسکتا ہے	۲۶۹	مطلقہ مراہقہ کی عدت تین ماہ ہے	۲۷۶
یونین کونسل میں دی گئی طلاق کا اعتبار صرف گورنمنٹ کا قانون ہے	۲۷۰	مراہقہ کو دورانِ عدت حیض آگیا تو تین حیض پورے کرے	۲۷۶
باب طلاق الحوامل	۲۷۱	مطلقہ غیر مدخولہ کا نکاح عدت کے بغیر درست ہے۔ ۸۹، ۲۷۷، ۲۸۷، ۲۸۹	
بیک وقت تین طلاقیں گو بہتر نہیں مگر واقع ہوجاتی ہیں	۲۷۲	معتدہ غیر آئسہ کی عدت کا حکم	۲۷۷
حمل کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے	۲۷۲	اس سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف	۲۷۷
طلاق عند اللہ ابغض الحلال ہے	۲۷۲	سن ایاس پچپن سال ہے	۲۷۷
چاروں اماموں کے نزدیک حاملہ پر طلاق		حیض والی عورت کی عدت تین حیض اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے	۲۷۸
		بالغہ غیر حاملہ کی عدت یہ ہے کہ طلاقِ اول کے وقوع کے بعد تین حیض پورے ہوجائیں	۲۷۹

marfat.com

مسائل	صفحہ
غیر حاملہ حیض والی کی عدت تین حیض ہیں	۲۸۰
تین حیض ساٹھ دنوں میں پورے ہوسکتے ہیں۔	۲۸۱
حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل سے پوری ہوگی	۲۸۵
حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے اگرچہ حمل زنا کا ہی ہو ۲۸۶	۲۸۸،
دو طلاقیں دے کر خاوند دورانِ عدت رجوع کر سکتا ہے	۲۹۰
مطلقہ بائنہ سے طلاق دہندہ دورانِ عدت اور بعد از عدت نکاح کر سکتا ہے ۱۱۵،	۱۶۰، ۲۹۱
ایک بائن طلاق دینے کے بعد دوسری طلاق بائن دورانِ عدت واقع نہیں ہوسکتی	۱۱۵
امام اعظم کے نزدیک عورت کی عدت ساٹھ دن میں پوری ہوسکتی ہے	۲۲۰
حسب تصریح محرر مذہب ایک سو بیس دن میں دونوں عدتیں پوری ہوسکتی ہیں	۲۲۰
عورت جب انقضائے عدت کا دعویٰ کرے اور مدت احتمال رکھتی ہو تو انکار نہ کیا جائے	۲۲۰
باب الظہار	

مسائل	صفحہ
صرف ماں بہن کہنا طلاق نہیں	۱۰۶
بیوی کو ماں کہنا مکروہ تحریمہ ہے مگر اس سے ظہار نہیں بنتا ۱۱۷	۱۱۸،
عوام الناس جب اپنی بیوی کو "تو میری ماں بہن ہے" کہتے ہیں تو طلاق بائن کا ارادہ ہوتا ہے لہذا یہ لفظ طلاق صریح بن چکا ہے	۱۲۳
ماں بہن کہنا بلا تشبیہ ظہار نہیں بنتا بلکہ لغو ہے	۱۲۶
ظہار کے لیے عضو محرمہ تابیدی کے ساتھ تشبیہ ضروری ہے	۱۳۸
بیوی کو کہا "تو میری ماں، بہن ہے" یہ کلام نہ ظہار ہے اور نہ ہی طلاق بلکہ لغو ہے	۱۶۰
کلام مذکور کے بارے میں انتفاء ظہار اور انتفاء طلاق صریحہ بائنہ کے دلائل ۱۶۰	تا ۱۶۳
ایک آدمی نے زمین پر تین لکیریں کھینچ کر کہا "تو میری ماں بہن ہے"۔ محض لغو ہے	۱۶۶
بیوی کو ماں بہن کہنا گناہ ہے جس سے توبہ ضروری ہے	۱۶۶
مسائل متفرقہ طلاق	
سادہ کاغذ پر دستخط کرانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی	۱۰۲

marfat.com

مسائل	صفحہ
لفظِ حرام باعتبار عرف طلاق صریح ہے	۱۱۱
لفظِ حرام دوبارہ کہنے سے بھی ایک ہی طلاق بنے گی	۱۱۱
بیوی کو تین مرتبہ کہا "تو مجھ پر حرام ہے" طلاق کا ارادہ نہ ہو جب بھی ایک طلاق بائن ہوگی	۱۲۷
طلاق بائن کے ساتھ بائن لاحق نہیں ہوتی	۱۲۷
اضافت الی الطلاق صراحتاً شرط نہیں بلکہ مفہوماً بھی کافی ہے	۱۲۹
طلاق دے کر معافی مانگ لینے کا کوئی مسئلہ نہیں	۱۳۲
طلاق میں محض احتمال استقبال معتبر نہیں	۱۴۵
بیوی بھی قاضی کے حکم میں ہے	۱۵۴
لا یلحق البائن البائن۔ ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۸،	۱۶۷، ۱۶۸
البائن یلحق الصریح لا البائن	۱۶۰
نسبت کے بغیر طلاق نہیں ہو سکتی	۱۸۳
انت طالق قد یطلق فیراد بغیر الطلاق	۱۸۹
طلاق کے بارے میں استفسار کے جواب میں زوج کا ہاں کہہ دینا طلاق ہے	۲۱۰
بیوی کے حق میں بھی قاضی کی طرح ظاہر کا ہی اعتبار ہے	۲۱۰
بیوی کی طرف طلاق کی اضافت میں اضافت لفظیہ شرط نہیں بلکہ اضافتِ معنویہ بھی کافی ہے	۲۱۶
جس طہر میں وطی ہوئی اس میں طلاق دینی سخت مکروہ ہے	۲۲۱
ایک طہر میں تین طلاقیں دینا سخت مکروہ ہے	۲۲۱
دفعۃً تین طلاقیں دینے سے واقع ہوجاتی ہیں ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴،	۲۵۱
عدت وغیرہ کے معاملات میں عورت امینہ ہے حتیٰ کہ عورت کی عدالت بھی شرط نہیں	۲۲۳
طلاق دہندہ کا خاوند مطلقہ سے نکاح کا زیادہ حق دار ہے	۲۵۸
ایک مرتبہ طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے بلکہ یہی احسن الطلاق ہے	۲۸۴

ذبح اور حلال و حرام جانور

مسائل	صفحہ
تعارف کتاب الذبائح	۲۹۷ تا ۲۹۹
عورت کا ذبیحہ جائز اور حدیث پاک سے ثابت ہے	۳۰۰
ذابح کا سمجھدار ہونا ضروری ہے	۳۰۱

marfat.com

مسائل	صفحہ
حرام گوشت کی خرید و فروخت سنگین جرم ہے	۳۰۵
صحیح العقیدہ مسلمان کا ذبیحہ درست ہے	۳۰۶
بوقتِ ذبح اگر اس طرح خون نکلے جیسے زندہ جانور کے ذبح کرنے سے نکلتا ہے تو حلال ہے	۳۰۷
گلا گھونٹنے یا دھار دار آلے کے بغیر مارا گیا جانور اگر ذبح سے پہلے مر جائے تو ناجائز ورنہ جائز ہے اگرچہ بے ہوش ہو	۳۰۹
ذبح کے لیے چار رگوں میں سے تین کا کٹنا ضروری ہے	۳۱۰
ذبح فوق العقدہ کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جائز ورنہ ناجائز	۳۱۱
کوا مکروہ تحریمی ہے	۳۱۱
طوطا حلال ہے	۳۱۱
مرغی کو بلی نے پکڑا پھر چھڑانے کے بعد بوقتِ ذبح خون تیزی سے نکلا تو حلال ہے	۳۱۲
حرام مرغی کھانے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور مستحق سزا ہے	۳۱۳
مرتد کا ذبیحہ درست نہیں	۳۱۴
کتابی اگر باپ بیٹے، روح القدس کے نام پہ کہہ کر ذبح کرے تو حرام ہے	۳۱۴
انگریز کے دور میں اسلام چھوڑ کر عیسائی بننے والے مرتد ہیں	۳۱۴
رافضیوں کا ذبیحہ مردار اور حرام ہے	۳۱۶
مریض جانور اگر بوقتِ ذبح زندہ تھا تو کھانا حلال ہے	۳۱۸
مذبوحہ بھینس سے مردہ بچہ نکلا، یہ بچہ حرام ہے اور بھینس کا گوشت حلال ہے	۳۱۶
رسالہ حرمتِ زاغ	۳۱۹
تعارف رسالہ	۳۲۰
کوا کھانے والے توبہ و استغفار کریں	۳۲۲
کوا کھانا جائز نہیں کہ یہ خبیث جانور ہے	۳۲۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم خبیث چیزوں کو حرام کرنے والے ہیں	۳۲۲
نص قرآنی سے خبیث چیزوں کی حرمت بالاجماع ثابت ہے	۳۲۲
پانچ جانور ہیں جنہیں حل اور حرم میں مارا جائے	۳۲۲
حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں "مجھے کوا کھانے والے پر تعجب ہے، حالانکہ حضور	

marfat.com

مسائل	صفحہ
نے مُحرم کو بھی اس کے قتل کی اجازت دے رکھی ہے	۳۲۳
کوّے کے فسق پر حضرت صدیقہ، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم کے اقوال مبارکہ	۳۲۳
حضرت عروہ بن زبیر جلیل القدر تابعی، حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے اور اُم المومنین کے شاگرد ہیں	۳۲۳
امام قاسم حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے حضرت صدیقہ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کے شاگرد جلیل القدر تابعی اور مدینہ پاک کے سات مشہور ائمہ میں سے ہیں	۳۲۳
کوّے کے فسق وخبث پر فقہاء کرام کے اقوال	۳۲۴
چیزیں اُچک لے جانا، لوگوں کو ستانا اور شیطانوں کے وسوسے قبول کرنا کوّے کی فطرت ہے	۳۲۴
فقہاء نے تصریح کی ہے کہ یہ کوّا پاک چیزوں کے علاوہ مردار بھی کھاتا ہے	۳۲۴
غراب الابقع اور عقعق کا فرق	۳۲۵
غراب الابقع سیاہ وسفید رنگ کے کوّے کو کہتے ہیں	۳۲۵

مسائل	صفحہ
عقعق کوّے کی آواز میں عین اور کاف معلوم ہوتا ہے	۳۲۵
ہمارے علاقہ میں جو کوّا کائیں کائیں کرتا ہے عقعق نہیں	۳۲۶
کوّے کے جائز اور باعث ثواب ہونے پر سب سے پہلے مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا	۳۲۶
سنہ ۱۳۲۰ھ میں گنگوہی کے جواب میں اعلیٰحضرت نے ایک لاجواب رسالہ تحریر فرمایا	۳۲۶
کتب فقہ کی ایک عبارت "انما یکرہ من الطیر مالا یاکل الا الجیف" کی عمدہ توضیح	۳۲۶
ایسی مرغی جو بکثرت نجاست کھانے لگے کہ گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے، مکروہ ہے	۳۲۷
حرام جانور اگرچہ عمر بھر پاک خوراک کھاتے رہیں، حرام رہیں گے	۳۲۷
بعض شُرّاح کی عبارات کی توضیح وتشریح	۳۲۸
عقعق حلال ہے	۳۲۸
غراب الابقع اگرچہ دانہ وغیرہ کھائے حلال نہیں	۳۲۹
الذی یاکل الجیف کی تشریح	۳۲۹
کوّے کی تحریم میں امام اعظم کے ساتھ امام شافعی	

marfat.com

مسائل	صفحہ
اور امام احمد بن حنبل بھی متفق ہیں	۳۳۰
دیوبندیوں کے نزدیک کوا کھانا نہ صرف جائز بلکہ ثواب ہے	۳۱۷، ۳۳۰
اس سلسلہ میں فتاوٰی رشیدیہ کی عبارت	۳۳۱
بعض محتاط دیوبندی مولوی کوّے کے بارے میں عدمِ جواز کے قائل ہیں	۳۳۱
دیوبندیوں کے مشہور اساتذہ غلام مصطفٰی سندھی اور انور شاہ کشمیری کی عدمِ جواز پر تحریر	۳۳۱
شرعی قواعد کی رو سے طوطا حلال ہے	۳۳۲، ۳۳۶، ۳۳۷
جن پرندوں میں بہنے والا خون ہو ان میں سے چنگل سے شکار کرنے والے اور مردار کھانے والے جانور حرام ہیں	۳۳۲
امام اعظم، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا یہی مذہب ہے	۳۳۲
طوطا نہ چنگل سے شکار کرتا ہے نہ مردار خور ہے	۳۳۳
پرندوں میں ذی مخلب حرام ہے۔	۳۳۳
ذی مخلب کی توضیح۔	۳۳۳
سبع کی تعریف	۳۳۳
ہر طوق دار پرندہ حلال ہے	۳۳۴

مسائل	صفحہ
طوطا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حلال ہے اور امام شافعی کا راجح قول بھی یہی ہے	۳۳۵، ۳۳۷
خرگوش حلال ہے	۳۳۹
جن اشیاء کی ممانعت قرآن یا حدیث میں نہیں آئی حلال ہیں	۳۳۹
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت قبول فرمایا	۳۳۹
شیعہ کا یہ کہنا کہ خرگوش حضرت فاطمۃ الزہرا کے خون سے پیدا ہوا محض بے اصل اور بیہودہ بات ہے	۳۳۹
سانڈھا حرام ہے	۳۴۱
سانڈھا کے استعمال سے پرہیز چاہیے	۳۴۱
آبی جانور پانی میں مر جائیں تو پانی پلید نہیں ہوتا	۳۴۲
مچھلی کے سوا پانی کے تمام جانور حرام ہیں	۳۴۲
ہر پاک چیز کا کھانا حلال نہیں	۳۴۲
اگر کوئی مسلمان پابندِ شرع حاذق حکیم کہے کہ اس مرض کا علاج سنکھیا کے بغیر نہیں ہو سکتا تو اس کا استعمال جائز ہے	۳۴۲
شرائطِ مذکورہ سے بطور دوائی کم کو تکبیر	

marfat.com

مسائل	صفحہ
پڑھ کر ذبح کرے تو شرعاً حرج نہیں	۳۴۳
ذبح شدہ مرغیوں کو ان کے پر اُتارنے کے لیے گرم پانی میں ڈالنے سے پہلے ان کے پیٹ کی غلاظت کو نکالنا چاہیے اور ذبح کی جگہ کو دھویا جائے	۳۴۴
انڈا توڑتے وقت تکبیر کی ضرورت نہیں	۳۴۵
عورت کا ذبح کرنا جائز ہے	۳۴۶
قربانی وعقیقہ	
تعارف کتاب الاضحیہ والعقیقہ	۳۴۹
فربہ ہونے کی صورت میں سال سے کم عمر کا ضأن (دنبہ) جائز ہے	۳۵۱، ۳۵۴
ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبہ دونوں پر ہوتا ہے مگر قربانی میں چکلی والا مراد ہے	۳۵۱، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۸، ۳۵۶، ۳۶۰، ۳۶۳
بھیڑ اور مینڈھا سال سے کم عمر قربانی نہ کیا جائے	۳۵۱، ۳۵۴
ضأن سے مراد وہ ہے جس کی چکلی ہوتی ہے	۳۵۱، ۳۵۴، ۳۵۳، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۳
احناف نے "الضأن" کو معروف بلام عہد سے تعبیر فرمایا ہے	۳۵۴، ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۹
ششماہی چھترے کی قربانی کا مسئلہ فروعی ہے	۳۵۹
احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ چھترا سال سے کم عمر کا نہ ہو	۳۵۹
ارباب لغت کے نزدیک جذع سال سے کم عمر کا ہو ہی نہیں سکتا	۳۵۹، ۳۶۱
جذع من الضأن کی تحقیق	۳۶۵
ایسا جانور جس کی پیدائشی طور پر دم یا کان نہ ہوں، امام اعظم کے نزدیک اس کی قربانی منع نہیں	۳۶۷، ۳۶۸
خصّی بکرا قربانی کے قابل ہے	۳۶۹
خصّی جانور کا گوشت بہتر ہوتا ہے	۳۶۹
خصیے کھانے کے کام نہیں آتے، مل دیے جائیں یا نکال دیے جائیں، دونوں صورتوں میں قربانی جائز ہے	۳۶۹
ایسی گائے جس کے چار تھنوں میں سے ایک قدرے چھوٹا ہو اور اس سے دودھ بھی نہ آتا ہو، اس کی قربانی جائز ہے	۳۷۰
ایسا عیب جو حسن وجمال یا منفعت کو مکمل طور پر ختم کر دے مانع قربانی ہے	۳۷۰

marfat.com

مسائل	صفحہ	مسائل	صفحہ
مستحب یہ ہے کہ قربانی میں معمولی عیب بھی نہ ہو	۳۷۰	مریض جانور کی قربانی جائز نہیں	۳۷۴
اس مسئلہ کی تحقیق کہ جانور کے سینگ کے ساتھ مینگ بھی ٹوٹ جانا مانع قربانی ہے یا نہیں؟	۳۷۱	قرنِ مطلق داخل وخارج دونوں قرنوں کو شامل ہے	۳۷۴
مینگ بھی سینگ ہی ہے جسے عربی میں قرنِ داخل کہتے ہیں	۳۷۱	سینگ اگر دماغ تک ٹوٹ جائے تو قربانی جائز نہ ہوگی	۳۷۵
پیدائشی بے سینگ یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا جانور جائز ہے	۳۷۲	قرنِ داخل کے ٹوٹنے پر عدمِ جواز کے بارے میں ایک حدیث کی توضیح وتاویل	۳۷۶، ۳۷۷
پیدائشی بے سینگ کی نسبت ٹوٹے ہوئے سینگ والا بطریقِ اولیٰ جائز ہے	۳۷۲	مشائش کا معنیٰ کتبِ فقہ ولغت کی روشنی میں	۳۷۸
قربانی کا مقصود یعنی گوشت کا تعلق سینگ نہیں ہے لہذا اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے	۳۷۲	قرن کا ٹوٹنا مانعِ جواز نہیں۔ قرن داخل ہو یا قرن خارج	۳۷۹
ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کے جواز پر حضرات مولا علی، براء بن عازب اور عمار بن یاسر کا فتوٰی	۳۷۳	ایسی قربانی جس کا سینگ ٹوٹ جائے جائز ہے	۳۸۱
امام شافعی اور جمہور ائمہ وعلماء کرام کا بھی یہی مذہب ہے	۳۷۴	حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے	۳۸۱
اگر سینگ ٹوٹنے کے بعد خون بند ہو جائے تو امام مالک بھی جواز کے قائل ہیں	۳۷۴	ایسا بیل جس کی رانوں کا چمڑا جلنے کے بعد جلد اچھی ہوگئی مگر سفید نشان باقی ہیں، قربانی کے قابل ہے	۳۸۲
		کلمے کے نشان والے بیل کی قربانی ہو سکتی ہے	۳۸۲
		قربانی کا جانور فروخت کرنے والا اس	

marfat.com

مسائل	صفحہ
جانور میں اپنا حصہ رکھ سکتا ہے	۳۸۳
ایک جگہ حصہ ڈالنے کے بعد دوسری قربانی میں اسی قیمت یا زائد قیمت پر حصہ ڈالا تو کوئی حرج نہیں	۳۸۳
قربانی کا جانور بیع کی نیت سے خرید کر فروخت کرنا جائز ہے	۳۸۴
قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطور صدقہ یا ہدیہ دی جا سکتی ہیں بطور تنخواہ نہ دی جائیں	۳۸۶، ۸۷
قربانی کی کھال اور گوشت کا ایک ہی حکم ہے	۳۸۶
قربانی کا گوشت ذابح یا کھال اتارنے والے کو بطور اجرت دینا جائز نہیں ہے	۳۸۶
قربانی کا گوشت پوست غنی اور فقیر دونوں کو دینا جائز ہے	۳۸۷
قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے مگر زکوٰۃ جائز نہیں	۳۸۸
جو جانور قربانی کے لیے جائز ہے، عقیقہ کے لیے بھی جائز ہے	۳۸۹
حصہ داروں میں سے کسی کی نیت عبادت کے بجائے صرف گوشت کھانے کی نہیں ہونی چاہیے	۳۸۹

مسائل	صفحہ
عقیقہ کے لیے گائے میں کم از کم ساتواں حصہ ضروری ہے	۳۸۹
عقیقہ میں اگر سالم گائے ذبح کر دی جائے تو بھی جائز ہے	۳۸۹
مستحب یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جائے ورنہ بعد میں بھی جائز ہے	۳۹۰
نبی اکرم علیہ السلام نے مبعوث ہونے کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا	۳۹۰
جس کا عقیقہ نہ کیا گیا تو مسنون ہے کہ بالغ ہونے کے بعد خود کرے	۳۹۱
مستحب یہ ہے کہ بچے کا سر ساتویں دن مونڈا جائے اور اس دن نام بھی رکھا جائے اور عقیقہ بھی کیا جائے	۳۹۱
عقیقہ مباح ہے مگر بقصد شکر عبادت بن جائے گا	۳۹۲
عقیقہ ساتویں، چودھویں، اکیسویں دن یا ساتویں مہینے کیا جائے	۳۹۲
لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکرا بھی جائز ہے	۳۹۳
حضور اکرم علیہ السلام نے حسنین کریمین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح فرمایا	

marfat.com

مسائل	صفحہ
جس طرح قربانی میں گائے کا ساتواں حصہ جائز ہے اسی طرح عقیقہ میں بھی جائز ہے	۳۹۴
لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں یا گائے کے دو حصے رکھنا بہتر ہے	۳۹۴
تعزیر	
تعارف کتاب التعزیر	۳۹۹
چوپائے سے بدفعلی کرنے والے کو خوب زدوکوب کیا جائے اور چوپائے کو ذبح کرکے جلا دیا جائے	۴۰۰
چوپائے کے مالک کو بدفعلی کرنے والا اس جانور کی قیمت بھی ادا کرے	۴۰۴، ۴۰۳
لالچ میں آکر کتے کے ساتھ ایک ہی برتن میں پانی پینے والے پر تعزیر عائد ہوتی ہے	۴۰۱
تعزیر میں کوئی خاص سزا مقرر نہیں، بلکہ حاکمِ شرع مجرم و جرم کی نوعیت کے لحاظ سے اپنی صوابدید کے مطابق سزا دے سکتا ہے	۴۰۲، ۴۰۵
حدیث: من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ الخ	۴۰۲، ۴۰۵، ۴۱۰
چوپائے سے حرام کاری کرنے والا خود اقرار کرے یا اسے پکڑنے والے دو عاقل بالغ نیک مسلمان ہوں تو اس پر تعزیر عائد ہوگی	۴۰۳
بعض اوقات تعزیر سزائے موت کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے	۴۰۳
جس چوپائے سے بدفعلی کی گئی، اسے ذبح کیا جائے، اس سے نفع اٹھانا ممنوع ہے	۴۰۳
کسی مسلمان کا دل دکھانے والا یا اس پر بہتان باندھنے والا مستحقِ تعزیر ہے	۴۰۴
حدِ قذف اسے لگائی جاتی ہے جو زنا کی تہمت لگائے	۴۰۵
تعزیر کا معنی یہ ہے کہ ادب سکھانے اور گناہ سے باز رکھنے کے لیے مجرم کو ایسی سزا دی جائے جو مفید ہو	۴۰۵
گواہی دو مردوں کی ہوتی ہے ایک کی گواہی معتبر نہیں	۴۰۷
مجرم کے باپ کا قسم دینے سے انکار، موجب جرم نہیں	۴۰۸
مسجد کا سپیکر اتار کر عیسائیوں کو تقریر	

marfat.com

مسائل	صفحہ
کے لیے دینا، سخت جرم ہے	۴۱۱
ایسے شخص کو صدقہ، خیرات اور مسجد کی خدمت کرنی چاہیے	۴۱۱
کسی شخص پر محض شک کی بنا پر زنا کی تہمت لگانا حرام ہے	۳۴۹
جھوٹی تہمت لگانے والے کی سزا کوڑے ہیں	۳۴۹
حظر و اباحت	
تعارف کتاب الحظر والاباحۃ	۴۱۵
فلم خانہ خدا سے پرہیز چاہیے	۴۱۶
اسے حقیقی حج کہنا یا سمجھنا نہایت ہی حرام ہے	۴۱۶
مشت بھر داڑھی کے بارے میں تحقیق	۴۱۸
لحیہ سے ہڈی مراد لینا غلط ہے	۴۱۸
لفظِ لحیہ کی تحقیق	۴۱۸
حضرت ابو قحافہ کی داڑھی دیکھ کر حضور نے منتشر بالوں کو اخذ کرنے کا حکم دیا	۴۱۹
حضرات ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مشت سے زائد داڑھی کترتے تھے	۴۱۹
حدیث اعفا اللحیہ میں (اعفوا، اوفوا، ارخوا، ارجوا، اور وفروا) پانچ روایات ہیں	۴۱۹
مذہب حنفی میں مشت بھر داڑھی واجب ہے	۴۲۰
لبوں کے بال نوچنے سے پرہیز ضروری ہے	۴۲۱
موچنے کے ساتھ چہرے کے بال اکھیڑنے سے پرہیز چاہیے	۴۲۲
ٹوپی پر عمامہ باندھ کر وسطِ سر کو چھپانا ضروری نہیں	۴۲۲
اولیائے کرام کی قبور پر نیتِ صالحہ سے قبوں کی تعمیر جائز ہے	۴۲۳
وقف قبرستان میں تعمیر شرعاً درست نہیں	۴۲۴
ایسا عرس جو منہیاتِ شرعیہ سے مبرا ہو درست ہے	۴۲۴
تعیین سے عبادت کو نقصان نہیں پہنچتا	۴۲۵
حضرت عبد اللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے	۵۲۵
ایک بڑھیا ہر جمعہ کو حضور علیہ السلام کی دعوت کیا کرتی، صحابہ بڑی خوشی سے تناول کرتے	۵۲۵
اس حدیث سے تعیینِ وقت و تقسیمِ طعام	

marfat.com

مسائل	صفحہ
اکملین ہے	۴۲۵
حضور اکرم علیہ السلام اور خلفائے اربعہ ہر سال قبورِ شہدائے احد پر تشریف لے جاتے تھے	۴۲۵
گیارھویں شریف، بیسواں، چالیسواں یہ سب صدقاتِ نافلہ اور مستحب ہیں	۴۲۷
صدقاتِ معینہ کا استحباب قرآن و حدیث سے ثابت ہے	۴۲۷
ایک عورت صحابہ کرام کی مخصوص دن، مخصوص طعام سے دعوت کیا کرتی	۴۲۷
بلا دلیلِ شرعی کسی شئے کو منع کرنا غلط ہے	
اسماعیل دہلوی کے رسالہ کا حوالہ	۴۲۹
حضرت صدیق اکبر یا فاروقِ اعظم کا کسی فعل کو نہ اپنا عدمِ جواز کی دلیل نہیں	۴۲۹
کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنی تعظیم کے لیے سلام سے منع کیا ہو	۴۳۰
حضور پر سلام بھیجنے کا حکم مطلق ہے، میلاد شریف میں سلام پڑھنا بھی اس میں شامل ہے	۴۳۰
کھڑے ہو کر سلام پڑھنے میں کوئی حرج نہیں	۴۳۰
حضرت صدیقہ حضور کے لیے قیامِ تعظیمی کیا کرتی تھیں	۴۳۰
حضرت سعد کے لیے حضور نے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا	۴۳۱
کھانے پر فاتحہ پڑھنی باعثِ شفا ہے	۴۳۱
پُوری کے دن کے ختم کو حرام کہنا سخت غلطی ہے	۴۳۲
ایسا عام طعام جو ایصالِ ثواب کے لیے پکایا جاتا ہے غنی و فقراء سب کھا سکتے ہیں	۴۳۳ ۴۳۴
ایسا طعام اگر زکوٰۃ وغیرہ سے ہو تو سادات و اغنیا کا حق نہیں	۴۳۴
مومن اپنی عبادت کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے	۴۳۴
بزرگانِ دین کے عرس خاص تاریخِ وصال یا کسی اور تاریخ میں بھی ہو سکتے ہیں	۴۳۵
مطلق اپنے اطلاق سے جمیع اوقات پر حاوی ہوتا ہے	۴۳۵
مسلمانوں کا یوں جمع ہونا کہ ایک تلاوت کرے اور دوسرے خاموش بیٹھے سنتے	

marfat.com

مسائل	صفحہ
رہیں، عبادت ہے	۴۳۶
جمع ہو کر قرآنِ کریم کی تلاوت سے اطمینان و رحمتِ خداوندی اور ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا اپنے مقربینِ خاص میں ذکر کرتا ہے	۴۳۶
قرآن پاک یاد پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے	۴۳۷
قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے سے اس کا سننا زیادہ بہتر ہے کہ پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض	۴۳۷
مشابہت کفار مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ بُری چیزوں میں منع ہے	۴۳۷
شریعت کے کام غیروں میں رائج ہو جانے سے ہمارے لیے ممنوع نہیں ہو جاتے	۴۳۷
سلام کے جواب کی مانند قرآن پاک کا سننا فرض کفایہ ہے	۴۳۸
مجلسِ قرأت سے بعض کا ضروریاتِ دنیوی کے لیے جانا جائز ہے	۴۳۸
قرآن پاک پڑھنے والے کو بطور مزدوری کچھ دینا منع ہے البتہ للّٰہیت سے دینا ممنوع نہیں	۴۳۸
مروجہ قوالی کے بارے میں احکامِ شریعت میں اعلیحضرت کا فتویٰ کافی ہے	۴۴۰
صحیح العقیدہ سنی عالمِ دین کو شارعِ عام گالیاں دینے والا سخت فاسق ہے	۴۴۰
مروجہ قوالی کا اعلان مقدس مقامات میں نہیں چاہیے	۴۴۰
حضور سیدنا غوثِ اعظم کی تقریر پر مروجہ قوالی کو ترجیح دینے والا شریعتِ مطہرہ کی توہین کا مرتکب ہے	۴۴۰
واقف بوقتِ وقف جو شرط لگائے معتبر ہے	۴۴۱
واقف کی شرط نصِ شرعی کی طرح واجبُ الاتباع ہے	۴۴۱
کسی ادارے کو دیے گئے قرآن پاک فروخت کرنا یا ان کے غلافوں کے تکیے وغیرہ بنانا ناجائز ہے	۴۴۱
قرآن پاک کے بوسیدہ نسخوں کو جلانا جائز نہیں	۴۴۲
بوسیدہ نسخے، پاک کپڑے میں لپیٹ کر	

مسائل	صفحہ
دفن کیے جائیں	۴۴۲
دفن کرنا بے ادبی نہیں	۴۴۳
حضرت عثمان غنی نے جو نسخے جلوائے تھے وہ منسوخ شدہ آیات اور شاذ قرائتوں پر مشتمل تھے	۴۴۳
ان نسخوں کو جلوانے کی حکمت	۴۴۳
تحقیق یہ ہے کہ حضرت عثمان نے پانی سے دھلوانے کے بعد صاف شدہ اوراق کو جلوایا	۴۴۴
ایامِ تعطیلات کے مشاہرات مدرسین کا حق ہے	۴۴۶
مسلمانوں کے نزدیک پسندیدہ کام عنداللہ بھی اچھا ہے	۴۴۶، ۳۷۲
حرام چربی فروخت کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے	۴۴۷
حرام چربی حرام بنا کر فروخت کرنے والا اس جرم سے کافر نہ ہوگا بلکہ صدقِ دل سے توبہ کرے	۴۴۷
گدھے کو گھوڑی سے جفت کرانا شرعاً جائز ہے	۴۴۹

مسائل	صفحہ
بوہل پینا جائز ہے	۴۵۰
حضرت صفوان بن امیہ نے بوہل حضور اکرم علیہ السلام کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجی	۴۵۱
حضرت ابوبکر صدیق نے بوہل تناول کی	۴۵۱
زخمی مجاہدوں کی جان خطرے میں ہو اور کوئی نافع دوائی نہ ملے تو بقدرِ ضرورت خون کا استعمال جائز ہے	۴۵۲
حرمتِ خون کا بیان چار آیتوں میں ہے	۴۵۲
فقہاء نے ضرورت شدیدہ کے وقت انسانی اجزاء سے انتفاع کی صراحت کی ہے	۴۵۳
انسانی دودھ کا استعمال بطور دوا جائز ہے	۴۵۳
فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ بوقتِ ضرورت بیمار، بطورِ علاج، خون استعمال کرسکتا ہے	۴۵۳
انسانی خون بطورِ دوا استعمال کرنے میں انسان کی اہانت نہیں	۴۵۳
صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بطور تبرک حضور اکرم علیہ السلام کا خون نوش کیا	۴۵۴
خون کا عطیہ پیش کرنا جائز اور سعادت	

marfat.com

مسائل	صفحہ
علی البر ہے	۴۵۴
المؤمن للمؤمن کالبنیان	۴۵۵
انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات کے بارے میں استفتاء	۴۵۵
غیر مسکر دوائیں حلال ہیں	۴۵۸
ایسا کنواں جس سے کافر، فاجر، گنوار، نادان بچے پانی بھرتے ہوں شرعاً طاہر ہے	۴۵۹
انگریزی ادویہ میں عموم بلویٰ اور ابتلا کا اعتبار بھی ہونا چاہیے	۴۵۹
استحالہ کی دو قسموں (خلقی، نوعی) کی تشریح	۴۶۰
پلید دودھ سے پلا ہوا بکری کا بچہ حرام نہیں	۴۶۰
ہرن کے خون سے نافہ مشک طاہر ہے	۴۶۰
نمک کی کان میں گدھا گر کر نمک بن جائے تو امام محمد کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے	۴۶۰
سانپ کے گوشت سے تیار کیے گئے تریاق کا استعمال جائز نہیں	۴۶۱
پلید پانی سے گوندھے گئے آٹے اور شراب سے ملے ہوئے شوربے کا استعمال ناجائز ہے	۴۶۱
مرکبات کی طہارت کا حکم ضرورت و عموم بلویٰ پر مبنی ہے	۴۶۱
پلید تیل سے تیار کردہ صابون بعض کے نزدیک ضرورت کی بنا پر پاک ہے	۴۶۱
گوبر ڈال کر تیار کیے گئے گارے کی لپائی بعض کے نزدیک عمومِ بلویٰ کی وجہ سے پاک ہے	۴۶۱
تحقیق یہ ہے کہ ایسا مرکب جس میں بعض اجزاء پلید ہوں، مصنوعی ترکیب و استحالہ سے طاہر و حلال نہیں ہو سکتا	۴۶۲
انگریزی مرکبات کو حمارِ نمک پر قیاس نہیں کر سکتے	۴۶۴
ایسی انگریزی ادویات جو مسکر نہ ہوں اور ان میں انگوری شراب کی آمیزش کا یقین بھی نہ ہو تو اندریں زمانہ مطلقاً جائز ہیں	۴۶۴
سجدہ تعظیمی حرام ہے	۴۶۷
ہر شرک حرام ہے مگر ہر حرام شرک نہیں	۴۶۷
کسی چیز کو اپنے مفاد کے لیے جائز و مباح کہنا جائز نہیں	۴۷۰
شرعاً اجازت ہو تو عدمِ جواز کی رٹ	

marfat.com

مسائل	صفحہ
لگانا بھی جائز نہیں	۴۷۰
رسالہ "الافتلو فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء"	۴۷۱
علم کتابت نہایت ہی عظیم الشان علم ہے	۴۷۱
فضیلت کتابت	۴۷۲
نٓ والقلم میں قلم سے مراد جنس قلم ہے جس میں یہ دنیاوی قلمیں بھی داخل ہیں	۴۷۳
علم کتابت، اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام ہے	۴۷۴
حضور انور نے شفا بنت عبد اللہ کو ام المومنین حفصہ کے بارے میں فرمایا: "تو اس کو رقیۃ النملہ کی تعلیم کیوں نہیں دیتی جس طرح تو نے اسے کتابت کی تعلیم دی	۴۷۴
حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ عورتوں کے لیے تعلیم کتابت بلا کراہت جائز بلکہ مطلوب ہے	۴۷۵
تعلیم کتابت کے بارے میں کتب فقہ سے ثبوت	۴۷۵
عورتوں کے لیے تعلیم کتابت قرآن، حدیث اور فقہ سے ثابت ہے جس پر قرون اولیٰ میں بلا اختلاف عمل ہوتا رہا ہے	۴۷۶
حضرت شفا اور ام المومنین حفصہ، کاتبہ تھیں	۴۷۶
حضرت شفا نے حضور اکرم علیہ السلام کے لیے چادر اور بستر مخصوص کیا ہوا تھا، حضور ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے	۴۷۶
عائشہ بنت طلحہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی بھانجی ثقہ تابعیہ تھیں	۴۷۶
موصوفہ حضرت صدیقہ کی خدمت میں مختلف ممالک سے آنے والے سوالات کا جواب تحریر کیا کرتی تھیں	۴۷۶
امام بخاری نے "الادب المفرد" میں "باب الکتابۃ الی النساء وجوابہن" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے	۴۷۶
خدیجہ بنت محمد بن احمد فقیہ باپ کی فقیہ بیٹی، محدثہ اور کاتبہ تھیں، ۳۷۲ھ میں فوت ہوئیں	۴۷۷
خدیجہ بنت محمد بن علی بغدادیہ، عالمہ، فاضلہ واعظہ، کاتبہ تھیں۔ انہوں نے ۴۶۰ھ میں وفات پائی	۴۷۷
شہدہ بنت ابی نصر عابدہ، صالحہ، بلند پایہ محدثہ اور خوشنویس کاتبہ تھیں۔ یہ	

marfat.com

مسائل	صفحہ
چھٹی صدی ہجری کی ہیں	۴۷۷
موصوف کے والد احمد بن فرح ابو نصر اور بھائی محمود بن احمد امام، فاضل محدث و فقیہ تھے	۴۷۸
حضرت فاطمہ فقیہہ عالمہ، متقیہ، کاتبہ تھیں	۴۷۸
موصوف کے والد وقت کے جلیل القدر امام محمد بن احمد ابو منصور سمرقندی اور خاوند ملک العلماء امام ابوبکر کاسانی تھے	۴۷۸
ساتویں صدی ہجری کی عالمہ فاضلہ محدثہ خدیجہ بنت مفتی محمد خوشنویس تھیں	۴۷۸
اسی صدی کی فاضلہ خدیجہ بنت یوسف بھی خوشنویس تھیں	۴۷۹
فاطمہ بنت احمدؒ صاحب مجمع البحرین کی صاحبزادی اور فقیہہ کاتبہ تھیں	۴۷۹
شہدہ بنت کمال الدین عابدہ، زاہدہ، محدثہ، امام ذہبی کی اُستاذ اور کاتبہ تھیں، یہ آٹھویں صدی کی ہیں	۴۷۹
آٹھویں صدی ہجری کی ست الوزراء بنت امام مفتی محمد بن عبدالکریم عالمہ، فقیہہ، قاریہ اور کاتبہ تھیں	۴۸۰

مسائل	صفحہ
بلاد ماوراء النہر میں جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا اس پر صاحبِ خانہ عالم کے علاوہ ان کی لڑکی، بیوی اور بہن کے دستخط بھی ہوتے	۴۸۰
مانعینِ کتابت جس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں وہ موضوع اور ناقابلِ عمل ہے	۴۸۱
خواتین کے لیے کتابت اگر احتیاط اور ستر کے خلاف ہے تو امہات المؤمنین کے لیے بطریقِ اتم خلاف ہوتی	۴۸۳
فسادِ نسواں کی وجہ سے صرف تعلیم کتابت ہی نہیں لباس اور زیورات بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں	۴۸۴
کتابت و تعلیمِ کتابت جائز ہے، البتہ اس کا ناجائز استعمال ناجائز ہے	۴۸۴
فسادِ نسواں کی طرح مردوں میں بھی فساد کا احتمال ہے	۴۸۵
صرف تعلیمِ کتابت کی اجازت ہے، مگر بے پردگی اور ناجائز خط و کتابت وغیرہ ناجائز ہی ہے	۴۸۵
سلام، سپیکر میں یا بلا سپیکر، بیٹھ کر، کھڑے	

marfat.com

مسائل	صفحہ	مسائل	صفحہ
ہو کر ہر طرح جائز ہے	۴۸۷	ظاہر الروایت کے خلاف ہے	۱۲۴
اگر سونے والوں کے آرام میں خلل کا اندیشہ		السوال معاد فی الجواب	۱۸۶
ہو تو آواز نرم رکھیں	۴۸۷	حکم الناطق باسماء الحروف و بمسمیاتها واحد	۱۸۷
اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام اور تعوذ و		غلبۃ الاستعمال دلیل الاستعمال القلیل	۱۸۸
تسمیہ کا پڑھنا باعثِ ثواب ہے	۴۸۸	الاستعمال القلیل النادر فی حکم العدم	۱۸۸
کمشن لے کر مساجد یا مدارس کے لیے چندہ		غلبۃ الاستعمال ھو الاستعمال العرفی	۱۸۹
وصول کرنا جائز ہے	۴۸۹	الاستعمال العرفی غلب علی الاصل الوضعی	۱۸۹
ہوائی جہاز میں فرضی اور نفلی نمازیں پڑھنا		مبنی القضاء علی الظاہر	۱۹۰
جائز نہیں	۴۹۰	القید الثابت لا یرتفع بدون رافع	۱۹۲
مسجد میں اعلان جائز نہیں	۴۹۱	الصریح لا یختلف باختلاف اللغات	۱۹۶
سپیکر مسجد سے باہر ہو اور ہارن بھی باہر ہی		القول قول الامین مع الیمین	۱۹۶
فٹ ہوں تو اعلان کیا جا سکتا ہے	۴۹۲	الیقین لا یرتفع بالشک	۲۰۰
گوشتی (مردان کے علاقہ والوں کی ایک		الجواب یتضمن اعادتہ فی السوال	۲۱۱
قسم) حرام کی تعریف میں شامل نہیں	۴۹۳	معاملات و دیانات میں ایک کا قول	
حرام وہ ہے جس کا کرنا دلیلِ قطعی سے		معتبر ہے	۲۳۲
ممنوع ہو	۴۹۴	قہستانی سخت غیر معتمد ہے	۳۲۷
فوائد متفرقہ اصولِ فقہ، حدیث و فتویٰ		متن اور شرح میں تعارض ہو تو متن مقدم ہے	۳۳۰
		متون بیانِ مذہب کے لیے موضوع ہیں	۳۳۰
عقد کرنے والے اور حلف اٹھانے والے	[illegible]	عبادات کے معاملے میں احتیاط ضروری ہے	۳۵۱
کے کلام کو عرفی معنی پر محمول کیا جائے اگرچہ		بعض ائمہ جب ایسی قید لگائیں جس کے خلاف	

marfat.com

مسائل	صفحہ
دوسروں نے صراحت نہ کی ہو، تو اس قید کا اعتبار ضروری ہے	۳۵۱
علماء نے ظاہری علامات کو موجبِ عمل قرار دیا ہے	۳۵۷
فتح الغفار، تنویر الابصار کی شرح ہے جسے خود مصنف نے تحریر کیا	۳۶۵
درالمختار، تنویر الابصار کی شرح ہے	۳۶۵
قاضی خان کا "یجوز" کو مقدم کرنا دلیل ترجیح ہے	۳۶۸
کافی للحاکم "ظاہر الروایت کا معتمد مجموعہ"	۳۷۲
مبسوط سرخسی، کافی کی بلند پایہ شرح ہے	۳۷۲
فتویٰ میں اس پر اعتماد چاہیے اور اس کے خلاف عمل نہ کیا جائے	۳۷۲
کافی للنسفی معتمد کتاب ہے	۳۷۲
مجمع البحرین امام مظفر الدین احمد بن علی کی تصنیف ہے	۴۷۹
الجواہر المضیئہ کے مصنف کا وصال ۷۷۵ھ میں ہوا	۴۸۰
اطلاق مطلق بمنزلہ نص ہے ۳۷۴	۴۸۹
نہی تنزیہی جواز کے خلاف نہیں بلکہ مفید	

مسائل	صفحہ
جواز ہے	۳۷۷
عدمِ استحباب سے نفیِ جواز سمجھنا درست نہیں	۳۹۱
عدمِ جواز کے لیے دلیلِ خاص ضروری ہے	۳۹۱
نیتِ صالحہ سے عادات عبادات اور مباحات طاعات بن جاتے ہیں ۳۹۲	۴۲۶
جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے	۴۲۵
اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ ۴۲۵، ۴۵۸	۴۸۳
بلا دلیل کسی چیز کو حرام و مکروہ نہیں کہنا چاہیے	۴۲۵
مطلقِ قرآن خبرِ واحد اور قیاس سے مقید نہیں ہو سکتا	۴۲۷
عدمِ ورودِ دلیل عدم نہیں	۴۲۹
مشروطِ عرفی، مشروطِ شرعی کی مانند ہے	۴۴۶
احکامِ شرعیہ کی بنا عرفِ عام پر ہے	۴۴۶
تحقیقِ کامل کے سوا کسی چیز کو حرام یا مکروہ ماننے میں احتیاط نہیں	۴۵۹
ضرورت کے پیشِ نظر روایتِ ضعیفہ کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے۔ ۴۵۹	۴۶۵

marfat.com

مسائل	صفحہ
حضور کے نزدیک تعبیر مرفوع اور تیسیر پسندیدہ ہے	۴۵۹
مجددِ وقت کے فتاویٰ میں ترمیم و تنسیخ کا احتمال ہے	۴۶۴
امامِ اعظم کے محققانہ اقوال کی موجودگی میں صاحبین کے بکثرت ایسے اقوال ہیں جو ان کے خلاف ہیں	۴۶۹
مجددِ ملت اعلیٰحضرت کے سینکڑوں تطفلات ہیں	۴۶۹
ہمارے مذہب میں مجددین حضرات معصوم نہیں ہیں	۴۷۰
دورِ حاضر کے پیدا شدہ مسائل کے بارے میں علماء کو للّٰہیت سے مل کر تحقیق کرنی چاہیے	۴۷۰
امام ابوداؤد کا کسی حدیث پر سکوت فرمانا اس کی تحسین ہے	۴۷۴
جعفر بن نصر جھوٹی اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا	۴۸۱
محمد بن ابراہیم شامی منکر الحدیث ہے اور کذاب	۴۸۱

مسائل	صفحہ
عبدالوہاب بن ضحاک متروک و منکر الحدیث ہے	۴۸۲
عرف و تعامل دلائلِ شرعیہ سے ہیں	۴۸۳
تطبیق کی ضرورت اُس وقت ہوتی ہے جب دونوں طرف صحیح دلائل ہوں	۴۸۳
خصوصیت کے لیے دلیل ضروری ہے	۴۸۴
الثابت بالعرف کالثابت بالنص	۴۹۴
متفرقات	
(نکاح)	
ولی نابالغ اولاد کا نکاح کر سکتا ہے	۸۵
ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا نکاح صغر سنی میں تواتر سے ثابت ہے	۸۵
لالچ کی بنا پر اولاد کا رشتہ غلط جگہ پر کرنے والے باپ کا نابالغ اولاد کے حق میں نکاح معتبر نہیں بشرطیکہ اس کا غلط انتخاب مشہور ہو	۹۳
چچا سے بھتیجی کا نکاح نہیں ہو سکتا	۹۸
منکاح پر نکاح جائز سمجھ کر کرنے والے نئے سرے سے اسلام لائیں اور اپنی بیویوں	

marfat.com

مسائل	صفحہ
سے دوبارہ نکاح کریں	۱۰۶
مدتِ رضاعت ۲½ سال ہے	۱۳۲
بیوی کا پستان چوسنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۱۳۲
عدت گزارنے والی عورت کا کسی اور سے نکاح درست نہیں	۱۸۰
رضاعی ماں کی تمام اولاد بھائی بہن ہیں	۲۰۲
ایک طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد بلا نکاحِ جدید سابقہ خاوند کے گھر آباد ہونا حرام ہے	۲۴۰
زید کے کسی بیوہ سے ناجائز تعلقات ہیں، بیوہ کے خاوند کی لڑکیوں اور زید کے بھائیوں کا نکاح ہوسکتا ہے	۲۶۱
مذکورہ بیوہ کے لڑکوں اور زید کی بہنوں کا نکاح درست ہے	۲۶۱
دیدہ دانستہ نکاح پر نکاح پڑھانا اور ایسے نکاح کا گواہ بننا کبیرہ گناہ ہے	۲۶۱
نکاحِ مرتدہ کے بارے میں اقوالِ فقہاء	۲۶۵
ایسی صورت میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہوگیا مگر دوسری جگہ نکاح	

مسائل	صفحہ
کی اجازت نہیں	۲۶۵
عمداً نکاح پر نکاح پڑھنے اور گواہ بننے والے نہایت گنہگار ہیں، ان کے نکاح ٹوٹ گئے	۲۶۵
عیسائی بننے کی سعی کرنے والے بحکمِ شرعی مرتد ہیں	۲۶۶
بالغہ کنواری کا نکاح اغوا کنندہ سے ورثاء کی عدم موجودگی میں درست ہے بشرطیکہ اغوا کنندہ ہم کفو ہو اور مہر مثل مقرر کرے، بصورت دیگر مفتیٰ بہ قول میں صحیح نہیں	۲۶۹
لڑکیوں کے عوض روپیہ لینا رشوت ہے جس کا واپس کرنا ضروری ہے	۲۸۴
شرعاً کسی کی منکوحہ کا دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا	۴۰۸
زانی کا مزنیہ کی والدہ یا بیٹی سے نکاح حرام ہے	۴۰۹
(مسائل ابواب متفرقہ)	
کسی کے نام میں لفظ محمد پر "ص" کی علامت ناجائز ہے	۱۱۶
حضور کے اسمِ گرامی کے ساتھ "ص" لکھنا ناجائز ہے پورا درود شریف چاہیے	۱۱۶

marfat.com

مسائل	صفحہ
امام نے پہلی رکعت میں چھبیسویں (۲۶) پارے کا رکوع پڑھا اور دوسری رکعت میں چوبیسویں (۲۴) پارے سے پڑھا تو نماز صحیح ہوگی	۱۳۲
مسجد میں سے جنبی اور حیض و نفاس والی کا گزرنا ناجائز ہے	۱۳۲
داڑھی منڈے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے	۲۸۸
قلم زبان کا ترجمان ہے	۲۱۲
میت کی ایک لڑکی، تین لڑکوں اور چار بھائیوں میں ترکہ کی تقسیم	۲۱۶
معتکف بلا عذر شرعی مسجد سے نکلے تو امام اعظم کے نزدیک اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے	۲۱۶
حقہ نوشی شرعی عذر نہیں	۲۱۶
روزہ کی حالت میں عمداً حقہ نوشی کرنے والے پر قضا و کفارہ لازم ہے	۲۱۷
اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ جس چیز کو اہلِ بیت سے نسبت ہوجائے وہ باعثِ برکت ہے	۳۴۰
بعض کا قول ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء خونِ ماہواری سے مبرا تھیں	۳۴۰
حضور کا گستاخ واجب القتل ہے، اس پر اجماعِ اُمت ہے	۳۴۰

مسائل	صفحہ
ایسا شخص مستحقِ عذاب ہے	۳۴۰
حضور کو گالی دینے والے کے کفر پر اُمت کا اتفاق ہے	۳۴۰
ایسے بدگو کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے	۳۴۰
رویتِ ہلال کے بارے میں حکومت کی جانب سے شرعی ثبوت کے بعد کیا گیا اعلان معتبر ہے	۳۵۷
قطب ستارے کی طرف پاؤں نہ کرنا محض عوام کا خیال ہے	۳۹۵
ریڈیو سے نشر کی گئی تلاوت اگر قاری کی اصل آواز ہوتی ہے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے	۳۸۸
فاسق و فاجر کو امام نہیں بنانا چاہیے	۴۰۶
فاسق و فاجر کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے	۴۰۷
کافر کی توبہ غرغرۂ موت سے قبل مقبول ہے	۴۸۴
خشخشی داڑھی والے بے عمل حافظ امامت کے قابل نہیں	۴۸۷
حدیث پاک میں بدگمانی سے منع کیا گیا ہے	۴۸۷
غوثِ پاک کا گستاخ تمام اولیائے کرام اور حضور اکرم کا بھی گستاخ ہے، غوثِ پاک کا قدم اولیاء کی گردن پر ہے	۴۹۰

marfat.com

حیات مبارک

از:۔ محمد محب اللہ نوری

marfat.com

حسب و نسب ۱، تعلیم و تعلّم ۲، تعدادِ علوم ۳،
درس و تدریس ۴، تدریس سے محبت ۵، بیعت و ارشاد ۶،
فقاہت و ثقاہت ۷، سخن فہمی ۸، عبادت و ریاضت ۹،
عشقِ مصطفیٰ و حُبِ مدینہ ۱۰، مزاراتِ اولیاءِ کرام پر
حاضری ۱۱، سیاسی بصیرت ۱۲، تصانیف ۱۳، وصال ۱۴،
مناقب ۱۵، معاصرین کی نظر میں ۱۶، ——————

marfat.com

(۱)

حضرت فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہٗ العزیز نسباً ارائیں ، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے ، آپ کے آباؤ اجداد صوفی مشرب ، پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے ۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق قدس سرہٗ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) نے ایک کتاب[۱] کے سر ورق پر حضرت علیہ الرحمہ کا نام و نسب یوں تحریر فرمایا ہے :

علامہ دوراں ، فہامہ زماں محمد نور اللہ سلمہ ربہٗ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پوری ابن ننگِ اسلاف ، احقر العباد فقیر محمد صدیق ابن حضرت مولانا مولوی احمد الدین ابن سلطان التارکین مولانا محمد ابراہیم[۲]

---

[۱] سر ورق "رسائل ابن عابدین" ، یہ کتاب حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے ۔

[۲] آپ کے آباؤ اجداد موٹ ضلع فیروز پور میں قیام پذیر تھے ۔ آپ دل کے غنی اور بے ریا طبیعت کے انسان تھے ۔ آپ کی ملکیت میں ساڑھے چار سو ایکڑ زمین تھی مگر محبتِ علم اور رضائے الٰہی کی خاطر جائیداد کو خیر باد کہتے ہوئے سکھوں کے عہد میں ہجرت کر کے ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں آباد ہو گئے ، اسی لیے آپ کو سلطان التارکین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ۔

marfat.com

ابن مولانا مولوی جمال الدین ابن مولانا حضرت حافظ محمد حبیب اللہ[۱] برقع پوش ملوٹی فیروزپوری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ / ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو سوجیکی ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔[۲]

حضرت فقیہ اعظم نے فارسی اور صرف کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد اور جدِ امجد مولانا احمد الدین (م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء) سے پڑھیں۔ اس کے بعد بہت سے معاصر علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا فتح محمد جیبوی بہاد ننگری علیہ الرحمہ (م ۱۳۳۹ھ / ۱۹۶۹ء) کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے دورانِ تعلیم محنت، لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی اس خداداد صلاحیت ولیاقت کے معترف تھے۔ اس ضمن میں آپ کے ہم جماعت حضرت علامہ جلال الدین صاحب جیون شاہی

---

[۱] موصوف بلند پایہ عالم اور ولی کامل تھے چہرہ انوار وتجلیات کا مرکز تھا، روئے زیبا پر ہمیشہ حجاب رہتا اسی وجہ سے برقع پوش کے لقب سے مشہور ہوئے، تدفین کے بعد دوسرے روز ہی آپ کی مرقد پاک کو لمبے لمبے سبزہ زار نے ڈھانپ لیا گویا بعد از وصال بھی اس محبوب بندے کی ادائے محبوبی کو باقی رکھا گیا۔

[۲] مزید حالات کے لیے درجِ ذیل کتب کا مطالعہ کریں:

(ا) حیاتِ فقیہ اعظم (مولانا شبیر احمد ہاشمی) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

(ب) تذکرہ جلیلہ (مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری) غیر مطبوعہ

(ج) تذکرہ فقیہ اعظم (ابوالاحسان) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء

marfat.com

نے مجھے بتایا کہ میں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں مگر میں نے آپ کو کبھی کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ محوِ مطالعہ ہی پایا۔ دورانِ تعلیم ایک دفعہ دیوبندیوں کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں گئے۔ یہاں کے قابل ترین اور تجربہ کار مدرس مفتی محمد اسد اللہ ان دنوں شمس بازغہ پڑھاتے تھے۔ دوران سبق حضرت نے ایک اعتراض کیا، مفتی مذکور نے جواب دیا۔ حضرت نے پھر اعتراض کر دیا۔ اس طرح یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ مفتی صاحب نے سبق ختم کر دیا۔ کافی دیر مطالعہ کرنے کے بعد چھٹی کے وقت اپنے کمرے میں بلوایا اور سبق سمجھانے کی کوشش کی مگر حضرت کے وزنی اعتراضات کا جواب نہ دے سکے، رات بھر مطالعہ کرنے کے بعد اگلے روز پھر یہی سبق پڑھایا مگر حضرت کے تندوتیز اور مضبوط اشکالات کے جواب سے عاجز رہے۔ آخر مجھے (مولانا جلال الدین کو) مخاطب کر کے برملا یہ کہا:

"تم میرے ہم پلہ ہو مگر تمہارے بھائی اور ساتھی مولانا محمد نور اللہ علم میں مجھ سے کہیں زیادہ آگے ہیں۔"

حضرت علیہ الرحمہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد حزب الاحناف لاہور تشریف لے گئے جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث پڑھا حضرت محدث الوری دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

"اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو"

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء / ۶ شعبان ۱۳۵۲ھ کو سند و دستارِ فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمہ

marfat.com

نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی سند سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا کی۔ بعد میں حضرت مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمہ نے آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔

حضرت فقیہ اعظم نوّر اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانۂ طالب علمی ہی میں علومِ درسیہ کے علاوہ متعدد علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی تھی۔ ایسے تمام علوم کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) علم قرآن	(۲) علمِ حدیث	(۳) اصولِ حدیث	(۴) تفسیر
(۵) اصولِ تفسیر	(۶) فقہ (جملہ مذاہب)	(۷) اصولِ فقہ	(۸) عقائد
(۹) کلام	(۱۰) فرائض	(۱۱) رسم الافتار	(۱۲) تصوّف
(۱۳) سلوک	(۱۴) اخلاق	(۱۵) سیر	(۱۶) شمائل
(۱۷) اسمار الرجال	(۱۸) تاریخ	(۱۹) قرأت	(۲۰) تجوید
(۲۱) صرف	(۲۲) نحو	(۲۳) معانی	(۲۴) بیان
(۲۵) بدیع	(۲۶) ادب	(۲۷) لغت	(۲۸) عروض و قوافی
(۲۹) فن تاریخ	(۳۰) منطق	(۳۱) فلسفہ	(۳۲) مناظرہ
(۳۳) ہندسہ	(۳۴) ہیأت	(۳۵) حساب	(۳۶) طب
(۳۷) توقیت	(۳۸) اشتقاق	(۳۹) تکسیر	(۴۰) زیجات
(۴۱) مثلثات	(۴۲) مربع	(۴۳) نظم و نثر عربی	(۴۴) نظم و نثر فارسی
(۴۵) نظم و نثر اردو، پنجابی	(۴۶) جدل	(۴۷) تعبیر رؤیا	(۴۸) طبعیات

(۴۹) فراست و قیافہ (۵۰) سیاست ——— وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا علوم میں نہ صرف یہ کہ آپ کو مکمل دسترس تھی بلکہ بعض پر تو آپ کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً حدیث، فقہ، عقائد، صرف، نحو وغیرہ۔ دیگر

marfat.com

علوم کے بارے میں آپ کی مہارتِ تامہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

(۴)

تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ اپنے اُستادِ گرامی حضرت مولانا فتح محمد صاحب بہاولنگری کے پاس اُن کے مدرسہ مفتاح العلوم میں مدرس رہے پھر ضلع ساہیوال کے مختلف مقامات پر تدریس کا شغل جاری رکھا۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپالپور کے ایک قصبے فرید پور میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ایک عظیم الشان علمی ادارے کے لیے یہ جاگیردارانہ ماحول مناسب نہ تھا اس لیے آپ نے ۱۹۴۵ء / ۱۳۶۴ھ کو بصیر پور میں ڈیرہ جمایا۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطۂ زمین جس پر اب دار العلوم موجود ہے قزاقوں کا مسکن تھا۔ اس وادیٔ غیر ذی زرع کو اس عاشقِ مصطفےٰ نے اپنی شبانہ روز محنت، پیہم لگن اور جہدِ مسلسل سے عظیم علمی یونیورسٹی بنا دیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

(۵)

حضرت علیہ الرحمہ نے مسلسل پچاس سال قرآن و حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی۔ تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب حج و زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہاں بھی تصوّف و حدیث کا درس جاری رکھتے۔ اسی وجہ سے آپ محدثِ عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ۱۹۷۶ء میں احقر بھی درسِ حدیث میں شامل رہا۔

marfat.com

جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسباق سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۸۲ء میں آپ نے اپریشن کرایا، زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے، نقاہت حد سے زیادہ تھی مگر آپ نے اس عالم میں بھی سلسلہ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔ یکم اپریل ۱۹۸۳ء کو شدید علیل ہوئے اس سے ایک روز قبل یعنی ۳۱ مارچ کو بھی آپ نے باقاعدگی سے طحاوی شریف کا سبق پڑھایا، گویا عمر بھر اپنے مرشدِ کامل کے بتائے ہوئے محبوب وظیفے ——— درس و تدریس ——— کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ کے فیض یافتہ حضرات آسمانِ علم پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ملک کے گوشے گوشے میں بلکہ بیرونِ ملک میں بھی آپ کے تلامذہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں معروف ہیں۔

(۶)

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشدِ کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس و تدریس کا شوق تھا۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا ارشاد نہ ہو جائے، اس لیے آپ چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو۔ غالباً ۱۹۴۱ء میں آپ حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بس پھر کیا تھا، آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اُس کی تصدیق کی ؎

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل
التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

حضرتِ مفتی اعظم سید ابوالبرکات علیہ الرحمہ کے مشورے سے حضرت صدر الافاضل

marfat.com

علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔

رہبرِ کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا:

"مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے"۔

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے عمر بھر اس وظیفہ کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔

بیعت ہونے کے بعد سیدی فقیہ اعظم رمضان المبارک کی تعطیلات میں مرادآباد تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنے سلاسلِ حدیث کی اسناد اور مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت اور باطنی فیض سے نوازا ـــــ قلب منور کو مزید مجلّٰی کیا ـــــ اور سلسلہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ـــــ اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ۷ ارمضان المبارک ۱۳۶۱ھ (۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء بروز پیر) کی تاریخ درج فرمائی۔

صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے علاوہ حضرت کو اپنے استاد گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری کی طرف سے بھی اسنادِ حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسلِ طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ محدث الوری کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے اجازت حاصل تھی۔

حضرت علیہ الرحمہ کو اپنے دیگر اساتذہ حضرت مولانا ابوالبرکات قادری اور محدث بہاولنگری کی طرف سے بہت سے عملیات کی اجازت تھی۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیشمار لوگوں نے بیعت کی۔ آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

(۷)

حضرت فقیہِ اعظم فتوٰی نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات

marfat.com

مرجع خلائق تھی، ملک اور بیرونِ ملک کے لوگ استفتاآت میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لیے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام تر آپ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں۔

مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی نے فتاویٰ نوریہ کی تقریبِ تعارف منعقدہ ۴ جون ۱۹۸۰ء بمقام پاکستان نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"مفتی کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: (۱) علمی وسعت، (۲) ایمانی فراست (۳) دیانت (۴) تزکیۂ نفس۔ یعنی طہارتِ ظاہر و باطن یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنیٰ میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں بتمام و کمال پائی جاتی ہیں۔"

فتاویٰ نوریہ کی پانچ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحرِ علمی، وسعتِ نظر، قوتِ استدلال، صلابتِ رائے اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ میں بعض فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اُترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ مثلاً ص ۸۳ اسے شروع ہونے والا طلاق کے بارے میں ایک فتویٰ صرف ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ایک سو اٹھارہ سے زائد کتب کے حوالہ جات دئیے گئے ہیں۔ ص ۱، ۳ پر قربانی کے جانور کے سینگ کے بارے میں تحقیقی فتویٰ شروع ہوتا ہے، دس صفحے کے اس فتوے میں ۸۲ حوالے دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ص ۳۶۵ پر صاحبزادہ سعید احمد فضلی کے استفسار کا جواب صرف دو صفحے پر مشتمل ہے مگر اس میں ۲۶ سے زائد کتب کے حوالے دیے گئے ہیں۔

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی، جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لیے کیا۔

marfat.com

•

مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ دیانت دار ہو۔ اس پہلو میں بھی حضرت فقیہ اعظم ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہاں آپ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو بظاہر بہت معمولی بات ہے مگر اس سے حضرت کی زندگی میں امانت و دیانت کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے تلمیذِ رشید مولانا زید احمد صاحب نوری خطیب میاں چنوں نے ایک بار آپ کو مدینہ عالیہ میں خط تحریر کیا۔ خط میں مدینہ عالیہ کے بہت سے حضرات (جن میں کچھ دکاندار بھی تھے) کے نام سلام تحریر کر دیے۔ حضرت علیہ الرحمہ چونکہ زیادہ تر وقت حرمِ نبوی میں رہتے تھے، ظاہر ہے اس قسم کی باتوں کے لیے آپ کے پاس وقت نہ تھا لہٰذا اس دیانت دار فقیہ نے مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا:

"مولانا ضیاء الدین و فضل الرحمٰن صاحبان کو سلام عرض کر دیے ہیں مگر باقی احباب کے سلام آپ ہی کو واپس کرتا ہوں..... آپ عجیب ہیں ایسی تکلیف اس ضعیف کو دینی نہیں چاہیے..... دوکانداروں کو کہاں تلاش کروں؟ —— ان لوگوں کو آپ بالخصوص نام سے یاد نہیں رہ سکتے۔ یہاں تو ہر سال ہزاروں آتے ہیں۔ وہ کس کس کو یاد رکھیں اور میرے پاس ان حضرات کو تلاش اور پھر بڑی مشکل سے یاد دلانا، اتنا وقت نہیں..... سلام پہنچانے کے متعلق کہا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے جو میرے لیے اُحد پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔"

(مکتوب محررہ، شوال ۱۳۹۲ھ)

•

مفتی کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ زمانے کے چیلنج کو قبول کرے اور اپنی

marfat.com

فراستِ ایمانی سے نو پیدا مسائل کا حل کتاب وسنت اور اقوالِ فقہاء کی روشنی میں پیش کرے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو بھی حضرت فقیہ اعظم نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس جلد میں انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات، جاں بلب مریضوں کے لیے خون، بچیوں کو کتابت کی تعلیم دینے اور ہوائی جہاز میں نماز وغیرہ جیسے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

●

ایک فقیہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طبقاتی کشمکش اور گروہی وجماعتی تعصب سے بالاتر رہے اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ آپ سے بوہلی کے دودھ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ:

"ایک دیوبندی مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے"؟

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"بلاشک وشبہ وریب شرعاً حلال ہے، اس کا کھانا پینا جائز ہے —— کسی دیوبندی مولوی کے اس فتوے سے کہ کھانا جائز ہے یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو جائے"۔

(فتاوٰی نوریہ حصہ سوم ص ۵۰۔ ۴۹)

اس کے برعکس اگر اپنے کسی ہم مسلک سے کوئی تساہل ہوا تو اس کا بھی برملا اظہار فرمادیا۔ مثلاً اہل سنت کے ایک عالم کی طرف سے بھجوائے گئے ایک استفتاء میں حضرت کے نام پر لفظ محمد پر "ﷺ" کا نشان لگا ہوا تھا اس پر یہ تنبیہہ فرمائی:

"یہ جو مشہور ہے اور اس کی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر "ﷺ" لکھ دیا ہے یہ سخت ناجائز ہے ۔۔۔ پھر حضور کے اسم مقدس کے ساتھ بھی یہ "ﷺ" لکھنا ناجائز ہے"۔

marfat.com

•

ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلے میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورتِ حال کے برملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے جیسا کہ امام دار الہجرۃ حضرت مالک بن انس سے ایک بار چالیس سوال دریافت کئے گئے مگر آپ باوصف اپنی جلالتِ علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے بارے میں فرمادیا "لا ادری" "ان کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا"۔ حضرت فقیہ اعظم کی ذات میں بھی یہی شانِ عجز و انکسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتویٰ نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جاتی۔ ۱۳۷۱ھ میں آپ سے مولانا عبد العزیز صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم بورے والا نے تین سوالات کا جواب طلب کیا۔ پہلے دو سوالوں کا جواب آپ نے عطا فرما دیا مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا — اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

"واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاوٰی نوریہ ج ۳، ص ۳۵۷)

بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمادی۔

•

ایک مفتی عالم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو، تحقیقِ مسائل میں نفسانیت سے بالاتر ہو کر حق کی جستجو میں لگا رہے۔ صاحبِ فتاوٰی نوریہ اس پہلو سے بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ علماء کو دعوتِ فکر و عمل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکامِ شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صمٌ بکمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کا فرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ

marfat.com

معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روزمرہ ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔۔۔۔۔ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدمِ جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لیے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں ۔۔۔۔۔ مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی۔ اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے ـــــ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(فتاویٰ نوریہ ج ۳، ص ۴۰۰)

●

ایک فقیہ اور مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دل میں صاحب شریعت کی پختہ محبت ہو، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے اس کا قلب بھرپور ہو، وہ ایمانیات اور اعتقادیات میں متصلب ہو ـــــ صاحب فتاویٰ نوریہ کی ذات میں یہ اوصاف درخشاں نظر آتے ہیں۔ عشق نبوی نے آپ کو پختگیٔ ایمان اور اتباع سنت و شریعت کی معراج پر پہنچا دیا تھا، سرکار کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا بھی آپ کے نزدیک واجب القتل تھا۔ فتاویٰ کے اسی حصہ کے ص ۴۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

"شہنشاہِ کون ومکان حبیب رب رحمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک

marfat.com

کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکمِ اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے ۔۔۔۔ ایسے بد خواہانِ ملک و ملت کو شرعی سزائیں لگائیے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائیے۔"

(۸)

حضرت علیہ الرحمۃ بلند پایہ فقیہ اور متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہم بھی تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو بطورِ خاص اپنایا اور اپنے وارداتِ قلبیہ اور جذباتِ عشقِ مصطفویہ کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا۔ مختلف اصنافِ سخن میں وہ گل کاریاں کی ہیں کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ آپ کا اکثر کلام فارسی میں ہے، تاہم عربی، اردو اور پنجابی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ بیشتر کلام زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ آپ کا کلام آدابِ شرعیہ کی پاسداری کے ساتھ ساتھ محبت و شیفتگی کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی نعتیں بارگاہِ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء میں شرفِ قبولیت رکھتی تھیں ـــــ آپ کے ایک مرید حاجی رشید احمد صاحب لوری نے، جو نہایت متقی اور متدین ہیں، راقم کو بتایا کہ مجھے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ـــــ ایک محفل جمی ہے ـــــ نعت خوانی ہو رہی ہے ـــــ ایک فارسی نعت پڑھی گئی جس کا مطلع تھا ؎

کے خدایا روئے زیبائے ورا بینیم باز
از بہم دو قوس ابروش تا بینیم باز

محفل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ نعت ختم ہوئی تو میں نے سرکار فداہ روحی کے حضور عرض کیا کہ یہ نعت مجھے تحریر کروا دیں۔ آقا حضور نے ارشاد فرمایا:

marfat.com

"یہ نعت تمہارے پیرو مرشد کی لکھی ہوئی ہے ان سے جاکر لکھوا لو۔"
چنانچہ میں حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے بیاض سے نقل کر دی۔

(۹)

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اتباعِ نبوی اور عشقِ مصطفوی سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنتِ محبوب مصطفیٰ کے مطابق تھی ——— عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں آپ مقامِ رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ بایدو شاید ——— تہجد پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے ہم جماعت اور بچپن کے ساتھی حضرت علامہ جلال الدین صاحب جیون شاہی فرماتے ہیں:
۔"گیارہ بارہ سال کی عمر میں بھی میں نے انہیں تہجد کا پابند اور عادی پایا"
آپ بچوں پر رحمت، طلبہ پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے ۔ اخلاقیات میں صاحبِ خلقِ عظیم کے مظہرِ کامل تھے۔
شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، تمیز و وقار، پاکیزگی و شائستگی، ادب و سلیقہ، ہمدردی و خیر خواہی، نظم و ضبط، عالی ظرفی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، ایثار و قربانی، علم و عمل، تواضع و انکساری، شیریں کلامی، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ اتباعِ شریعت اور استقامت و عزیمت آپ کی سیرت طیبہ کا اصل جوہر تھا۔ آپ نے اپنے جواں سال، عالم فاضل، محقق اور قابل ترین صاحبزادے (مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری علیہ الرحمۃ) کے وصال پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔

marfat.com

عاجزی و فروتنی آپ کے ماتھے کا جوہر اور استغنا و توکل آپ کی زینت تھے۔

آپ کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے، جلبِ زر اور طلبِ دنیا سے پہلوتہی کی ——— انہیں بھروسہ تھا تو بس اپنے کریم، رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ پاک پر ——— حاجی رشید احمد نوری کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"آپ نے رقم کی ضرورت دریافت فرمائی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں واقعی فقیر ہوں مگر کس کا ؟ شہنشاہِ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ——— لہٰذا آپ کی رقم کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خود ضرورت کے مطابق بھیج دیتے ہیں یا بھجوا دیتے ہیں ——— میرا اکاؤنٹ تو مدینہ منورہ میں ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

چوں وہابی وہم بیزاری نمی داریم ما
چوں در راغنائے محبوب خدا بینیم باز"

(مکتوب محررہ ۱۴ اگست ۱۹۸۱ء)

(۱۰)

سرکار کے پیارے شہر مدینہ منورہ سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو بے پناہ محبت تھی ——— ذکرِ مدینہ پر مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ اُٹھتے ——— وہ فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے ——— آپ کی محفل میں حاضری سے شرفیاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں ——— محبتِ حقیقیہ ان کی اصل متاع تھی۔ مولانا الحاج غلام حسین صاحب نوری خطیب اعظم ساہیوال جب حج کے لیے گئے تو ان کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"کیا عرض کروں میں اس قابل ہی نہیں کہ اس بارگاہ بے کس پناہ میں میرا نام لیا جائے، مگر اس سے چارہ نہیں۔ آخر اور کون سی بارگاہ ہے

marfat.com

جس میں پناہ لی جا سکے۔ انہی کے دم قدم سے سب کچھ ہو سکتا ہے لہذا اس سگ گرہ گیں کے لیے بعد از سلام نیاز التیام، آداب التماس شفاعت خصوصیہ کی درخواست کئی مرتبہ پیش کریں۔ استقامت علی الایمان الکامل اور محبتِ خصوصیہ حقیقیہ مدعائے دلی ہے ــــــ اگر یہ حاصل تو سب حاصل"۔ (محررہ ۲۰ اپریل سنہ ۶۱ء)

محبت و عقیدت کی ان وارفتگیوں کی جھلک جا بجا ان کی تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے دل میں حاضری مدینہ سکینہ کی تڑپ تھی چنانچہ مولانا موصوف ہی کے نام ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"دل مدینہ عالیہ کے لیے بے قرار ہے ــــــ اور بیقراری بھی کیا اضطرار ہے ــــــ ایک بدکردار، گنہگار، نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولا و مالک کی بارگاہِ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟ ــــــ مجھے اُمید ہے کہ ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی"۔ (محررہ ۷ مارچ سنہ ۶۷ء)

اور پھر کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود بارگاہِ حبیب سے بلاوا آ گیا ــــــ سنہ ۱۹۶۲ء کو آپ نے دوسری حج کی درخواست دی، قرعہ اندازی میں نام نہ آیا ــــــ ذوالحجہ کا چاند نظر آ گیا۔ بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی مگر آپ یہی فرماتے تھے کہ میں حضور کے لطف و کرم سے نااُمید نہیں ہوں ــــــ چنانچہ سرکار کی طرف سے عجیب کرم ہوا کہ یکم ذی الحجہ کو آپ قیلولہ فرما رہے تھے، خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی زیارت ہوئی، موصوف نے فرمایا "میں حضور کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں"۔ (گویا فقیہ اعظم کے لینے کے لیے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا) بیدار ہوئے تو ڈاکیہ دفتر حج کی طرف سے اطلاعی چٹھی لیے کھڑا تھا جس میں تحریر تھا کہ آپ کا فلاں نمبر کا تار ملا ہے لہذا آپ ۸ مئی سنہ ۶۲ء (۳ ذوالحجہ

marfat.com

۸۱ھ کو کراچی پہنچیں ——— حالانکہ آپ نے کوئی تار نہیں دیا تھا۔ اس غیبی علم کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ چنانچہ آپ عازم حرمین شریفین ہوئے اور حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔

۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء کو پہلی بار آپ حج و زیارت کے لیے تشریف لے گئے پھر مسلسل یہ کرم ہوتا رہا ——— آپ نے کتنے حج کیے؟ یہ تعداد خود ان کو بھی یاد نہ تھی ایک بار راقم کے استفسار پر فرمایا،

"گنتی یاد نہیں رکھی، اصل مقصود حاضری ہے جو ان کی نگاہِ کرم سے ہو جاتی ہے۔"

ایک بار اس عظیم احسان کا تذکرہ یوں فرمایا،

"بچپن میں کہیں ایک نعت کہی تھی جس کا ایک شعر ہے:

بیں صدقے خزانے بھرے تیرے مولا
کدی کاسے بھر دے تو نورِ گدا دے!

میں نے اس دعائیہ شعر میں "کاسہ" کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ "کاسے" کہا تھا، چنانچہ ان کی بارگاہ سے کرم ہو ہی جاتا ہے کہ بار بار بلا لیتے ہیں۔"

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کو یہ سعادت بیس[۲۰] مرتبہ حاصل ہوئی۔

اس بار بھی حاضری کا پختہ ارادہ تھا ——— گزشتہ سال احقر کے نام مدینہ منورہ جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا تھا، اس میں اس خواہش کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"میرے لیے بھی آئندہ سال حاضری کی اجازت مانگتے آئیں یہ عرض کرکے کلیبکو یستجین فی الحضور۔" (محررہ یکم اکتوبر ۸۲ء)

چنانچہ علالت سے پہلے پروگرام طے ہو چکا تھا کہ رمضان المبارک کے بعد حاضری دی جائے ——— میو ہسپتال لاہور میں آپ کے ایک مرید چوہدری محمد اسحاق صاحب

marfat.com

نوری مدنی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ موصوف متعدد حاضریوں میں آپ کے رفیقِ سفر رہے ہیں، احقر بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ نقاہت کا یہ عالم کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی مگر یہ گفتگو صاف سنائی دی —— آپ نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر دریافت کیا:

"مدینہ منورہ کب حاضر ہو گے؟" عرض کیا: "رمضان شریف سے پہلے کا ارادہ ہے۔" فرمایا: "میرا بھی یہی پروگرام ہے۔" احقر نے عرض کیا، "حضور! آپ کا پروگرام تو عید کے بعد کا بنے گا۔" فرمایا: "اب مدینہ شریف پہلے حاضری ہو گی۔ رمضان شریف سے بھی پہلے —— بہت جلد حاضری ہو گی۔"

اور واقعی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مریدِ صادق کو "کاسہ ہائے وصال" پلائے جانے کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا اور سرکار کی طرف سے حقیقی وصل کی نوید پہلے ہی آ پہنچی —— ہاں رمضان المبارک سے بھی پہلے —— بہت پہلے ——

(۱۱)

حضرت قدس سرہ کو محبوبِ اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم سے محبت کرنے والوں اور آپ کی راہوں کے راہی —— اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت و عقیدت نے اپنا رنگ دکھایا، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں آپ عراق و شام کے راستے مدینہ پاک حاضر ہوئے اور بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، کوفہ، بصرہ، دمشق، حلب وغیرہ شہروں میں تشریف لے گئے، جہاں متعدد مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے درباروں پر حاضری دی۔ جن مزارات پر آپ حاضر ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

marfat.com

حضرات انبیائے کرام

حضرت زکریا، حضرت یونس، روضۂ مبارکہ سر اقدس حضرت یحیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

صحابہ کرام

سیدنا علی المرتضیٰ، امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

تابعین، تبع تابعین و اولیاء کرام

سیدنا غوث الاعظم جیلانی، امام اعظم ابوحنیفہ، عباس بن علی، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی، حضرت معروف کرخی، سیدنا جنید بغدادی اور سلطان صلاح الدین ایوبی ــــــ رحمہم اللہ تعالیٰ

علاوہ ازیں آپ دمشق کی جامع مسجد اموی میں بھی گئے اور بابل کے کھنڈرات اور عجائب گھر کا بھی مشاہدہ کیا۔[1]

(۱۲)

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے، اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی ــــــ ژرف نگاہ مفتی بھی تھے، نعت گو شاعر بھی اور شیخ کامل بھی ــــــ ان گوناگوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جوادِ مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا

---

[1] ان تمام زیارات کی تفصیل احقر کے نام آپ کے مکاتیب محررہ ۳، ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ میں درج۔

marfat.com

تھا۔ اگرچہ آپ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے، تاہم جب دین کی سربلندی کے لیے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی صفِ اوّل میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا۔

تحریکِ آزادئ کشمیر (۱۹۴۸ء) کے سلسلے میں غازئ کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ یہ تحریک چلی تو اس میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی۔ اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے ہیں۔ آپ جمعیت کی مجلسِ عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

۱۹۷۷ء میں خواص و عوام کے پُرزور اصرار پر اور نزاکتِ وقت کا احساس کرتے ہوئے جمعیت کے ٹکٹ پر قومی اتحاد کی طرف سے الیکشن میں حصّہ لیا ——— دھاندلی کے بعد تحریکِ نظام مصطفیٰ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری پیش کی ——— ساہیوال سنٹرل جیل میں وعظ و نصیحت کے علاوہ قیدی علما کو بخاری شریف کا درس باقاعدگی سے دیتے رہے۔

۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہلسنت پاکستان کا سینئر مرکزی نائب صدر مقرر کیا گیا۔ آخر تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔

(۱۳)

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ صاحب تصنیف عالمِ دین تھے ——— تدریسی و انتظامی مصروفیات کے ساتھ آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن تصانیف کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں:

marfat.com

۱- فتاوٰی نوریہ —— پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی[1] جلد ۱۹۷۳ء میں دوسری ۱۹۷۷ء میں لاہور سے طبع ہوئی، تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے باقی جلدیں غیر مطبوعہ ہیں۔

۲- انوار التقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلہ فکا دولہ، تصنیف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

۳- تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۰ء، مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور۔

۴- انار استمرار الکفار فی اضرار النار، ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء

۵- نور نعیمی[2]، ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۶- نور القوانین ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

۷- عقود العاجد لعمار المساجد ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

۸- رسالہ الرمز[3] ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء (عربی)

۹- مسئلہ سایہ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء، مطبوعہ لاہور

۱۰- افادۃ النشر اوکد الامر ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰ء

۱۱- نعمائے بخشش المعروف دیوانِ نور ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء، مطبوعہ مقبول احمد پریس لاہور

۱۲- حرمۃ المصاہرہ ترفع المناکحہ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء

۱۳- تکبر الصوت[4] ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء، مطبوعہ اردو پریس لاہور ۱۹۵۶ء

---

[1] فتاوٰی کا حصہ اول کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔

[2] یہ رسالہ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں "بہروپیوں کا اصل روپ" کے نام سے شائع ہوا۔

[3] یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔

[4] اس کتاب کا تاریخی نام تکبر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن بمع ضمیمہ خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمہ کے زیرِ اہتمام جمعیت اہلسنت قصور کی طرف سے شائع ہوا۔

marfat.com

۱۴- ضمیمہ تکبیر الصوت ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء، مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور

۱۵- حدیث الحبیب[1] ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، مطبوعہ الہلال پریس لاہور

۱۶- حرمتِ زاغ[2] ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء مطبوعہ حمایتِ اسلام پریس لاہور

۱۷- روزہ اور ٹیکہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

۱۸- ابداء البشریٰ[3] بقبول الصلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، مطبوعہ نشار آرٹ پریس لاہور ۱۹۶۹ء

۱۹- الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء

۲۰- فوائد ظہوریہ (حواشی شرح جامی) غیر مطبوعہ

۲۱- حواشی صحیح بخاری ، غیر مطبوعہ

۲۲- حواشی صحیح مسلم ، "

۲۳ خطبات نوریہ ، "

ان تصانیف کے علاوہ آپ کے مکتوبات، مواعظ حسنہ اور مقالات جمع کیے جارہے ہیں جنہیں بعد میں مکاتیب فقیہ اعظم، مواعظ فقیہ اعظم اور مقالات فقیہ اعظم کے نام سے شائع کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نشار آرٹ پریس لاہور سے ۱۹۷۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن جسارت پریس لاہور سے ۱۹۷۳ء میں طبع ہو کر انجمن حزب الرحمٰن کی طرف سے شائع ہوا۔

[2] اس رسالہ کا تاریخی نام ہے "الجواب لا یحل کیاب الغراب" یہ جمعیت عالیہ اسلامیہ (موتمر علماء پاکستان) کی طرف سے شائع کیا گیا۔ دوسری بار انجمن حزب الرحمٰن نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔

[3] یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ سوالات کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ جو خطیب دار السلام جامع مسجد مدرسہ ملغث گنج کی طرف سے شائع ہوا۔

marfat.com

(۱۴)

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یکم رجب ۱۴۰۳ھ / ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے میو ہسپتال لاہور میں وصال فرمایا —— اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ملتان کے حافظ غلام حسین صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا جو انہوں نے حضرت کے وصال سے ایک روز قبل دیکھا، اس سے حضرت کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حافظ صاحب موصوف نے بیان فرمایا:

"ایک وسیع سبزہ زار کے ایک حصے میں دریاں بچھی ہوئی ہیں، اچانک ایک طرف سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لا رہے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دریوں کے بجائے سبزے پر جلوہ فرما ہو گئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا: "محمد نور اللہ ھو خادمنا —— ھو خادمنا —— ھو خادمنا" یعنی محمد نور اللہ ہمارے خادم ہیں (تین مرتبہ) گویا آقا علیہ السلام سندِ قبولیت سے نواز رہے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت کے لیے ایک لمبی دعا فرمائی"۔

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے، آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمہ (حجرہ شاہ مقیم) کے سجادہ نشین سید اعجاز علی شاہ صاحب قادری زید مجدہٗ نے راقم کو اپنا خواب سنایا جس سے بعد از وصال آپ کی بارگاہِ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ یکم رجب ۱۴۰۳ھ کی صبح میں نے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمہ میں حاضر ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ کے لیے دعا کی اور ساتھ ہی صاحب مزار کی بارگاہ میں عرض کی کہ خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت مولانا کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان[1] ہے —— چنانچہ دوپہر کے

---

[1] حضرت سجادہ نشین صاحب نے اس احسان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چند سال ہوئے میرے جواں سال بھائی سید امتیاز علی شاہ صاحب وفات پا گئے تو حضرت صاحب قبلہ باوجود علالت کے تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔

marfat.com

وقت خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے مرحوم بھائی کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ایک دستار ہے، وہ اُنہوں نے مجھے دی اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دستار دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اسے مولانا کے سر پر رکھ دیں ___ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں، اُنہوں نے بتایا کہ اسی کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت کو وہاں موجود پایا اور حضور فداہ روحی کی بھیجی ہوئی دستار آپ کے سر پر باندھ دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ،

"حضرت کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا رہا ہے"

یہ اگرچہ خواب کی باتیں ہیں مگر راوی معتبر ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے نوازا ہے وہ یقیناً اس سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر قیامت اثر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ۔ ٹیلیویژن اور ریڈیو پاکستان نے دو مرتبہ یہ خبر نشر کی۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جانکاہ خبر شائع کی۔ ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بصیر پور پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۱۶/ اپریل کو غسل دینے کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دار العلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشتاقانِ دید، دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کے چہرۂ انور پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ مشرق لاہور (۱۸/ اپریل ۸۳ء) نے اپنی رپورٹ میں یوں تحریر کیا،

"مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا"

ے نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

نمازِ ظہر کے بعد آپ کی چارپائی اُٹھا کر دار العلوم کی مسجد کے پچھلی طرف دار الفرقان میں

marfat.com

رکھی گئی۔ غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ، نے نماز جنازہ پڑھائی۔
آپ کے جنازہ کا اجتماع تاریخی تھا، دار الفرقان، مسجد اور دار العلوم کے وسیع و عریض صحن کے علاوہ مسجد سے ملحقہ تمام پلاٹ، چھتیں، گلیاں، مخلوقِ خدا سے اٹی پڑی تھیں۔ روزنامہ جنگ (۱۸، اپریل ۱۹۸۲ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ سے بھی متجاوز تھا۔ ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا جمِ غفیر تھا۔ مولانا تابش قصوری صاحب رقم طراز ہیں،

"کم و بیش چالیس ہزار علماء و مشائخ عظام، اصفیاء و حفاظ کرام شریکِ جنازہ تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں"۔

(ترجمانِ اویس، مریدکے رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ)

نماز جنازہ سے قبل غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی نے اپنے پُر درد خطاب میں فرمایا:

"امام الفقہاء سیدی فقیہ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا، ہم سب یتیم ہو گئے ——— علم و تقویٰ دفن ہو رہے ہیں"۔

دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے مشرقی حصہ میں اس پیکرِ قدسی کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں آغوشِ رحمت میں لٹا دیا گیا۔
آپ کی قبر مبارک میں لگنے والی کچی اینٹوں پر متعدد قرآن پاک ختم کیے گئے تھے۔
آپ کا عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو ہوا کرے گا۔ انشاء اللہ۔

(۱۵)

حضرت علیہ الرحمۃ کے سانحۂ وصال پر اخبارات میں بیشمار تعزیتی بیانات شائع ہوئے۔ سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور بہت سے شعراء نے مناقب و قصائد اور قطعاتِ تاریخ تحریر کیے۔ جن کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔

marfat.com

ذیل میں چند مناقب درج کی جاتی ہیں:

پیرِ طریقت حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہٗ (برادرِ گرامی شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سیال شریف نے فارسی نظم تحریر فرمائی:

آں ابوالخیر زبدۂ اخیار ... بود اندر علوم کوہِ وقار
تاجدارِ ولایتِ عرفاں ... در دیارِ علوم دیں سردار
سینہ گنجینہ اش ز حبِّ نبی ... دلش از ذوق و شوقِ دیں سرشار
رحلتش غرۂ زماہِ رجب ... سال ہفتاد و دو زعمر شمار

فخر آں بود چونکہ "نور اللہ"

مرقدِ اوست "مظہرِ انوار"

۱۴۰۳ھ

سید رضی شیرازی رقمطراز ہیں:

آں فقیہِ بے مدیل و بے نظیر ... رفتہ است از گلشنِ عالم چو بو
تیرہ و تار است دنیائے علوم ... نیست در دنیا فقیہے ہم چو او
اے رضی سالِ وصالِ آں فقیہ ... "ہاں فقیہِ اعظم مارفت" گو

۱۹۸۳ء

ممتاز نعت گو شاعر راجا رشید محمود مدح سرا ہیں:

فقیہِ زماں، صاحبِ اوج و عظمت ... رہے عمر بھر سادگی کی علامت
جو پوچھوں میں تاریخ ترحیل ان کی ... تو ہاتف کہے "فاضلِ پاک طینت"

۱۴۰۳ھ

جناب قمر یزدانی صاحب نے مادۂ تاریخ پر مشتمل منقبت کے علاوہ نثر میں بھی تاریخ نکالی ہے، چند جملے یہ ہیں:

"شخصیتِ بے مثال" ۱۹۸۳ء، "عابدِ مغفور" ۱۴۰۳ھ، "عالمِ یکتا علامہ محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہٗ" ۱۹۸۳ء

فارسی اور اردو کے علاوہ حضرت علیہ الرحمۃ کے متعلق عربی میں بھی منقبتیں کہی گئیں۔ حضرت مولانا ابو الضیاء محمد باقر صاحب نوری مدظلہٗ کی عربی منقبت کے چند شعر ہیں:

marfat.com

هو شیخ الاسلام و تاج الشریعة — بل منبع التحقیق لله درہ
بل مفزع التدقیق واللہ سرہ — طاف الوریٰ و تفقد المثل عصرہ
فقیہ وجیہ مفسر و محدث — شفاء الامراض البواطن نظرہ
ذکی تقی عملہ وفق علمہ — وفی الحب حب محمد مضیٰ عمرہ

وقد الهمت تاریخ رحلته الضیاء

"فقیہ اعظم من زمن ممرہ"

۱۴۰۳ھ

(۱۶)

حضرت علیہ الرحمۃ کو تمام علماء و مشائخ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کی خدمات کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے تھے۔ اس سلسلے میں معاصر علماء کرام کے تاثرات "حیات فقیہ اعظم" اور ماہنامہ نور الحبیب (شمارہ رمضان و شوال ۱۴۰۳ھ) میں بعض شامل کر دیے گئے ہیں تاہم بعض اکابر کے تاثرات جو وہاں شائع نہیں ہوئے یہاں درج کیے جاتے ہیں:

مفتیٔ اعظم پاکستان ابو البرکات سید احمد صاحب قادری علیہ الرحمہ حضرت فقیہ اعظم کے اُستادِ گرامی تھے۔ حضرت کی علمیت و فقاہت کے پیشِ نظر آپ کو "فقیہ اعظم" کا لقب آپ ہی نے عنایت فرمایا تھا۔

سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحب علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء) حضرت علیہ الرحمۃ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا کرتے۔ موصوف نے اپنی تصنیف "الزبدة السراجیہ" بھی حضرت کو عنایت فرمائی ——— ایک بار انوار العلوم ملتان کے سالانہ اجلاس کے موقع پر دونوں پر بزرگ تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضرت سراج الفقہاء سے حضرت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جواباً فرمایا:

"یہ فقیہ اعظم ہیں ——— علم کے بحرِ ذخار ہیں" (روایت مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری)

marfat.com

عمدۃ العارفین حضرت میاں علی محمد صاحب بستی شریف علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) اور حضرت فقیہ اعظم کے درمیان نہایت گہرے قلبی روابط تھے ـــــ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ کی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا ابوالاسعد محمد اللہ دتہ صاحب فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ نے راقم کو بتایا کہ ایک بار میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا "تم حضرت مولانا محمد نوراللہ صاحب بصیرپوری کے شاگرد ہو؟" میں نے عرض کی: جی حضور! فرمانے لگے:

"یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ایسے درویش کامل اور باعمل عالم کے شاگرد ہو یہ بڑی سعادت ہے، خدا کا شکر ادا کیا کرو۔"

پھر فرمایا:

"حضرت مولانا بہت بڑے فقیہ بھی ہیں، عالم بھی ہیں اور کامل بھی۔ ہمارے علاقہ میں مولانا جیسا جید و خداترس عالم کوئی نہیں۔"

حضرت مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی صاحب نوری اور حضرت مولانا محمد عارف صاحب نوری خطیب اعظم قصور بیان کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ القرآن مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجلاس میں اپنے خطاب کے دوران میں متعدد مرتبہ فرمایا:

"آیۃ من آیات اللہ ـــ مولانا محمد نوراللہ"

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے حضرت کے فتاویٰ پر جو تقریظ تحریر فرمائی وہ اس جلد میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں احقر کے نام ایک خط میں ان خیالات کا اظہار فرمایا:

"حضرت علیہ الرحمۃ علم و فضل، اخلاق حسنہ، ورع و تقویٰ و دیگر فضائل و

marfat.com

مکارم میں بے مثال تھے: (محررہ ۱۹ اپریل ۸۳ء)

شیخ القرآن حضرت مولانا ابوالفضل والبیان علامہ غلام علی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت علیہ الرحمۃ کے چہلم کے موقع پر اپنے خطاب میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے بارے میں ان تاثرات کا اظہار فرمایا:

"اگر دیگراں علما اند او اعلم العلماء بود، اگر دیگراں فضلاء اند او افضل الفضلاء بود۔ لوگ فقیہِ اعظم کہتے ہیں، لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود ۔۔۔ اگر دیگراں اصفیاء اند او رئیس الاصفیاء بود و اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود ــــــ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ اُن کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو لابد للمفتی ان یکون مجتہداً۔ ہر مفتی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے۔ ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں"۔ (خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء)

مولانا ابوالسرور محمد منظور صاحب نوری خطیب قصور روایت کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب مدظلہ، سجادہ نشین آلو مہار نے ایک مرتبہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب دورِ حاضر کے امام ابوحنیفہ ہیں"۔

(مکتوب بنام راقم محررہ ۱۸ فروری ۸۳ء)

(۷)

پچھلے صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا یہ محض ایک اجمالی خاکہ ہے ــــــ

marfat.com

— واقعات کی طرف اشارے گئے ہیں — ظاہر ہے اس اجمال میں بہت پہلو تشنہ رہ گئے ہیں۔ فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی ہمہ پہلو شخصیت کے جائزے کے لیے ایک تفصیلی سوانح کی ضرورت ہے، خدا تعالیٰ نے ہمت دی تو اس موضوع پر کام کیا جائے گا اور حضرت قدس سرہٗ سے متعلق تمام گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی — انشاء اللہ تعالیٰ —

اللھم ارفع درجاتہ فی اعلیٰ علیین
بجاہ سید المرسلین، آمین

محمد محب اللہ نوری
۴، ذیقعد سنہ ۱۴۰۳ھ
۱۴ اگست سنہ ۱۹۸۳ء

marfat.com

حضرت فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

از ——— پروفیسر حافظ منظور حسین نوری، حافظ بصیر پوری

قرنہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اُویس اندر قرن

علم و عمل کے پیکرِ حسین، زہد و ورع کی صورتِ دلنشیں، تقویٰ و طہارت کی شکل جمیل، میدانِ عبادت کے مردِ جلیل، جن کے چہرے پہ عفت و عصمت کا نور، جن کی آنکھوں میں بادہ محبت کا سرور، جبینِ متین پر جلالت و عظمت کے آثار، فرقِ مبارک پر فقاہت و ثقاہت کی دستار، ہونٹوں پر تبسم کے پھول، زبان پہ ہر لمحہ نامِ خدا و رسول ——— یہ تھے ——— حضرتِ علام، مرجعِ انام، اُستاذ العلماء، زبدۃ الفضلاء، رئیس المفسرین، راس المحدثین، مقتدائے اہلِ سنت وجماعت، پیشوائے اہلِ شریعت و طریقت، فقیہ اعظم، مفتی اعظم مولانا الحاج العلاّمہ ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری قدس سرہ العزیز ؎

وہ صدرِ محفلِ عرفاں تھا جن کا نام نور اللہ
فقیہِ اہلِ سنت حضرت علام نور اللہ
تھے فخرِ دین و ملت شوکتِ اسلام نور اللہ
خدائے لم یزل کا بہتریں انعام نور اللہ

گلستانِ فقاہت میں نئے غنچے کھلاتے تھے
نگاہِ فیض کے جلوے انوکھے رنگ لاتے تھے

marfat.com

اُنہیں قبلۂ دل، کعبۂ جاں، شمعِ ہدیٰ کہیئے
حقیقت بیں، حقیقت داں، حقیقت آشنا کہیئے
اُنہیں غمخوارِ جاں لکھئے اُنہیں دل کی دوا کہیئے
وہ سب کچھ تھے میں حیراں اُنہیں کہیئے تو کیا کہیئے

سراپا نور تھے اور نور کے دریا بہاتے تھے
اگر خاکی بھی آجاتے تو وہ نوری بناتے تھے

آپ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ کو مضافات ساہیوال میں رونق افزائے بزمِ گیتی ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا الحاج ابوالنور محمد صدیق صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ سراپا جانِ مہر و وفا اور کانِ صدق و وفا تھے۔ آپ کا باعظمت خاندان سات پشتوں سے علم و فضل اور عشق و محبت کا امین چلا آرہا تھا اور آپ کے بزرگوں کو آپ کے ظہور کی بکثرت بشارتیں بذریعہ خواب یا بذریعہ مختلف اولیائے کرام مل چکی تھیں۔ چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت پر حمد و شکر کے سجدے بکثرت لٹائے گئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور جدِ امجد حضرت مولانا احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمائی۔ پھر مختلف دور دراز علاقوں میں اپنے دور کے جید علمائے کرام سے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کے اساتذۂ ذی وقار کی فہرست میں اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا الحاج فتح محمد صاحب محدّث بہاولنگر، امامِ اہلِ سنت محدّثِ اعظم حضرت مولانا الحاج سید محمد دیدار علی شاہ صاحب الوری اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی مایۂ فخر و مباہات ہستیوں کے اسمائے گرامی شامل ہیں ——— آپ نے سلسلۂ قادریہ میں صدر الافاضل حضرت مولانا الحاج الحافظ نعیم الدین صاحب مرادآبادی

marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ پیر و مرشد کی نگاہِ کرم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اور باطن کی منزلیں بہت جلد طے کروا کے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ علوم عقلیہ و نقلیہ کے بحرِ ذخّار اور اقلیم عشق کے تاجدار تھے۔ تحصیلاتِ علوم کے بعد پہلے مختلف مدارس میں تقریباً بارہ سال تک تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے بالآخر ۱۹۴۵ء/۱۳۶۴ھ میں پاکستان کے اُس عظیم الشان منفرد دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے نام سے ملک بھر میں بلکہ حرمین شریفین تک جانا پہچانا جاتا ہے اور جس کے خوشہ چینوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ یہ دارالعلوم تقریباً ساٹھ پختہ کمروں، متعدد برآمدوں، درسگاہوں، ایک پُرشکوہ دارالحدیث ایک عظیم الشان وسیع جامع مسجد اور دارالفرقان کے علاوہ کئی خوبصورت پلاٹوں پر مشتمل ہے جہاں سات سو کے لگ بھگ مقامی اور بیرونی طلبہ رات دن قرآن و سنت کی روشن تعلیمات سے اپنے دل و دماغ کو منور کر رہے ہیں۔ یہ عظیم اسلامی درس گاہ لطفِ خدا و مصطفٰی کا زندہ اعجاز اور ایک مردِ کامل کی منہ بولتی کرامت ہے۔

یہاں شریعت سکھائی جاتی ہے یا حقیقت دکھائی جاتی
یہاں ہیں نوری بنائے جاتے یہاں ہے ظلمت مٹائی جاتی
یہاں پہ بادۂ حُبِ احمد ہے میکشوں کو پلائی جاتی
کہ جس کے پینے سے پیدا ہوتا ہے دل میں جذبِ قلندرانہ

اس دارالعلوم کے طلبہ علم و عمل کا حسین و جمیل مرقع ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اُن میں اطاعت و اتباعِ رسول کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا جاتا ہے جس پر عشقِ رسول سے صیقل کر دیا جاتا ہے۔ پھر لوگ اُنہیں "نورنی" کہنے لگتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا مقصدِ وحید لوگوں کے دلوں میں محبتِ رسول اور اطاعت مصطفٰی کی جوت جگانا قرار پاتا ہے۔ چنانچہ یہاں کے مستند علماء نہ صرف اطراف و اکنافِ ملک

ہیں بلکہ دیارِ قدس تک اس فرض کو بطریق احسن نبھا رہے ہیں

فرمانِ نبوی کے مطابق حُبِ رسول شرطِ ایمان ہے۔ اس کی عملی تفسیر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی ذات ستودہ صفات تھی۔ اُنہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی سے پیارا نہ تھا۔ جس سے محبت فرماتے صرف اور صرف اُن کے توسط سے ——— ایک دن مجھے فرمانے لگے "مجھے ابو الفضل[1] سب سے پیارا تھا کیونکہ وہ حضور کے دینِ متین کا سب سے اچھا خادم تھا" یہ وہ سوچ ہے جس کا حامل آج چراغ لے کر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ اپنے ایسے ہی جذبات کو اُنہوں نے بارہا نعتیہ اشعار میں بھی ڈھالا ہے۔ حیث قال ؎

فداک اخوتی، اُمّی، ابی، ابنائی، احبابی،
ودادی، وُدّی، مرغوبی اغثنی یارسول اللہ

آپ فنا فی الرسول کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز تھے اور آپ کی ایک ایک ادا سُنّت مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اُنیس مرتبہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ گویا اُن کا عقیدہ تھا ؎

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

مدینہ منورہ کے ذکر پر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے اُبلنے لگتے۔ عجب نہیں کہ اسی عالمِ سوز و گداز میں بار بار شرفِ زیارت سے بھی بہرہ ور ہو جاتے ہوں۔

---

[1] حضرت علامہ الحاج مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو عین عالم شباب میں رحلت فرما گئے۔

marfat.com

درس و تدریس سے اُن کا والہانہ لگاؤ عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ یہی وظیفۂ حیات اُنہیں اپنے مرشدِ کامل سے عطا ہوا اور اسی کو اُنہوں نے حرزِ جاں بنا رکھا تھا۔ اکثر یہ تمنا کرتے، کاش میری جان محبوب پیارے کی مقدس احادیث کا درس دیتے ہوئے نکلے۔ اللہ کے کرم سے ایسا ہی ہوا، جب تک زبان چلتی رہی، قال اللہ و قال الرسول کی صدائے دلنواز آتی رہی۔ گویا جس شے کی سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے تمنا کی تھی، وہ اُن کے حصے میں آئی ؎

زباں تا بود در دہاں جائے گیر
ثنائے محمد بود دلپذیر

اُن کی تدریسی خدمات کا سلسلہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے در و دیوار سے لے کر مدینۃ النبی کی مسجد پُر انوار تک پھیلا ہوا تھا۔ اِس فقیر کو بھی ہر دو جگہ آنجناب سے بخاری شریف کا درس لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اگرچہ آپ نے سیاست کو بطورِ پیشہ کبھی اختیار نہ کیا مگر ملتِ اسلامیہ یا وطنِ عزیز پر جب بھی کوئی سیاسی آفت نازل ہوئی آپ اس کے خلاف سینہ سپر ہوئے۔ تحریکِ پاکستان میں آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا۔ جہادِ کشمیر میں حضرت علامہ ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔ سنہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا حتیٰ کہ آپ کو اپنے ضعیف العمر والدِ ماجد اور بعض دیگر احباب و اعزہ سمیت جیل میں ڈال دیا گیا اور ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر آپ کے پائے ثبات و استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔ سنہ ۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ اس تحریک کا آغاز ہوا تو آپ حسبِ سابق اس کے ہراول دستہ میں تھے یہاں تک کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ تحریک کامیابی سے

marfat.com

ہوئی اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

۱۹۷۷ء میں جب حکومتِ وقت نے ملک میں جبر و تشدد کا بازار گرم کر رکھا تھا اور سوشلزم کے لیے راستہ ہموار کیا جا رہا تھا تو آپ نے پاکستان قومی اتحاد کے پُرزور اصرار پر انتخابات میں پہلی بار باقاعدہ حصہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ حکومت کے مخالف اُمیدوار کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرنا جان جوکھوں میں ڈالنا تھا اور اس تصور سے ہی بڑے بڑے پیشہ ور جغادری سیاستدانوں کا زہرہ آب ہوتا تھا مگر اس مردِ حق نے قلندرانہ نعرہ بلند کیا اور اس شان سے کہ ع

ارکانِ عرش را بہ تلاطم در آورند

کا مفہوم آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ انتخابات میں دھونس اور دھاندلی کے نتیجہ میں قوم بپھر گئی اور ناراضگی کا طوفان، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کی شکل میں ڈھل گیا۔ اس تحریک میں بھی آپ نے اپنے علاقہ کی بھرپور رہنمائی کی۔ نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ کے لیے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور اس راہ میں قید و بند کی صعوبتوں کو بھی ثبات و استقلال سے برداشت کیا تا آنکہ آمریت اور جبر و استبداد کا بُت پاش پاش ہو گیا۔

اگرچہ آپ جامع معقولات و منقولات تھے مگر قرآن و حدیث سے مسائل کے استخراج و استنباط پر خاص دسترس حاصل تھی۔ فقہ حنفی کی حدود میں رہتے ہوئے آپ اجتہاد کے مقام پر فائز تھے۔ اُن کی فقاہت و ثقاہت کو یار و اغیار سب نے تسلیم کیا بلکہ خراجِ تحسین پیش کیا حتیٰ کہ اُن کے اساتذہ بھی اُن پر فخر فرمایا کرتے تھے۔

دورِ جدید کے کتنے ہی پیچیدہ مسائل کا اُنہوں نے کافی و شافی حل پیش کیا اور کتنے ہی مقامات پر فقہائے کرام کا تعاقب بھی فرمایا مگر اس پیارے انداز سے کہ مسائل کی صحیح صورت بھی سامنے آگئی۔ اور اُن علمائے سلف کا وقار

marfat.com

بھی نظروں میں بڑھ گیا۔ اس نازک مقام سے وہ یوں گزر گئے ہیں کہ بایدوشاید ......واقعی ع

ہر ہوسناکی نداند جام وسنداں باختن

فتاویٰ نوریہ جس کا تیسرا جلد اس وقت آپ کے سامنے ہے، اُن کی فقیہانہ عظمت کا منفرد شاہکار ہے —— حضرت الحاج علامہ مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری زید مجدہم مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لپور شریف نے کہ بحُسنِ ظاہری و باطنی آراستہ و بجمالِ صوری و معنوی پیراستہ ہیں اور بمصداق الولد سرٌ لابیہ علم و عمل اور تقویٰ و طہارت میں اپنے جلیل القدر باپ کے صحیح وارث اور جانشین ہیں، اِس جلد کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کر کے عوام اہل سنّت خاصۃً و وابستگانِ آستانۂ عالیہ نوریہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ جس ریاضت اور جگر کاوی سے آپ نے اس کی ترتیب و تبویب کی ہے وہ قابلِ داد و مبارکباد ہے۔

۵ میدانِ سعادت میں ہر گام مبارک
ہر صبح مبارک انہیں ہر شام مبارک

اِس میں سینکڑوں قدیم و جدید مسائل کا حل فقہ حنفی کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ یہ فقہ کی بیسیوں چیدہ چیدہ کتب کا عطر اور خلاصہ ہے جس سے اہلِ اسلام کا ہر فرد، چاہے وہ فقہاء، علماء، خطباء اور وکلا کے طبقہ سے تعلق رکھتا ہو یا عامۃ المسلمین کے زمرہ سے ہو، بطریقِ احسن استفادہ کر سکتا ہے۔ میری نظر میں یہ فتاویٰ اپنی عظمت و ضخامت اور اہمیت و جامعیت کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے فتاویٰ رضویہ کے بعد اہل سنت و جماعت کا سب سے بڑا علمی اور فقہی سرمایہ ہے۔ اس میں شامل بعض فتاویٰ اگرچہ نہائیت

marfat.com

مجمل ہیں اور بعض بغائت مفصّل، مگر ان کا اجمال بھی بے مثال ہے اور ان کی تفصیل بھی بے مثیل —— ہر فتوٰی نہایت محققانہ ہے جو آپ جیسے بحر العلوم کے ہی شایانِ شان ہے۔ حقیقت تو یہ ہے

ز پائے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

اللہ تعالیٰ جملہ اہلِ اسلام کو اس چشمۂ علم سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

فتاویٰ نوریہ

marfat.com

طلاق

marfat.com

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ

اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ؕ ---------- فَاِنْ

طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ (البقرہ)

marfat.com

تعارف

طلاق کا مادہ "طلق" ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے کھل جانا، رہا ہو جانا ـــــ اسی لیے چلنے کو انطلاق، تیز زبانی کو طلاقتِ لسان کہتے ہیں اور بے قید چیز کو "مطلق"۔ چونکہ طلاق کے ذریعے عورت مرد کی قیدِ نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اس لیے شریعت میں اسے طلاق کہا جاتا ہے۔ علامہ راغب اصفہانی المفردات فی غرائب القرآن میں فرماتے ہیں "فھی طالق ای مخلات عن حبالة النکاح" یعنی عورت نکاح کے بندھن سے رہا ہو گئی۔

اسلام کے قوانین مبنی بر مصلحت اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کا دستور یہ تھا کہ مرد جب چاہے اور جتنی بار چاہے طلاق دے اور پھر اپنی مرضی کے مطابق رجوع کر لے۔ اس کے برعکس ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے قوانین ہیں کہ ایک بار نکاح کی زنجیر میں جکڑ دیے جانے کے بعد حالات کیسے ہی ناگفتہ بہ کیوں نہ ہو جائیں خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔ مگر اسلام کا قانونِ طلاق اپنے اندر میانہ روی لیے ہوئے ہے، افراط و تفریط سے پاک ہے۔

شریعت میں طلاق کا حق مرد کو تفویض کیا گیا ہے کیونکہ مرد فطری طور پر مدبر، دور اندیش اور جذبات سے مغلوب ہو جانے کے بجائے عورت کی بہ نسبت عقل و ہوش سے زیادہ کام لینے والا ہوتا ہے۔ نیز ازدواجی زندگی کا تمام بوجھ اسی کے کاندھوں پر رکھا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں مرد کے بارے میں "الذی بیدہ عقدۃ النکاح" فرما کر اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے۔

marfat.com

بنیادی طور پر طلاق کی تین قسمیں ہیں ۱۔ طلاق رجعی ۲۔ طلاق بائن ۳۔ طلاق مغلظہ۔ ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

طلاق کے وقوع کی متعدد متنوع صورتیں ہیں، جنہیں فقہاء کرام نے متعدد ابواب میں الگ الگ بیان کیا ہے۔ اسی فقہی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل ابواب "کتاب الطلاق" میں شامل کیے جا رہے ہیں:

باب طلاق الصبی (بچے کی طلاق)

باب طلاق المکرہ (شخصِ مجبور کی طلاق)

باب کتابۃ الطلاق (تحریری طلاق)

باب الطلاق فی الغضب (غصے کی حالت میں طلاق)

باب طلاق المجنون والمغمیٰ علیہ (پاگل و مدہوش کی طلاق)

باب الفاظ الطلاق (الفاظِ طلاق کی تفصیل)

باب الطلاق بالشرط (کسی شرط سے معلق و مشروط طلاق)

باب الحلالہ (تین طلاقوں کے بعد حلت کی صورت)

باب تفریق القاضی

باب طلاق الحوامل (حاملہ عورتوں کی طلاق)

باب العدۃ

مجموعی طور پر کتاب الطلاق میں ایک سو چوبیس (۱۲۴) استفتاءات درج ہیں جو سینکڑوں جزئیات پر محتوی ہیں۔

(مرتب)

باب طلاق الصبیّ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ بالغ ہونے لڑکے کے کیا اسباب ہیں اور غیر بالغ کی طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱- لڑکے کا بالغ ہونا اس سے ہے کہ اسے احتلام آئے یا انزال ہوجائے یا اس سے حمل ہوجائے اور ان میں سے کچھ بھی نہ ہو تو جب اس کی عمر پورے پندرہ سال ہوجائے، بالغ ہوجائے گا، درالمختار میں ہے (بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل ھو الانزال الیٰ ان قال فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا۔

۲- غیر بالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی الحنفی القادری نورہ ربہ القوی ۱۵ شوال المکرم ۶۱ھ

الاستفتاء

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمیٰ اللہ بخش سے جو کہ

marfat.com

عمر اس کی چودہ برس کی ہے اور کوئی نشان بلوغت کا اس میں نہیں پایا جاتا، دیکھنے میں بھی نابالغ ہے، کسی جھگڑا وغیرہ کی نسبت اس سے طلاق حاصل کی جاتی ہے اور ذمہ دار اس کا تحریر میں والد اس کا مسمّٰی اکبر علی ہوتا ہے کہ جب یہ لڑکا بالغ ہو گا تو طلاق دلوائی جائے گی اور رجسٹر طلاق نامہ پر ذمہ دار ہونے کا انگوٹھا بھی ثبت کرتا ہے، اب لڑکی مذکورہ مطلقہ نابالغ کے وارث بلا طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ شادی کرنا چاہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: (فقیر) عبدالرحمٰن از حویلی بقلم خود، مورخہ ۴ رمضان شریف ۱۳۶۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جبکہ طلاق دہندہ بوقتِ طلاق نابالغ تھا تو وہ طلاق ہرگز ہرگز واقع نہیں ہوئی، مبسوط امام شمس الدین سرخسی علیہ الرحمہ ج ۶ ص ۵۳، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۵۵، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۸ والنظم من المبسوط ولا یکون طلاق الصبی طلاقا اور جب طلاق واقع نہ ہوئی تو دوسری جگہ طلاقِ صحیح کے بغیر نکاح کر دینا حرام اور محض حرام ہے، قرآنِ کریم کا صریح ارشاد ہے والمحصنات من النساء اہلِ اسلام پر از حد لازمی کہ ایسے شنیع افعال و حرکات سے پرہیز کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نوّرہ ربہ و نصرہ علی کل غبی وغوی، ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

ایک سال کی ایک لڑکی کا نکاح ۴ سالہ لڑکے کے ساتھ کیا گیا، اب لڑکی کی عمر ۵ سال ہے اور لڑکے کی عمر آٹھ سال ہے:

۱۔ اس عمر میں اگر لڑکا طلاق دیدے تو کیا طلاق وارد ہو جائے گی؟

marfat.com

۲۔ اگر طلاق وارد نہیں ہوسکتی تو نکاح کیسے وارد ہوسکتا ہے؟

جواب کتاب و سنت کی روشنی میں مطلوب ہے۔

السائل: سید حسین شاہ از بصیر پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ا۔ طلاق وارد نہیں ہوگی کہ حدیث شریف میں وارد ہے رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق (رواہ ابن ماجۃ ص ۱۴۸) عن سیدتنا عائشۃ، والبیھقی ج ۷ ص ۳۵۹ عن سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما یعنی تین شخص مرفوع القلم ہیں، سوتا ہوا جاگنے تک اور چھوٹا بڑے ہونے تک اور دیوانہ عقلمند ہونے تک۔

ب۔ قرآنِ کریم کا ارشادِ مبین ہے والّٰئی لم یحضن (پ ۲۸ ع ۱۷) اور عدت فرع نکاح اور وجودِ فرع بدونِ اصل غیر متصوّر، تو ثابت ہوا کہ صغیرہ کا نکاح ہوسکتا ہے اور ایسے ہی سیدتنا ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا نکاح صغر سنی میں تواتر سے ثابت ہے، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ولی صغیر و صغیرہ کا نکاح کرسکتا ہے اور اس پر ائمہ اربعہ وغیرہم فقہاء علیہم الرحمہ کا اتفاق و اطباق ہے اور طلاق کا اہل خود صغیر تو ہے نہیں جیسے نکاح میں اور ولی کو بھی حق نہیں کہ قرآنِ کریم کا فرمانِ متین ہے الذی بیدہ عقدۃ النکاح یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے تو ولی کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ حدیث شریف میں ہے لاطلاق لمن لم یملک رواہ البیھقی ج ۷ ص ۳۱۹ واللفظ لہ والحاکم فی مستدرکہ ج ۲ ص ۲۰۴ وابن ماجۃ ص ۱۴۸ وابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۸ والترمذی ج ۱ ص ۱۴۱ فی سننھم یعنی طلاق وہ نہیں دے سکتا جو مالک نہ ہو، نیز حدیث شریف میں وارد کہ انما الطلاق لمن اخذ بالساق رواہ ابن ماجۃ ص ۱۵۲ واللفظ لہ والبیھقی ج ۷ ص ۳۶۰

marfat.com

یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو مجامعت کا حقدار ہے یعنی شوہر حضرت سیدنا مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا یجوز علی الغلام طلاق حتی یحتلم، نصب الرایہ ج۳ ص ۲۲۲ یعنی لڑکے کی بیوی پر طلاق نہیں جب تک بالغ نہ ہو اور یہیں سے ثابت کہ نکاح ہو جاتا ہے اور اس میں حکمت یہ کہ نکاح نفع ہے اور طلاق ضرر، لہذا رحمت کاملہ کا تقاضا ہے کہ ولی نفع کا ولی ہے اور ضرر کا نہیں اور خود بچہ بھی اہل نہیں کہ نفع و ضرر نہیں پہچان سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۴ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۲ یا ۱۳ سال کا لڑکا نابالغ طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

السائل: محمد سلیمان بقلم خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً نابالغ طلاق نہیں دے سکتا، خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے ان الصبی والمجنون اذا طلق امرأتہ لا یقع الطلاق، فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل، در المختار میں ہے ولو کان مراھقا و قررہ الشیخ السید ابن عابدین فی شرحہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

حررہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب زبیر احمد بیدہ

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں، ایک لڑکا جس کی عمر ۱۳/۱۲ سال کی ہے اور اس کی بیوی کی عمر ۱۱/۱۰ سال کی ہے۔ ان کا آپس میں نکاح تھا، اب تین مہینے گذر چکے ہیں۔ ان کے وارثوں نے یعنی ماں باپ نے طلاق دلوادی تھی، اب وہ دونوں فریق رضامند ہو کر اسی لڑکے کا اسی زوجہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں؛ تو بنا دیرنکاح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا کفارہ دینا پڑتا ہے؟

السائل: مولوی نور احمد بقلم خود، چک ۵ سلوے والا

اندراج سوال یہ بھی کریں کہ وہ لڑکا لڑکی بالغ ہیں یا نہیں؟ آپس میں میل جول فنّ شوئی یعنی قربت کر چکے ہیں یا نہیں؟ طلاق ایک یا دو یا تین ہیں؟

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ ۱۹ ار شوال المکرم ۸ ھ

کاتب بیچارہ غالباً اپنی بے بضاعتی کے سبب تکمیلِ سوال نہ کرسکا اور سائلوں کو دوبارہ بھیج دیا کہ زبانی بیان کریں، لڑکے کے باپ قائم نے قسمیہ بیان دیا کہ لڑکے کی عمر تیرہ سال سے زائد نہیں اور نہ ہی اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت اور خلوت کی اور نہ ہی بالغ ہے اور مسمیٰ سوجا پراپئیں نے بھی تصدیق پُرزور کی اور لڑکا بھی اپنے عدمِ بلوغ کا بیان دیتا ہے اور آثار سے بھی نابالغ ہی معلوم ہوتا ہے۔ (ابوالخیر نعیمی غفرلہٗ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر بیانِ سائل صحیح اور واقعی ہے تو طلاق واقع ہی نہیں ہوئی کہ صبی اہلِ طلاق نہیں اگرچہ مراہق ہو کما فی عامۃ اسفار المذھب اور جب طلاق ہی نہیں تو نکاح جدید کی کیا ضرورت کہ پہلا نکاح بدستور باقی وثابت ہے۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم والعہدۃ علی السائل)

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ البصیر فوری، ۲۰ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ نابالغ کی طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

السائل: مولوی غلام حسین صاحب چک ۱۸ ون آر تحصیل اوکاڑہ، ۲۳ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نابالغ کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی، مبسوط ج ۶ ص ۵۲، قدوری ص ۱۴۴، ہدایہ ج ۲ ص ۳۳۸، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۳، کفایہ ج ۳ ص ۳۴۳، عنایہ ج ۳ ص ۳۴۳، بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۹، کنز الدقائق ص ۱۱۱، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹، فتاویٰ امام غزی ص ۴۵، وقایہ مع شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۷، در المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۵، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۸ میں ہے والنظم من الھندیۃ ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل[۱]۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۸، ابن ماجہ ص ۱۴۸، ترمذی ج ۱ ص ۱۷۰، بیہقی ج ۷ ص ۳۵۹ مرفوعاً مسنداً بخاری ج ۲ ص ۷۹۴ تعلیقاً بصیغۃ الجزم بترتیب متغایر وکلمات متقاربہ راوی کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یبلغ الحدیث

---

[۱] ھذا القید مصرح بہ فی الفتح والدرر والغزیۃ ایضاً ۱۲ النور غفرلہ

marfat.com

یعنی بچے سے بالغ ہونے تک قلم اٹھائی گئی ہے، تو اس حدیث شریف سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہو سکتی کما استدل بہ الائمۃ الکرام علیٰ عدم وقوع طلاق الصبی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ابوالخیر نعیمی غفرلہ ۲۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک عورت مطلقہ غیر مدخولہ کو خاوند نابالغ طلاق دیتا ہے اور وارث نابالغ کے عندالطلاق موجود اور رضامند ہیں، ایسی غیر مدخولہ مطلقہ کی عدت ہے یا نہیں؟ بعد طلاق فوراً نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

عندالفقیر مطلقہ غیر مدخولہ کا نکاح بعد طلاق فوراً ہو سکتا ہے، اس کی کوئی عدت نہیں، یہ مسئلہ کتبِ فقہیہ میں بیانِ عدت میں ہر جگہ موجود ہے۔

السائل: چراغ علی شاہ از ڈھپی کلاں، ۱۰ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصّواب

کتبِ مذہب مہذب حنفیہ میں متوناً وشروحاً وفتاویٰ مصرح ومشرح ہے کہ زوج صبی کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ عاقل ومراہق ہو، تنویر الابصار، درالمختار تحریراً ردالمحتار میں تقریراً ہے (والصبی) ولو مراھقا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل وکذا فی غیرھا من الاسفار اور جب طلاق ہی نہیں تو نکاح پر نکاح کیسے جائز ہو سکے، خود عندیۂ ذیلِ سوال تصریح کر رہا ہے کہ مطلقہ غیر مدخولہ

marfat.com

کے لئے عدت نہیں اگرچہ یہ طلاق غیر مدخولہ صحیح نہیں کہ تقیید غیر مخلیہ ضروری ہے کما فی عامۃ اسفار المذھب المھذب مگر بعد تقیید بھی یہ حکم مطلقہ کا ہے، پس امس وشمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ اس صورت میں نکاح جائز نہیں مگر زوج بعد البلوغ طلاق دے یا فوت ہوجائے اور عدت بھی پوری ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ ونورہ الانور وآلہ الاغر وصحبہ الدرر الغرہ وبارک وسلم۔

ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ ایک لڑکے نے جس کی عمر پندرہ سال اور دو ماہ ہو چکی تھی بغیر جبر واکراہ کے اپنی عورت کو تین طلاقیں زبانی دے کر تحریر پر انگوٹھا لگا دیا، طلاق نویس نے مزید احتیاط کے لئے یہ سمجھ کر کہ ۱۸ سال سے کم نابالغ ہوتا ہے، اس کے والد کا انگوٹھا بھی لگوالیا اور لکھ دیا کہ چونکہ لڑکا نابالغ ہے اس لئے اس کے باپ کا انگوٹھا بھی لگوالیا ہے تاکہ سند رہے، کیا وہ طلاق شرعاً ہو چکی یا نہیں؟ بینوا اماجورین من رب العلمین۔

السائل: اللہ بخش ولد جمال دین سکنہ جمال کوٹ ٹھکر کا

گواہ شد محمد صادق شاہ از حکومت گواہ شد جمال دین ولد ماچھی حصہ دار اوتار بعد ال

(دستخط) نشان انگوٹھہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ صحیح ہے کہ لڑکے کی عمر پورے پندرہ سال گذر چکی، پھر اس نے طلاق دی تو وہ طلاق ہو چکی کہ مفتی بہ یہی ہے کہ پندرہ سال کا لڑکا عمر سے شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ

marfat.com

انزال واحبال نہ ہوا ہو اور طلاق نویس کی غلط فہمی سے لفظِ نابالغ کا لکھا جانا معتبر نہیں جبکہ اس کی عمر پندرہ سال ہو چکی ہو بوقتِ طلاق، فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۶۰۲، درالمختار، ردالمحتار ج ۵ ص ۱۳۲ والنظم من الدر وتنویرہ، فان لم یوجد فیہما شیئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ لڑکی کے لئے شرعاً وہ کتنی عمر ہے کہ جب اس کو پہنچ جائے تو بلوغ کا حکم لگایا جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

لڑکا اور لڑکی جب پورے پندرہ سال کے ہو جائیں تو فتویٰ اس پہ ہے کہ وہ بالغ ہو گئے، فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۶۰۲، درالمختار علی الشامی ج ۵ ص ۱۳۲ میں ہے والنظم من الدر فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی الخ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۵۳/۱۰/۱۱

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ کتنی عمر کا لڑکا طلاق دے سکتا ہے یا عند الشرع کتنی سمجھ کا ہو کہ جس کی طلاق ہو جاتی ہے؟ عند الشرع تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

السائل: ولی محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

حضرتِ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور ائمہ دینِ متین کے مذہب میں لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ عقلمند ہو، ہاں ہر عاقل بالغ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی میں ہے یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) بلوغ، احتلام یا انزالِ منی سے ثابت ہو جاتا ہے اور اگر پورے پندرہ سال کا ہو جائے تو پھر بھی لڑکا لڑکی بالغ ہو جاتے ہیں مفتی بہ قول پر، اگرچہ احتلام وانزال کچھ بھی نہ ہو کما فی الدر المختار والشامی وغیرہ۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں مسمی محمد رمضان

marfat.com

ولد عارف قوم قریشی امام مسجد چک ۶۷/ ایل کھیم کورٹ ضلع منٹگمری نے اپنی لڑکی مسماۃ مریم بی بی عمر تقریباً ۶، ۷ سال نابالغہ کا نکاح عام مجلس روبرو گواہاں کے مسمی عبدالرشید ولد محمد حنیف قوم بھٹی عمر تقریباً ۹ سال نابالغ کے ساتھ کر دیا، رجسٹر میں بھی درج ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔ ڈیڑھ سال کے بعد لڑکی اور لڑکے کے والدین میں کسی وجہ سے ناراضگی پڑ گئی تو مریم بی بی کے باپ نے مریم بی بی کا طلاق نامہ عبدالرشید کے باپ سے چاہا تو باپ نے عبدالرشید نابالغ سے طلاق نامہ دلوا دیا، آیا کہ شریعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نابالغ عبدالرشید کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہو گئی یا کہ نکاح باقی رہا؟ آیات قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ حنفیہ سے ثبوت مدلل جواب فرما دیں فقط

بمعرفت مولانا محمد حسن محب حضور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

تقریباً ساڑھے دس سالہ نابالغ عبدالرشید شرعاً اہل ایقاع طلاق نہیں، آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں ہی ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے لہٰذا اس کی دی ہوئی طلاق شرعاً طلاق نہیں کما فی عامۃ المعتبرات متونا وشروحا وفتاوی۔ ہاں اگر واقعی مسمی محمد رمضان نسبِ عالی قریش سے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قریش بھتیجیوں کو اپنی رضا و رغبت سے رشتے دیدیا کرتے ہیں اور عار محسوس نہیں کرتے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور مسمی محمد رمضان کا یہ رشتہ دینا پہلے سے لوگوں کو معلوم تھا اور برادری وغیرہ میں اس کا ایسا برا انتخاب مشہور تھا تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں کر باپ کی ولایت پیار پر مبنی ہے خصوصاً جبکہ ایسی صورتوں میں روپیہ وغیرہ کا لالچ وغیرہ بھی ہوتا ہی ہے، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۴۵ میں ہے والاضرار لایدخل تحت ولایۃ الولی۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۴، کفایہ ج ۳ ص ۱۹۵۔ بحرالرائق ج ۳ ص ۱۳۵، فتاوی غزی ص ۲۵، فتاوی عالمگیر ج ۲ ص ۱۵،

تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۱۴، منحۃ الخالق علی البحر الرائق عن النہر الفائق وشرح المجمع لابن مالک ج ۳ ص ۱۳۵، در المنتقی فی شرح الملتقی ج ۱ ص ۳۳۵، شلبیہ علی التبیین ج ۲ ص ۱۳۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم لابن مالک لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفہہ او لطمعہ لایجوز عقدہ اتفاقا نیز شامی میں ہے والحاصل ان المانع ہو کون الاب مشہورا بسوء الاختیار قبل العقد اور جب نکاح نہ ہوا ہو تو طلاق کی ضرورت ہی نہیں، ہاں اگر اس کا یہ بُرا انتخاب اور لالچ یا اس سے قبل کسی اور لڑکی کے حق میں ایسی حرکتیں اس عقد سے پہلے مشہور نہ ہوں تو نکاح ہو گیا (بشرطیکہ نشہ میں نہ ہو اور عاقل ہو) مگر یہ طلاقِ نابالغ واقع نہیں ہوئی لہذا اس صورت میں نکاح حسبِ سابق باقی رہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وسلم۔

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۸ ربیع الثانی ۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ لڑکا عمر تیرہ[۱۳] سال یا چودہ[۱۴] سال ہے جس کا نکاح بطور شریعت عرصہ تقریباً پانچ سال کا ہوا، نکاح کیا گیا تھا، اب لڑکی کی عمر ۱۸ سال کی ہے با قائمی ہوش و حواس لڑکا بمع اپنی مائی باپ کی مرضی کے لڑکی کو طلاق دینا چاہتا ہے، لڑکی اور لڑکے کے والدین بھی اس طلاق پر رضامند نہیں، مگر نکاح لڑکے اور لڑکی کا ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی، لڑکا لڑکی سے اتنی نفرت کرتا ہے کہ ایک دفعہ لڑکی ملنے کے لئے لڑکے کے والدین کے پاس آئی تو لڑکا روٹی کھا رہا تھا فوراً روٹی چھوڑ کر چلا گیا اور کہنے لگا کہ یہ میرے اوپر حرام ہے، میں نہیں لینا چاہتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لڑکے کے عمر کم ہے یعنی سن بلوغت کو نہیں پہنچا، ہر دو فریق خود اور ان کے والدین کا بھی یہی ارادہ ہے کہ طلاق ہو جائے۔

آپ مہربانی فرما کر بوالیسی ڈاک جواب دیدیں کہ اتنی عمر میں طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

marfat.com

لڑکی بھی طلاق لینے پر رضا مند ہے، جواب دے کر مشکور فرماویں جناب کی عین نوازش ہوگی
السائل، حکیم محمد شعبان چک ۳۶/اے۔بی ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری
(نوٹ) لڑکی طلاق لینا چاہتی ہے اور لڑکا طلاق دینا چاہتا ہے، ہر دو فریق کے والدین بھی طلاق لینے دینے پر رضا مند ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر وہ تیرہ چودہ سالہ لڑکا بالغ نہیں ہوا تو طلاق نہیں دے سکتا، فتاویٰ عالمگیر ج۲ ص ۴۸ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اور اگر بالغ ہو چکا ہے تو طلاق دے سکتا ہے کیونکہ لڑکا تیرہ سال بلکہ بارہ سال کا بھی بالغ ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۲۰۲ میں ہے وادنیٰ مدۃ البلوغ بالاحتلام ونحوہ فی حق الغلام اثنتا عشرۃ سنۃ اور لڑکے کا بالغ ہونا یوں ہے کہ اسے احتلام آجائے یا اس کی بیوی کو اس سے حمل ہو جائے یا انزال ہو جائے۔ فتاویٰ عالمگیر کے اسی صفحہ میں ہے بلوغ الغلام بالاحتلام او الاحبال او الانزال اور اگر یہ کوئی بات بھی نہ پائی جائے تو چودہ سال کا لڑکا بھی نابالغ ہی رہتا ہے مگر جب پندرہ سال کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ کوئی علامت نہ پائی جائے فتاویٰ عالمگیر میں ہے والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریۃ اذا انتھیا الیہ خمس عشرۃ سنۃ عند ابی یوسف ومحمد وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ (علیہم الرحمۃ) وعلیہ الفتویٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) سال شرعاً چاند کے لحاظ سے ہی معتبر ہے جو انگریزی اور دیسی سے قدرے چھوٹا ہوتا ہے تو اس کے حساب سے دیسی چودہ سالہ لڑکا جلدی ہی شرعاً پندرہ سال کا

marfat.com

ہو جائے گا تو جس طرح پہلے لڑکی نے وقت گزار لیا ہے، اب اور چند ماہ بھی انتظار کرے اور جب رخصتی نہیں ہوئی اور لڑکا اور لڑکی کسی ایک مکان میں اکیلے بھی نہ ہوئے ہوں تو عدت نہیں پڑے گی بلکہ طلاق کے بعد فوراً ہی نکاحِ جدید کر سکتی ہے کما فی القرآن الکریم والکتب المذھبیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ ۶/۴/۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ لڑکا کتنی عمر کا ہو جائے تو اس کی طلاق معتبر ہے نیز علاماتِ بلوغ کیا ہیں؟ بینوا ماجورین من رب العٰلمین۔

المستفتی:۔ محمد رحمت علی مدنی خطیب گنول تحصیل وضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جب لڑکا بالغ ہو جائے تو اس کی طلاق معتبر ہے اور بلوغ کے اسباب تین ہیں:۔

۱۔ لڑکے کو احتلام آجائے یا

۲۔ اس کی بیوی کو حمل ہو جائے یا

۳۔ انزال ہو جائے۔

یعنی شہوت کے ساتھ منی ٹپک ٹپک کر خارج ہو اور اگر ان تین چیزوں سے کوئی بھی نہ پائی جائے تو پندرہ سال عمر پوری ہو جائے تو بالغ ہو جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج۶ ج۶ ص۰۲، شامی درالمختار، تنویر الابصار ج۵ ص۱۳۲ میں ہے والنظم منھا

marfat.com

بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال (الیٰ ان قال فی التنویر)
فان لم یوجد فیهما شیئ فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة
سنة ۔ تنویر میں فرمایا وبہ یفتیٰ ، فتاویٰ عالمگیری میں ہے وعلیہ الفتویٰ
شامی نے فرمایا ھذا عندھما وھو روایة عند الامام وبہ قالت
الائمة الثلثة ۔

بہرحال صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ہمارے امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے
جس پر فتویٰ ہے یہ ہے کہ پورے پندرہ سال قمری کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہے اور اسکی
طلاق معتبر ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ سال قمری ہی معتبر ہے جو انگریزی اور دیسی سے
تقریباً دس دن کم ہوتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے ان عدة الشھور عند اللہ
اثنا عشر شھرا الآیة ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبنا وعلیٰ آلہ
وصحبہ وبارك وسلم ۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ ، ۴/۶/۷۸ء

الاستفتاء

مولوی بشیر احمد صاحب چک ۱۴۲/۴-ایس پی کی طرف سے تحریر اور خط لانیوالے
کے زبانی بیان سے حاصلِ سوال یہ بنتا ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کیا گیا ، لڑکا گونگا
تھا اور مجلس سے چلا گیا تو اس کے والد نے اپنے لڑکے کے لئے ایجاب وقبول کیا اور
وہ لڑکے کا والد منکوحہ کا حقیقی چچا ہے ، اب فریقین کی ناچاقی ہے ، لڑکی والے طلاق
مانگتے ہیں تو گونگے کا والد کہتا ہے کہ ایجاب وقبول میں نے کیا ہے لہذا نکاح میرے
ساتھ ہوا ہے اور میں طلاق نہیں دیتا ، تو کیا یہ نکاح گونگے کے ساتھ صحیح ہوا ہے اور

marfat.com

گونگا ہی طلاق دے سکتا ہے یا اس کے والد کے ساتھ ہوا ہے اور وہی طلاق دے سکتا ہے؟ (۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ، ۲۳ جون ۱۹۷۰ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح اس گونگے کے ساتھ ہی ہے اور اس کا ایجاب و قبول شرعی قاعدے کے مطابق ہوا ہے لہذا وہ گونگا ہی طلاق دے سکتا ہے اور اس کے والد کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہوا، چچا کے ساتھ بھتیجی کا نکاح نہیں ہو سکتا اور ایجاب و قبول بھی گونگے کے لئے ہوا ہے لہذا اس کا دعویٰ لغو ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

marfat.com

بَابُ طَلَاقِ الْمُکْرَہِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ بکر، زوجۂ زید کو اغوا کر کے لے گیا اور چند سال بعد میں بکر نے طلاق حاصل کرنے کی بہت کوشش کی، آخر زید کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اتنا روپیہ لے کر طلاق دیدے چنانچہ ایک جگہ زید اور بکر دونوں اکٹھے ہو گئے اور زید نے زبان سے تین طلاقیں دے دیں اور تحریر بھی کر دیا اور زید نے گھر جا کر یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ مجھے ڈرا دھمکا کر طلاقیں حاصل کی گئی ہیں، اگر ڈرا دھمکا کر طلاقیں حاصل کی گئی ہوں تو کیا حکم ہے، زد و کوب کچھ واقع نہیں ہوا، بینوا توجروا۔

سائل: حسن احمد بقلم خود ۲۸/۶/۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصّواب

اگر روپیہ وصول کر کے زید نے طلاقیں دیں تو بلا شبہ واقع ہو گئیں اور ایسے ہی محض ڈرا دھمکا کر حاصل کرنے کی صورت میں بھی، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۹۰، تنویر الابصار تحریراً، در المختار، ردالمحتار تقریراً ج ۵ ص ۱۱۷ میں ہے والنظم من التنویر وصح نکاحہ وطلاقہ اور جب ارادہ طلاق سے بکر کے پاس گیا۔ جیسے سوال میں مبیّن ہوا تو ظاہر یہی ہے کہ ڈرانے دھمکانے کو بہانہ بنا تا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ

تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ مسمی محرم ولد منگا مراثی کے ہمراہ عورت کا خاوند مسمی نور احمد تھا، ہر دو کو جبراً پکڑا گیا، سخت دھمکی دی گئی کہ یا تو طلاق دے یا تمہیں سخت تکلیف دی جاوے گی، ہر دو کا بیان ہے کہ جان کے خطرے سے جس طرح وہ کہلواتے گئے ہم کہا گیا، تحریر انہوں نے خود کی ہے، اس پہ ہر دو کا انگوٹھا لگوایا گیا، چونکہ وہ جاہل ہیں لہذا انہیں معلوم نہیں کہ کیا لکھا گیا ہے، زبانی عورت کے خاوند سے اتنا کہلوایا گیا کہ میں نے طلاق دی، ہر دو کے انگوٹھے لگوا کر چھوڑ دیا گیا اور ساتھ ہی مسمی نادر حصہ دار وٹو بھتیجے کا، سکنہ چک مراد نے ہمیں آتی دفعہ یہ کہا کہ یہ کاغذ طلاق نامہ ابھی تک کچا ہے، اگر مبلغ تین صد روپیہ دے دو تو کاغذ پھاڑ دیا جاوے گا، یہ دونوں آدمی پانچ سات یوم کا وعدہ کر کے آگئے، ہر دو کا بیان زبانی سن کر صحیح بات عرض ہے۔

سائل : حاجی جلال الدین وٹو، جمال کوٹ

تحریر کنندہ : صدر رسپل ہیڈ ماسٹر جمالکوٹ بقلم خود ۵-۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ صحیح اور واقعی ہے اور خاوند نے صرف اتنا کہا کہ میں نے طلاق دی تو طلاق واقع نہیں ہوئی کہ طلاق میں عورت کی طرف نسبت نہ ہو تو واقع نہیں ہوتی، درالمختار باب الصریح کے اوائل میں ہے لم یقع لترکہ الاضافۃ رہی تحریر تو اس پر صرف انگوٹھا زبردستی لگانا لغو ہے اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ کچھ تحریر ہو اگرچہ جانتا بھی ہو کہ اکراہ کی صورت میں تحریر غیر معتبر ہے، شامی میں ہے

marfat.com

فلو اکرہ علیٰ ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق بلکہ اس صورت
میں تو زبردستی کرنے والے خود بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ کاغذ کچا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا نکاح مسماۃ کلثوم سے عرصہ دس بارہ سال کا ہوا ہوا ہے، کلثوم کے والد نے پانچ چھ آدمیوں کو بھیج کر مسمی زید سے مار پیٹ کر کے اور سختی کر کے طلاق، ایک کاغذ پر بصورتِ انگوٹھی ہے (سائل نے زبانی تشریح کی کہ کاغذ پر اور کچھ نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ سفید کاغذ پر انگوٹھ لگوالیا، جبراً زدوکوب کر کے، اور بعد میں نظام الدین نے وہ کاغذ دکھایا، سفید تھا، صرف انگوٹھا تھا) حالانکہ مسمی زید کہتا ہے کہ میں نے زبان سے کوئی الفاظ نہیں بولا اور نہ کہا ہے، آیا یہ نکاح ٹوٹ گیا ہے یا کہ نہیں؟ حوالہ کتب حدیث قرآن سے دیا جائے ٦ محرم الحرام ١٣٧٢ھ۔ اور اس پرچہ سے نہیں ہوا ہے کہ جو لڑکی کے وارث تھے، نور احمد اور نظام الدین کہتے رہے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، اب دو ماہ گزرنے کے بعد لڑکی کے وارث کہتے ہیں کہ طلاق ہو گئی ہے۔

المستفتی: میاں عارف شاہ قریشی سکنہ ٹھریہ ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا سائل عارف شاہ مذکورہ

سمندا ولد قاسم قوم سیال چک ۴۴/۳ فورابل

رمضان ولد علاول قوم سیال چک ۴۴/۳ فورابل

تعراج ولد سجاول قوم سیال چک ۴۴/۳ فورابل

سائل نے زبانی یہ بھی بیان کیا جو نوٹ صورت میں تحریر ہے۔

marfat.com

(نوٹ) لڑکی کے وارث امام مسجد ہیں اور اپنے خیال سے مولوی اور عالم ہیں، اور پہلے کہا طلاق نہیں، بعد میں کہا طلاق ہو گئی۔

نشان انگوٹھہ سائل عارف شاہ مذکورہ بالا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو بلا شک و شبہ و ریب طلاق واقع نہیں ہوئی، یہ تو صرف انگوٹھہ ہے اور وہ جبراً لگوایا گیا ہے حالانکہ اپنے ارادہ و رضا و رغبت سے دستخط کر دے تب بھی کچھ نہیں جب تک طلاق کی تحریر نہ ہو بلکہ اگر زبان سے بھی اپنا نام بول دے اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ پانچ کروڑ مرتبہ بول دے تب بھی کچھ نہیں جبکہ طلاق کا لفظ نہیں بولتا، آخر وہ کونسا انسان شادی شدہ ہے جو اپنا نام کبھی نہیں بولتا اور جب بولدے تو اس کی عورت کو مطلقہ سمجھا گیا ہو، کیا یہ مولوی لوگ جو جاہلوں سے بھی بدتر حرکتیں کرتے ہیں، کبھی اپنا نام نہیں بولتے یا دستخط نہیں کرتے، اگر ان کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ زید کے صرف سادہ کاغذ پر انگوٹھہ لگوا لینے سے بھی طلاق ہو گئی، تو ان کی اپنی عورتیں مدت سے مطلقہ ہو گئیں اور ان کا گھر رکھنا، عورت بنانا، ہم بستری کرنا سب کا سب حرام اور بے دینی ہے، ایسے مولوی بننے والے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں، اہلِ اسلام کا فرض ہے ان سے الگ تھلگ رہیں اور ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھیں اور بالکل پرہیز کریں کہ وہ ایمان کے ڈاکو ہیں اور اگر ان میں ذرہ بھر بھی سچائی ہے تو دلیل لائیں کہ شرع ان کی خواہشاتِ نفسانیہ کا نام نہیں، شرعاً عرفاً عقلاً طلاق الفاظِ طلاق کے بولنے یا بلا جبر و اکراہ لکھنے یا لکھے ہوئے پر سن کر سمجھتے ہوئے دستخط کرنا یا انگوٹھہ لگانے سے واقع ہوتی ہے اور اگر جبر و اکراہ سے پوری طلاق باقاعدہ عورت کے نام نسب سے بھی لکھوا لے تب بھی طلاق نہیں پڑتی، فقہائے کرام

marfat.com

اور ماہرینِ شرعِ مطہر نے بالکل شرح طور پر تصریح فرمادی ہے، فتاوٰی قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۹، خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۹۱، شرح الاشباہ والنظائر الحموی عن مجمع الفتاوٰی ص ۵۲۷، بحرالرائق عن الخانیہ والبزازیہ ج ۳ ص ۲۴۶، شامی عن البحر ج ۲ ص ۵۷۹، فتاوٰی عالمگیر عن الخانیہ ج ۲ ص ۶۳، ۶۴ والنظم منہا رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان فکتب فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأتہ روزِ روشن کی طرح واضح ولائح ہوا کہ اگر یہ سوال صحیح ہے تو طلاق ہرگز ہرگز نہیں واقع ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر غفرلہٗ ۲۱ محرم الحرام ۳ھ

باسمہٖ سبحٰنہٗ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت قبلہ شیخ الحدیث والتفسیر مدظلہم العالی

بعد نیاز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- جواب باصواب سے مشرف فرمائیں۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مبین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید سے ایک مجلس میں مجبور کر کے ایک لکھے ہوئے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا حالانکہ زید نہ اس سے پہلے طلاق دینے پر رضامند تھا، نہ بعد میں رضامند ہوا بلکہ جس وقت نشان انگوٹھا لگوایا گیا، اس وقت بھی انکار کرتا رہا مگر نمبردار دیہ نے ڈرایا اور زدوکوب پر آمادگی ظاہر کی اور باہر نکلنے کے راستے اپنے ملازمین سے بند کروا دیئے، ناچار زید نے طلاقنامہ پر اپنا انگوٹھا لگا دیا لیکن زبانی صراحۃً یا کنایۃً زید نے طلاق نہیں دی

بلکہ انکار ہی کر رہا ہے، آیا یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؛ اگر ہوئی تو غیر مدخول بہا کے حق میں کونسی ہوئی؟ بینوا توجروا عند اللہ العظیم۔

المستفتی: العبد الحقیر غلام رسول غفرلہٗ، مورخہ ۲۰ شوال المکرم ۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح ہے اور واقعی زید انکارِ طلاق کر رہا اور جبراً انگوٹھا لگوایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأتہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان (عالمگیری ج ۲ ص ۶۳، ۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۲۸ شوال المکرم ۸۵ھ

الاستفتاء

از چک ۱۵/۴/ای۔بی ۶۵/۱۲/۲۳

بحضور فیض گنجور حضرت قبلہ و کعبہ استاذی و ملاذی و مرشدی و مولائی

حضرتِ قبلہ فقیہِ اعظم دامت برکاتہم العالیہ

علی وعلی جمیع المسلمین الی یوم الدین،

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ:۔ فقیر بخیریت ہے، مزاجِ معلیٰ نیک مدام مطلوب۔ بعد ازیں گذارش ہے کہ ایک مسئلہ حضور سے دریافت کرنا تھا لیکن بوجہ مصروفیت آپ حضور کی نہ پوچھ سکا۔ صورتِ مسئلہ حاضرِ خدمت ہے، مختصر جواب دیکر مشکور فرماویں

marfat.com

حضور کی غریب نوازی ہوگی۔

صورتِ مسئلہ

مسمی زید، سلمہ کو اغوا کر کے لے گیا، سلمہ چونکہ بالغہ تھی اس لئے اس نے ساتھ ہی نکاح بھی کر لیا، سلمہ کے لواحقین تگ و دو کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح سلمہ کو واپس لے آئیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے، آخر ایک دن موقع پا کر انہوں نے زید کو پکڑ قابو کیا اور اپنے گھر لے آئے اور زید سے طلاق لے لی اور سلمہ زید کے باپ کے پاس ہی رہی، یعنی اکیلا زید ان کے قابو میں آگیا۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے طلاق نامہ کے کاغذ پر انگوٹھہ لگا دیا زبان سے نہیں کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں، آیا یہ طلاق ہوگئی یا نہیں ہوئی؟ سلمہ کے باپ کا کہنا ہے کہ بوقت قید تقریباً بیس پچیس دن جو اسے انہوں نے جمیں اپنے پاس رکھا کہ زید نے میرے سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، سلمہ میری ماں ہے اور بہن، میں یہاں سے آزاد ہوتے ہی آپ کے پاس بھیجدوں گا، پھر زید کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور گھر جا کر سلمہ سے پھر میاں بیوی والے تعلقات استوار کر لئے تقریباً ۸۔۹ ماہ بعد سلمہ کے وارث سلمہ کو زبردستی اس سے چھین کر لے آئے ہیں، اب اسی سابقہ طلاق پر دوسرے مرد کے ساتھ سلمہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایک مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ زبان سے کہنا لازمی ہے لہٰذا وہ پہلی طلاق نہیں وہ مکرہ شمار کیا جاتا ہے۔ بر مذہب حضرتِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نیز زید کا دوبارہ رہا ہو کر اس کے ساتھ دخول وغیرہ کرنا طلاق پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر واقعی طلاق نہیں ہوئی تو ہمارے اوپر یعنی نکاح خواں اور شاہدین اور حاضرینِ مجلسِ نکاح پر شرعی حکم کیا عائد ہوتا ہے؟ جواب مختصر تسلی بخش، والسلام مع الوف الاحترام۔

المستفتی: زبیر احمد سرور نوری
۲۹ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر زید سلمیٰ کا ہم کفو تھا اور کوئی اور مانع عن النکاح بھی نہ تھا تو مجبوراً مکرہ ہونے کی صورت میں صرف انگوٹھا لگانے سے طلاق نہیں جب تک کہ اپنے ہوش و حواس سے زبان سے لفظِ طلاق نہ کہے اور نہ ہی صرف ماں بہن کہنا طلاق ہے، اور جب طلاق ہوئی ہی نہ تو دخول وغیرہ سب جائز ہوا اور اس کا طلاق نہ بننا تو آفتاب سے بھی روشن تر ہے۔ اگر آپ لوگوں نے سابق نکاح کا ثابت ہونا جان کر نکاح کیا اور نکاح پر نکاح غیر جائز رکھا تو ایسے سب لوگوں پر فرض ہے کہ دل سے توبہ کریں اور نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھ کر اسلام لائیں اور جو خود شادی شدہ ہیں وہ اپنی بیویوں سے دوبارہ نکاح کریں اور اگر طلاق جان کر ایسا کیا تو پھر بھی توبہ ضرور کریں کہ بلا استفسار از علماء اور بلا تحقیق یہ حرکت کیوں کی؟ اور ساتھ ہی طاقت ہو تو زید کی بیوی سلمیٰ زید کو دلائیں کہ اس ظلمِ بد کی قدرے تلافی ہو سکے۔ یہ احکام فتاویٰ عالمگیر جلد ثانی وغیرہ سے روشن ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ ۳۰ شعبان المعظم ۸۵ھ　　$\frac{12}{65}$ ۲۳

الاستفتاء

اس مسئلہ میں کیا علمائے دین اور مفتیانِ عظام فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو باندھ کر جبراً طلاق دینے کا آرڈر کرتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں اگر تو نے طلاق نہ دی تجھے ماریں گے اور مارتے ہیں اور دوسرا شخص معتبر کہتا ہے اس کو، تو طلاق دے کر اپنی جان بچا کر بھاگ جا۔ وہ شخص تین دفعہ حرام حرام کہتا ہے اور طلاق کی نیت نہیں کرتا اور طلاق کے الفاظ بھی نہیں بولتا، کیا اس کے کہنے سے طلاق ہو جائیگی یا نہیں؟ آپ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے جواب فرمائیں۔

از مولوی چراغدین صاحب چک ۲۴۲ گ ب تحصیل ٹوبہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصّواب

اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ صرف حرام حرام حرام کہنا طلاق نہیں اور اجبار و اکراہ قرینۂ قویہ ہے کہ اس نے کوئی نیت نہیں کی اور خود سوال میں بھی تصریح ہے کہ طلاق کی نیت نہیں کرتا تو طلاق کیسے واقع ہو دنیا کی ہزاروں لاکھوں حرام اشیاء موجود ہیں اور اس نے اپنی بیوی کی طرف نسبت نہیں کی تو بیوی کیوں حرام ہو جبکہ فقہاء عظام تصریح فرماتے ہیں کہ نسبت الی المنکوحہ نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہو سکتی کما مر فی البحر وغیرھا وذا ظاھر مستبین من الکتاب الکریم والاحادیث الشریفۃ وتصریحات الائمۃ الکرام کالشمس والامس، رہا یہ کہ اکراہ کرنیوالوں کے اکراہ علی طلاق المراۃ کو قرینہ بنادیا جائے تو صحیح نہیں کیونکہ زوج کا مجبور و مظلوم ہونا اور طلاق سے انکار وغیرہ کو ائف قرینہ عدم الاضافۃ والنسبۃ ہیں حالانکہ قرآن کریم نے زوج ہی کو الذی بیدہ عقدۃ النکاح فرمایا اور حدیث ابن ماجہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ الطلاق لمن اخذ بالساق لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم و آلہ واصحابہ وبارک وسلم ابدا ابدا۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ البانی والمہتمم لدار العلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور ضلع ساہیوال

باب کتابۃ الطلاق

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے کاتب کو کہا کہ میری عورت کو طلاقیں لکھ دے، کاتب نے اس کا نام مع ولدیت لکھ کر انگوٹھا لگوا دیا، رقم جو نکاح پر خرچ ہوئی تھی وہ ایک دوسرے آدمی کے پاس انگوٹھے لگوانے سے پہلے لڑکی کے وارثوں سے لکھوائی انگوٹھے کاتب نے زوج کا لگوا کر لڑکی کے وارثوں کو دے دیا، زوج سے زبانی طلاق نہیں لی گئی، کیا یہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ جواب دو، اجر ملے گا۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: غلام رسول ولد میاں عبد الرحمن ساکن بھورو والہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورت مسئولہ واقعیہ ہے تو طلاق واقع ہو گئی، زبانی دوبارہ کہنا شرط نہیں بلکہ کاتب کا لکھنا بھی شرط نہیں، صرف کاتب کو ایک مرتبہ کہہ دینا کہ میری عورت کو طلاق لکھ دے کافی ہے کہ یہ اقرار طلاق ہے، شامی میں ہے ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب، ج ۲ ص ۵۸۹۔ عدت پوری کر کے عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ ۲۵ رجب المرجب ۸۲ھ

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید کی بیوی نے وجہ ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی، چند دنوں کے بعد کچھ زمینداروں نے صلح کرانے کے ڈھنگ سے زید کو کہا کہ ہم تمہاری صلح کراتے ہیں اس لئے تو اس کاغذ پر انگوٹھہ ثبت کر دے، چنانچہ اس نے لگا دیا، بعد ازاں انہوں نے اسی کاغذ پر طلاق نامہ تحریر کر کے فریقین کو سنا دیا کہ طلاق واقع ہو گئی تو زید نے سنتے ہی انکار کر دیا کہ میں نے تو ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی اور میں نے تو صرف صلح کے لئے ہی انگوٹھہ لگایا تھا چنانچہ عدت پوری ہونے کے بعد نکاح ثانی کیا گیا۔ امر مطلوب یہ ہے کہ دھوکہ سے طلاق واقع ہو گئی یا نہیں ؟ حالانکہ خاوند انکار ہی کرتا رہا کہ میں نے ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی، بینوا توجروا۔

المستفتی: سید محمد قوم موچی ساکن چشتی قطب الدین تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح و درست ہے تو بلاشک وشبہ وریب طلاق واقع نہیں ہوئی، دھوکا دینے والے اور صلح کا نام لیکر انگوٹھہ لگوانے والے سخت گنہ گار اور فریب کار، مستوجب نار ہیں، ان پر لازم کہ توبہ کریں اور ایسے سخت جرموں سے بچیں اور وہ نکاح ثانی جو کسی غیر سے کیا گیا ہے بالکل ناجائز و ناروا و حرام ہے، قرآنِ کریم میں ہے والمحصنٰت من النساء۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۵/۱/۵۸

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو غصہ میں آکر اس گاؤں کے نمبردار کو بلاکر کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں اور نمبردار نے ہدایت کی کہ طلاق نہ دو لیکن وہ نہ مڑا اور کہنے لگا کہ یہ عورت مجھ پر بہتان لگاتی ہے لہذا اس بیوی کا کاغذ لکھ دے۔ نمبردار صاحب اسکے پیار کی وجہ سے بجائے لفظِ طلاق تین بار لفظِ حرام حرام حرام طلاق نامہ کے اندر لکھا اور زبان سے بھی یہی لفظ کہلوائے اور بیوی کا نام نہ کاغذ پر لکھا نہ کہلوایا کہ صرف اس کا غصہ ہٹ جائے، پھر اس عورت کو گھر سے نکال دیا، وہ عورت اپنے ماں باپ کے گھر نہ گئی اور کسی رشتہ دار کے گھر ٹھہری، کیا یہ آدمی اس عورت کو اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی و۔ سکندر علی نمبردار چک ۹/۱۴ ڈاکخانہ کلیانہ تحصیل پاکپتن شریف ۱۹ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال مندرجہ بالا صحیح اور درست ہے تو از روئے ظاہر اس عورت پر دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، کہ اس کا یہ کہنا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں طلاقِ صریح ہے، شامی ج ۲ ص ۵۹۱ میں بحر الرائق سے ہے وکذا المضارع اذا غلب فی الحال مثل اطلقک، پھر اس کا نمبردار کو کہنا کہ اس کی بیوی کا کاغذ لکھ دے اقرارِ طلاق ہے حتیٰ کہ اگر پہلا لفظ بھی نہ کہا ہوتا اور نمبردار بھی کچھ نہ لکھتا تب بھی ایک طلاق پڑجاتی، شامی علیہ الرحمہ نے ج ۲ ص ۵۸۹ میں فرمایا ہے ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب لہذا یہ کہنا

marfat.com

پہلے لفظ کا مؤید بنا تو ایک طلاق واقع ہو گئی عہ اور تین مرتبہ حرام حرام کہلوانے سے ایک اور طلاقِ بائن واقع ہو گئی کہ لفظِ حرام باعتبارِ عرف، طلاقِ صریح بن چکا ہے شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ اور اضافۃ الی المرأۃ، ما قبل پر ترتب کی وجہ سے کالصریح ہے، اور شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں ہے و لا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ، پھر اس لفظِ حرام مکرر سے ایک ہی طلاق پڑے گی، شامی ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے انہ لا یلحق البائن ولا یلحق البائن ہاں اگر تین طلاقوں کی نیت سے کہا ہے تو ظاہر ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں، شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے قد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام پس اگر دو واقع ہوئی ہیں تو عورت بوجہ بینونت نکاح سے نکل گئی مگر نکاح ہو سکتا ہے، اور اگر تین واقع ہوئی ہیں تو بعد از تحلیل (یعنی بعد از عدت وہ عورت کسی اور مرد سے نکاحِ صحیح کرے اور بعد از مجامعت وہ مرد طلاق دے اور عدت گذر جائے) نکاح کر سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲ ربیع الاول ۸۰ھ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

عہ ہاں اگر طلاق دیتا ہوں سے مراد محض اظہارِ ارادہ ہو اور "کاغذ لکھ" سے مراد محض امر ہو تو یہ طلاق نہ پڑی مگر لفظِ حرام سے پھر بھی طلاقِ بائن پڑ گئی ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

مسمی محمد عاشق ولد چوغطہ زرگر نے اپنی عورت مسماۃ شریفاں بی بی کو طلاق دے دی، صورت طلاق دینے کی یہ ہے کہ لکھنے والے کو کہا کہ طلاق لکھ دے، لکھنے والے نے طلاق نامہ میں لفظ طلاق تین بار طلاق، طلاق، طلاق لکھ دیا اور طلاق نامہ کے اختتام پر عاشق محمد مذکور نے دستخط بھی کر دیے اور طلاق نامہ پر گواہاں کے نشان انگوٹھا بھی ثبت ہیں۔ اس کے بعد ایک ہفتہ کے اندر عاشق محمد طلاق دہندہ نے اپنی بیوی شرفاں بیوی سے صلح کر لی ہے۔

اس طلاق کو وقوع پذیر ہوئے اب تقریباً چھ سال گذر چکے ہیں، اس صورت میں یہ کونسی طلاق واقع ہوتی ہے، طلاقِ رجعی ہے یا طلاقِ بائن ہے یا طلاقِ مغلظہ ہے، کونسی طلاق ہے اور طلاق دہندہ عاشق محمد اور مطلقہ شرفاں بی بی دونوں کے متعلق شریعتِ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا حکم ہے؟

مسماۃ شرفان بی بی اپنے طلاق دہندہ خاوند عاشق محمد کے ساتھ کس صورت میں ازدواجی زندگی گزار سکتی ہے، اس مسئلہ میں جو بھی فقہ حنفیہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، تفصیلاً فتویٰ تحریر فرمادیں تاکہ عاشق محمد زرگر شریعتِ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر اپنی عاقبت سنوار سکے۔

العبد بحیثیر فقیر مولوی غلام مرتضےٰ علوی، ڈینڈلہ جاگیر تحصیل دیپالپور

گواہ شد گواہ شد

قاسم علی ولد شیر محمد بھتیجہ محمد عاشق — محمد فاضل ولد چوغطہ برادر حقیقی محمد عاشق

(قاسم علی بقلم خود) — (محمد فاضل بقلم خود)

(سائل وطلاق دہندہ)

محمد عاشق بقلم خود

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

اگر محمد عاشق کے لفظ طلاق لکھ دینے میں نیت ایک طلاق کی ہے اور ایک ہی طلاق سمجھ کر دستخط کئے ہیں تو طلاق ایک ہی واقع ہوئی رجعی، جس سے رجوع ہو گیا اور معاملہ صاف ہو گیا اور اگر تین طلاق کی نیت ہے تو طلاق مغلظہ پڑ گئی اور یونہی اگر اس نے تحریر پڑھ کر دستخط کئے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہی واقع ہو گئی اور ان کا زن و شوہر بن رہنا حرام اور نزدیکی حرام ہے، اب تصحیح کی صورت حلالہ ہی ہو سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
۲۹ ربیع النور ۱۴۰۰ھ 17.2.80

الاستفتاء

بزرگوارم قبلہ حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون!

اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کو کثیر در کثیر ترقیات و درجات سے سرفراز فرما دیں اور اہل سنت کے سروں پر آپ کا سایہ سلامت رکھیں، آمین۔

حسب ذیل مسئلہ کا جواب محققانہ اور صحیح ارسال فرما دیں، مہربانی ہو گی۔

ایک شخص عاقل بالغ تعلیم یافتہ سوا چھ روپے کے اسٹام فارم پر اپنی بیوی کو یوں طلاق دیتا ہے تحریراً کہ میں مسمٰی فلاں بن فلاں فلاں شہر کے

رہنے والا اپنی بیوی فلاں بنت فلاں، جو کہ اتنے عرصہ سے میری زوجیت میں ہے، چند گھر معاملات کی وجہ سے طلاق بائنہ دیتا ہوں۔ زوجہ مذکورہ فلاں بنت فلاں مجھ پر قطعاً حرام ہے، اس کو حق حاصل ہے کہ اپنا نکاح جہاں چاہے کرے، دو گواہوں کے دستخط کروا کر اور خود بھی دستخط کر کے بذریعہ ڈاک لڑکی کے حقیقی باپ کو جو کہ اپنی لڑکی کا کلی طور پر مختار ہے، بھیجتا ہے، لڑکی کا باپ اس طلاق نامہ کو وصول کر لیتا ہے اور جواب میں لڑکی سے مشورہ کر کے لکھ دیتا ہے کہ مجھے منظور ہے۔ پھر پانچ سات آدمی لے کر طلاق دینے والے لڑکے کے پاس جاتا ہے اور اس سے ساڑھے تین صد روپیہ حق مہر بھی وصول کر لیتا ہے، چنانچہ مشہور ہو جاتا ہے کہ طلاق ہو گئی اور وہ طلاق دینے والا لڑکا کسی اور جگہ اپنی شادی کر لیتا ہے، لوگ اس سے پوچھتے ہیں پہلی شادی کی بابت تو وہ کہتا ہے، میں نے طلاق دے دی ہے چنانچہ ایک سال تین ماہ کے بعد وہی لڑکا اپنی اس پہلی بیوی سے، جس کو طلاق دی تھی، شادی کر لیتا ہے، حالانکہ اس کی پہلی بیوی نے کسی اور سے شادی نہیں کی ہے لہٰذا اب فرمائیے کہ وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ سارے شہر میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح ناجائز ہے، لڑکا کا کہنا ہے کہ جائز ہے اور شہر قصور کے ایک دیوبندی مولوی عبدالرحمٰن کا لکھا ہوا فتویٰ بھی دکھاتا ہے، اور میں نے وہ فتویٰ خود دیکھا ہے جس میں مولوی مذکور نے لکھا ہے کہ نکاح جائز ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ بہت ہی جلدی اس مسئلہ کو صحیح و واضح مدلل بیان فرمائیے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ غیر سیّد کا سیدزادی سے نکاح جائز ہے؟

والسلام

تابعدار : حافظ محمد شفیع غفرلہ، اوکاڑہ، بقلم خود

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

الفاظ مندرجۂ استفتاء سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی، چند تاکیدوں کے ساتھ نیز کر دوسرا جملہ "زوجہ مذکور الخ" دوسری طلاق بن جائے اور تیسرا جملہ "اسکو حق الخ" تیسری طلاق بن جائے، شامی ج ۲ ص ۶۴۷ فی الکافی للحاکم الشھید الذی ھو جمع کلام محمد فی کتب ظاھر الروایۃ حیث قال واذا طلقھا تطلیقۃ واحدۃ ثم قال لھا فی عدتھا انت علی حرام او خلیۃ او بریۃ او بائن او بتۃ او شبہ ذٰلک وھو یرید بہ الطلاق لم یقع علیھا شیئ۔

اور ایسے ہی تحریر کرنا خود دستخط کرنے یا گواہوں کے دستخط کرانے بذریعہ ڈاک بھیجنا وغیرہ کچھ بھی طلاق نہیں اور نہ ہی ان اشیاء میں صلاحیتِ طلاقِ جدید ہے اور اسی طرح دریافت کرنے والوں کے جواب میں کہنا کہ "میں نے طلاق دے دی ہے" بھی انشاءِ طلاق نہیں بلکہ محض اخبارِ امرِ واقع ہے۔

بہر حال طلاق صرف ایک واقع ہوئی گو بائن مؤکد اور ایک طلاق بائن کے بعد بالاجماع یقیناً قطعاً بلاشک وشبہ وریب عدت کے اندر اور باہر ہر وقت طلاق دہندہ سے نکاح جائز ہے، متنِ درمختار میں ہے مع تقریرا لشامی ایضاً ج ۲ ص ۷۳۸ و ینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لہٰذا دوبارہ اسی مطلقہ سے نکاح جائز وصحیح ونافذ ہے جبکہ کوئی اور مانع ومنافی نہ ہو

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

۲- اس کی بہت سی صورتیں ہیں، بعض میں نکاح جائز اور بعض میں ناجائز، لہٰذا جو صورت واقع ہے اس کے متعلق بالتفصیل دریافت فرمائیں تو باذنہٖ تعالیٰ جواب دیا جائیگا۔

marfat.com

تمام صورتوں کے جوابات لکھنے کا وقت نہیں کہ آپ کو میری مصروفیات کا بخوبی علم ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ربہ العلی ۱۵.۱.۵۴

نوٹ: سائل نے اپنے مکتوب کے اندر "محمد" پر علامتِ درود شریف کے طور پر "م" کا نشان دیا تھا جو شرعاً سخت منع ہے لہذا سائل کی تنبیہ اور افادۂ مسلمین کے لئے حضرت مفتی صاحب نے درج ذیل نوٹ کا اضافہ فرمایا:-

(مرتب)

"نیز یہ جو مشہور ہے اور اسکی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر "م" لکھ دیا، یہ سخت ناجائز ہے کہ درود شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے نہ کہ ہمارے لئے اور پھر حضور کے اسمِ مقدس کے ساتھ بھی یہ "م" لکھنا ناجائز ہے کہ یہ رمز ہے اور حکم پورے درود شریف کا ہے رمز کا نہیں، شیخ محقق عبدالحق اور امام جلال الدین سیوطی اور امام نووی اور امامِ اہل سنت والجماعۃ مجدد مأتہ حاضرہ علیہم الرحمہ نے صاف طور پر اس کا رد فرمایا ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ان چیزوں سے بچائے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ الحنفی النعیمی القادری

---

marfat.com

باب الطلاق فی الغضب

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زوجہ سے بحالتِ بخار پانی مانگا، زوجہ کے انکار کرنے پر زید نے پکارا "ماں میری مینوں پانی دے"، کیا زید کا نکاح ٹوٹ گیا یا کیا زید کو کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟ فقط

السائل: محمد اسماعیل فانی پاکپتن ۵۰.۱۲.۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مذکورہ واقعیہ اور صحیحہ ہے تو نہ نکاح فاسد ہوا اور نہ ہی کفارہ پڑتا ہے البتہ یہ مکروہِ تحریمہ ہے لہٰذا اگر حالتِ ہوش میں کہا ہے تو توبہ و استغفار کرے ورنہ کچھ نہیں، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۲۶ میں ہے لو قال لھا انت امی لایکون مظاھرا وینبغی ان یکون مکروھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مشرع متین اندریں صورت، میں نے اپنی عورت سے

marfat.com

لڑتے ہوئے غصے میں آکر کہہ دیا کہ تم میری ماں بہن ہے اور تو میرے اوپر حرام ہے اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ، تمہیں گھر میں نہیں رہنے دونگا۔ یہ الفاظ میں نے غصے میں آکر کہہ دیا ہے لیکن میرا اسے طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا اور نہ ہی میں اس پر قبل ازیں تا وقت غصہ قبل بدزن تھا اور نہ ہی میری بیوی نے کبھی بے فرمانی کی تھی، میری عورت حاملہ بھی ہے، اب میں ہوش و حواس میں آکر علمائے دین و محدثین و مقتدمین شرع سے معروض ہوں کہ کیا میری عورت میں اپنے گھر رکھ سکتا ہوں یا وہ مجھ پر کس وجہ سے جائز ہو سکتی ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

غصہ اور حمل مانع طلاق نہیں، یہ عوام کا محض خیالِ خام ہے۔ عورت کو ماں بہن کہنا مکروہ ہے، تو یہ کرے، مگر اس سے نکاح کو نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہی ظہار بنتا ہے، شامی ج ۲ ص ۷۹۴ میں ہے وفی انت امی لا یکون مظاھرا الیٰ ان قال ومثلہ ان یقول یا ابنتی او یا اختی، البتہ حرام کہنے سے ایک طلاق بائن پڑ گئی، شامی ج ۲ ص ۶۳۸ میں ہے وسیأتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ الخ باقی الفاظ بلا نیت نقصان نہیں دیتے اور یہاں تو نیت بھی اثر نہیں کرے گی، شامی ج ۲ ص ۶۴۵ ولا یلحقہ البائن اور جب ایک طلاق بائن پڑ گئی تو نئے سرے سے نکاح باقاعدہ کر کے بیوی بنا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ
۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ زید نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک سال سے جھگڑا کرتا رہتا تھا، آخر ایک دن حسب معمول لڑتے ہوئے کہا کہ یہ میری ماں بہن ہے، میں نے اس کو طلاق دی، میں نے اس کو طلاق دی، میں نے اس کو طلاق دی، تین مرتبہ کہا اور کہا کہ میرے گھر سے نکل جا میں نہیں دیکھنا چاہتا چنانچہ وہ بیچاری اپنے میکے چلی گئی، تو آیا وہ بیوی مطلقہ ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل : محمد بوٹا از چک ۲۴ پرجا چاہ نثار یا نوالہ ۳۰/۱۲/۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جب زید عاقل بالغ ہے تو اس کی بیوی یقیناً مطلقہ طلاق مغلظ ہو گئی، عدت پوری ہونے پر زید کے سوا جس سے چاہے حسب دستور شرع مطہر نکاح کر سکتی ہے، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۳۴۸ میں ہے یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا، نیز ص ۱۱۱ پر ہے و ان کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ الی ان قالوا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ الخ

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یکے بعد دیگرے اپنی بیوی

marfat.com

مدخول بہا حقیقۃً ہندہ کو تین طلاقیں دیں مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی۔ اب شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ باقی اگر اب زید کہے کہ جس وقت میں نے یہ لفظ کہے تھے اس وقت میں نشہ میں تھا یا یوں کہے کہ میں اس وقت غصہ میں تھا، طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ جواب میں چند معتبر حوالے بھی درج فرما دیں بمع عبارتوں کے، بینوا توجروا۔

سائل: مولوی محمد رمضان قادری خطیب جامع مسجد پرانا اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

زید کی بیوی مطلقۂ مغلظہ ہو گئی، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره، نشے اور غصے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے لاطلاق النصوص، مذہبِ مہذبِ حنفی کی تمام کتبِ معتبرہ ان تصریحاتِ جلیلہ سے گونج رہی ہیں کہ سکران (نشے والے) کی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ نبیذ وغیرہ اشیاء کے استعمال سے نشے کی صورت میں بتخصیص قولِ مفتیٰ بہ کی بناء پر وقوعِ طلاق کی تصریحاتِ جلیلہ بھی صاف صاف موجود ہیں۔

فتح القدیر ج ۳ ص ۴۸ ۳، در المنتقیٰ ج ۱ ص ۳۸۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۸، شرح الاشباہ للحموی ص ۲۳۲، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۴۸، در المختار، شامی ج ۲ ص ۵۸۳ میں بکلماتِ متقاربہ ہے و النظم من الدر (او سکران) و لو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا به یفتی تصحیح القدوری اور یونہی طلاقِ غضبان (غصے والے) کے وقوع کی واضح اور روشن تصریحات موجود ہیں، فتاوےٰ امام غزی تمرتاشی ص ۵۲ میں ہے واما طلاق الغضبان فعمومات کلام اصحابنا ناطقة بالوقوع بلکہ ائمۂ دین متین نے تو غصے کو دلیلِ طلاق قرار دیا اور حکم فرمایا کہ وہ کلماتِ کنایہ جو صالحۂ رد و سب نہیں اور صالحۂ طلاق ہیں غصے کی حالت میں

marfat.com

طلاق ہیں اگرچہ نیتِ طلاق کا صریح انکار کرے۔ فتاویٰ امام قاضیخان ج ۲ ص ۲۱۶،
بدائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۴، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۱، عنایہ ج ۳ ص ۴۰،
کفایہ ج ۳ ص ۴۰۴، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶۱، در المختار ج ۲ ص ۱۶۹، شامی ج ۲ ص ۶۳،
ص ۶۴۱، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۳ میں ہے والنظم للامام فقیہ النفس وفی
حالۃ الغضب یقع الطلاق بثلاثۃ من ھٰذہ الثمانیۃ واذا قال
لم انو الطلاق لا یصدق قضاء، مبسوط ج ۶ ص ۸۰ وفی حالۃ الغضب
لا یدین (الی ان قال) تعین الطلاق مرادا، تو صریح میں بطریقِ اولیٰ
کہ اقویٰ من الکنایہ ہے، بلکہ مشائخ عظام نے متعدد کلماتِ صریحہ میں اور وہ بھی وہ جو
پورے ادا نہ کئے گئے ہوں، وقوعِ طلاق کی غصے کی حالت میں تصریح فرمادی اور
رضا کی حالت میں ہو تو نفی مثلاً انت طال سکونِ لام سے، حالتِ رضا میں طلاق
نہیں اور غضب میں طلاق ہے، خانیہ ج ۲ ص ۲۱۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۵،
شامی ج ۲ ص ۵۹۷، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۰ میں ہے والنظم من الھندیۃ
ولو حذف القاف من طالق وقال انت طال فان کسر اللام
وقع بلا نیۃ والا فان کان فی مذاکرۃ الطلاق او الغضب فکذلک
اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں اس قسم کے متعدد جزئیات ہیں، بلکہ یہاں تک مصرح کہ
اگر غصے کا یہ عالم ہو کہ عالم ہوتے ہوئے بھی صحیح نہ بول سکے اور طلاق، تلاق، طلاغ،
تلاک، طلاک، تلاغ کہے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، خانیہ ج ۲ ص ۲۱۱ میں
ہے لان ھٰذا مما یجری علی لسان الناس خصوصا فی الغضب
والخصومۃ فیکون الطلاق واقعا ظاھرا ولا یصدق قضاء،
تو واضح ہوا کہ غصہ منافیٔ طلاق نہیں بلکہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے، بدائع صنائع
ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۴، شامی ج ۲ ص ۵۹۷ میں ہے والنظم لملک
العلماء حال الغضب ومذاکرۃ الطلاق دلیل ارادۃ الطلاق ظاھرا
فلا یصدق فی الصرف عن الظاھر تو ماہِ نیم ماہ اور مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ

marfat.com

صورتِ مندرجہ میں طلاق واقع ہوگئی اور ایسے عذر نہ دافع بن سکتے ہیں اور نہ رافع۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی عرصہ ڈھائی سال سے زید کے ساتھ ہوئی تھی، ہندہ دیندار نمازی اور باپردہ لڑکی تھی مگر زید کے ہاں پردہ کا انتظام نہیں تھا، وہ ہندہ کو گھاس زمین سے کھرچنے کے لئے باہر بھیج دیتے، ہندہ کی نمازیں بھی فوت ہونے لگیں اور تلاوت بھی چھوٹ گئی، بارہ بجے گھاس لاکر پہنچے پھر اسی قدم واپس گھاس کے لئے بھیج دیتے۔ بیچاری گھبرا گئی اور والد کی طرف بھاگ کر پہنچنے کی کوشش کی مگر پھر اسٹیشن پر گاؤں کے لوگوں نے اس کو دیکھ لیا اور پکڑ کر پھر اس کو انہی کے گھر پر پہنچا دیا، پھر اس کو مارنے اور زدوکوب کرنے پر سب گھر کے آدمی تیار ہوگئے حتیٰ کہ سب نے مارا، پھر بھاگی مگر دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا آدمی پہنچا اور پھر پکڑ کر واپس لے گیا اور انہی کے گھر پر جا چھوڑی، پھر اسکو مارا، تکلیفیں دیں، زید کو غصہ بہت آگیا، ایک دن ہندہ نے اس کے سامنے روٹی رکھی مگر ذرا دور سے کیونکہ مار سے ڈرتی تھی، اس نے کہا بس اب تو میری ماں اور ہمشیرہ ہے، میں تجھ کو نہیں رکھتا، میری طرف سے بالکل جواب ہے، تو میرے قابل نہیں رہی ہے اور نہ ہی تجھ سے میری کوئی غرض ہے، جا چلی جا، اپنا بکس سر پر اٹھا اور چلی جا، میرا اور تیرا گزر مشکل ہے۔

زید نے فوراً ہندہ کے والد کو بھی خط بے رنگ لکھ دیا کہ اپنی پیاری بیٹی کو لیجاؤ ہمارا اس سے کوئی غرض اور واسطہ نہیں رہا، آکر لے جاؤ ورنہ اس کو گاڑی پر بٹھا دینگے خواہ آپ کے پاس پہنچے یا نہ پہنچے، تاکیداً بار بار تاکید ہے۔

marfat.com

اس کا خط پڑھتے ہی ہندہ کا والد وہاں پہنچا، لڑکی کی بری حالت تھی، لوگوں کو جمع کیا پوچھا، سب نے کہا کہ واقعی اس نے مارا پیٹا بھی اور ماں ہمشیرہ کہہ کر اور یہ کہہ کر کہ یہ میرے قابل نہیں رہی ہے، میری طرف سے جواب ہے، اپنی نوکری پر چلا گیا کیا اس صورت سے طلاق پڑ گئی یا کہ نہیں؟ کیونکہ اس نے غصہ اور سخت غصہ کی حالت میں یہ کہا ہے اور کہا کہ آئندہ تو میری ماں اور ہمشیرہ ہے اور جاتے ہوئے پھر ایک خط سخت ہندہ کے والد کو لکھا کہ اگر ہندہ کو لے جاؤ یہ میرے قابل نہیں رہی ہے اور میری طرف سے جواب ہے۔ اس کو ہرگز میں نہیں رکھوں گا اور نہ ہی اس کے ساتھ میرا کوئی غرض واسطہ ہے۔ عندالشرع اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتی :- مولانا قاری یحیٰی محمد صاحب پیامی خطیب بکر منڈی اوکاڑہ ۱۱۔۸۔۵۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو از روئے قواعدِ مذہبِ مہذبِ حنفی ہندہ پر طلاق بائن واقع ہو گئی "بس اب تو میری ماں اور ہمشیرہ ہے" عوام الناس جب اپنی بیوی کو کہتے ہیں تو طلاق بائن کے ارادہ سے کہتے ہیں، بنا بریں علیہ یہ لفظ صریح طلاق کا بن چکا ہے، تنویر الابصار، در المختار، رد المختار ج ۲ ص ۵۹۰ میں ہے صریحہ مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ، شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا ای غالبا نیز رد المختار ص ۵۹۴ میں ہے وانما کان ما ذکرہ صریحا لانہ صار فاشیا فی العرف فی استعمالہ فی الطلاق لا یعرفون من صیغ الطلاق غیرہ ولا یحلف بہ الا الرجال وقد مر ان الصریح ما غلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا کما افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن

للعرف بلانية مع ان المنصوص عليه عند المتقدمين توقفه على النية (الیٰ ان قال) الحق الوقوع بہ فی ھذا الزمان لاشتہارہا فی معنی التطلیق فیجب الرجوع الیہ والتعویل علیہ عملا بالاحتیاط فی امر الفروج۔ اور ج ۲ ص ۷۶۱ میں فرمایا والفتویٰ علی العرف الحادث لان کلام کل عاقد وحالف ونحوہ یحمل علی عرفہ وان خالف ظاہر الروایۃ کما قالوا من ان الحاکم والمفتی لیس لہ ان یحکم ویفتی بظاہر الروایۃ ویترک العرف فکان الصواب ما قال شمس الائمۃ، اور قرآنِ کریم میں ہے وأمر بالعرف اور باقی خط کشیدہ کلمات میں بھی کنایاتِ طلاق ہیں اور غصہ منافی طلاق نہیں بلکہ بہت سے کنایات میں نیتِ طلاق کی دلالت بنتا ہے کما صرح بہ فی کتب المذھب کافۃ، طلاق ہوتی ہی ناراضگی میں ہے، پھر زید کے وہ سخت ترین ظلم جو ظلمات بعضہا فوق بعض کے مصداق ہیں، متقاضی طلاق ہیں، قرآنِ کریم میں ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۶ محرم الحرام ۸۰ھ

الاستفتاء

بخدمت حضرت مولانا مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ بذریعہ تحریر ہذا صورتِ مسئولہ کا جواب مطلوب ہے امید ہے کہ آپ جواب مسئلہ باحوالہ روانہ فرما کر مشکور فرما دیں گے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ کو بایں الفاظ طلاق دیتا ہے تین دفعہ یا اس سے

marfat.com

بھی زائد یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، پھر یہ الفاظ کہے، تو مجھ پر حرام ہے، تو مجھ پر حرام ہے، تو مجھ پر حرام ہے۔ اب۔ شریعت مبارک کی رو سے یہ عورت اپنے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نکاح میں آسکتی ہے تو یہ طلاق کونسی واقع ہوئی بائن یا مغلظہ یا رجعی؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

سائل: حافظ بشیر احمد بشیر ابستی حضرت حافظ حبیب اللہ صاحب ڈاکخانہ ہڑپہ ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً یہ طلاق طلاقِ مغلظہ ہے لہٰذا بدون حلالہ وہ شخص نکاح بھی نہیں کر سکتا قرآنِ کریم میں ہے الطلاق مرتٰن یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے دو طلاقیں ہیں، آگے فرمایا فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تیسری طلاق دیدے تو وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں، ہاں حلالہ کرے تو حلال ہو سکتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذا قال لامرأتہ انت طالق وطالق وطالق ولم یعلقہ بالشرط ان کانت مدخولۃ طلقت ثلثا۔ ہاں اگر وہ مرد اور عورت نکاح کے بعد کسی مکان میں اکیلے نہیں ہوئے اور نزدیکی نہیں کی تو صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور بلا حلالہ نکاح ہو سکتا ہے، اسی میں ہے وان کانت غیر مدخولۃ طلقت واحدۃ۔

رہا غصہ تو وہ وقوع طلاق سے مانع نہیں کہ عموماً طلاق دی ہی غصہ سے جاتی ہے کوئی وہ شخص جو اپنی بیوی سے راضی خوشی ہو طلاق نہیں دیتا اور یہی وجہ ہے کہ الفاظِ کنایہ میں غصہ دلیلِ طلاق ہے کما فی اسفار المذھب المھذب متونا و شروحا وحواشی وفتاوی۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۲۱ ربیع الثانی ۸۵ھ مطابق ۱۹/۸/۶۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں، زید نے اپنی بیوی کو بحالتِ غصہ ماں بہن کہا ہے اور کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور تجھے طلاق ہے، کیا کفارہ ظہار ادا کردے تو نکاح بحال ہوسکتا ہے یا بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے یا حلالہ کی شرط عائد کی جائے یا طلاق رجعی تصور ہوگی؟ بینوا توجروا۔

السائل: محمد بشیر سکنہ چک ۲۸۹/ای۔بی ڈاکخانہ گگو منڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ماں بہن کہنا بلا تشبیہ ظہار نہیں بنتا بلکہ لغو ہے تو کفارہ نہیں پڑتا کما فی الھندیۃ وغیرھا اور "تو مجھ پر حرام ہے" طلاقِ بائن اور "تجھے طلاق ہے" دوسری طلاق ہے لہذا حلالہ نہیں پڑتا اور نکاحِ جدید ہوسکتا ہے اور چونکہ زید ہی طلاق دہندہ اور صاحبِ عدت ہے یعنی عدت اس کے حق کے لئے ہے لہذا یہ عدت کے اندر ہی نکاح کرسکتا ہے اور اگر کسی اور شخص سے نکاح کرے تو عدت پوری کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے کما فی کتب المذھب الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۱۶/۷/۶۹

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی عورت کو دوسروں کی زبردستی کہلوانے پر غصہ کی حالت میں اپنی عورت کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے، تین دفعہ، لیکن اس کے دل میں طلاق کا ارادہ نہیں تھا تو کیا اس کے الفاظ مذکورہ سے اس پر عورت حرام ہو جائیگی؟ اور طلاق کونسی ہو گی؟ اگر میاں بیوی راضی ہوں تو پھر رجوع کی کیا صورت ہو گی؟ بینوا توجروا۔

المستفتی، حافظ غلام محمد پاکستانی ثم مظفر گڑھی، حال مقیم مدینہ منورہ (بوساطت حاجی محمد اسمٰعیل صاحب) (مدینہ منورہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصّواب

اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے

افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ اور ص ۶۴۵ میں ہے انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن

لہٰذا تین بار کہنا ایک بار کہنے کی طرح ہے اور طلاق عموماً غصہ اور ناراضگی میں ہی ہوتی ہے اور ایسی عمومی زبردستی کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر میاں بیوی راضی ہو جائیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں کیونکہ طلاق صرف ایک ہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۰ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۴ھ

marfat.com

الاستفتاء

السلام علیکم : عاجزانہ گذارش ہے کہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمارِ دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصے میں آکر چاروں مذہبوں میں حرام کردیا اور اس کا جواب قرآن اور حدیث اور معتبر کتابوں سے دیں، کیا اس کو طلاق آگئی ہے یا کہ نہیں ؟

السائل : مقبول احمد قوم جوئیا ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور موضع ککروالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

از روئے مذہبِ حنفی ایک طلاق بائن ہوگئی، اگر دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو بلاحلالہ ہوسکتا ہے، ہاں اگر حرام کہتے وقت تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو طلاق مغلظ یعنی تین طلاقیں پڑگئیں کہ اب بلاحلالہ نکاح نہیں کرسکتے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۷ اور ج ۲ ص ۱۸۳ میں ہے والفتویٰ علیٰ انہ یقع بہ الطلاق الخ شامی ج ۲ ص ۶۰۷ اور تنویر الابصار، درالمختار، شامی ج ۲ ص ۶۱۷ اور ج ۲ ص ۶۲۷ میں ہے والنظم من التنویر وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواہا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ ، اور چونکہ ہمارا مذہب قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک کی روشنی میں حق ہے اور قرآن شریف میں ہے وأمر بالعرف لہذا یہ حکم حق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ، ۲ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۱۶ ۷۶ء (مع تصدیقاتِ علمائے دارالعلوم)

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں :

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی مدخولہ بیوی کو بانیتِ طلاق زمین پہ یکے بعد دیگرے تین لکیریں کھینچیں اور ہر لکیر کھینچتے وقت یہ الفاظ کہے کہ ایک یہ، یہ دو اور یہ تین، تین لکیریں کھینچنے کے بعد یہ کہا تو میری بہن ہے، بہن ہے اور زید نے یہ اقرار کیا، لکیریں کھینچتے وقت میری نیت طلاق کی تھی اور ہر لکیر سے مراد طلاق تھی۔

علمائے کرام سے دریافت ہے کہ آیا اس طرح کرنے سے یعنی محض لکیریں کھینچیں اور زبان سے لفظِ طلاق یا کنایہ وغیرہ کا نہیں بولا اور نیت طلاق تھی، فقط طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ اور اگر واقع ہوئی تو ایک یا تین اور زوجین کی مصالحت کی صورت میں زید کی بیوی دوبارہ اس کے نکاح میں آسکتی یا کہ نہیں ؟

السائل : علی محمد ولد خان محمد قوم کھوکھر چک ۹۲/ای-بی 18.11.79

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

یہ صورت طلاق بالکنایہ کی ہے جو نیت اور دلالتِ حال سے واقع ہو جاتی ہے اور سائل نیتِ طلاق کا اقرار کرتا ہے اور غصہ کی حالت ہے اور پھر "تو میری بہن ہے" کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا لکیر کھینچنا تو کہتا ہے کہ یہ ایک، یہ دو اور یہ تین طلاقیں ہیں اور اضافتِ طلاق مقدر ہے یعنی مراد یہ ہے کہ یہ لکیر تجھے ایک طلاق ہے اور یہ دو اور یہ تین اور "تجھے" گو لفظوں میں صراحۃً مذکور نہیں مگر غصہ کی حالت اور طلاق واضح کرتی ہے جس پر تو میری بہن ہے کہنا بھی صریح قرینہ ہے حالانکہ اضافت الی الطلاق صراحۃً شرط نہیں بلکہ مفہوماً بھی کافی ہے کما صرح بہ الشامی حیث قال ج ۲ ص ۵۹ ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ۔ بظاہر سوال یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا

یہ ایک ، یہ دو ، یہ تین ، یہ اپنی منکوحہ کو بطریقِ خطاب ہے بلکہ پنجابی محاورہ کے لحاظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پنجابی میں ایک لکیر کھینچ کر کہا ہوگا یہ ہِک پئی اور دو کھینچ کر کہا ہوگا یہ دُوئی نی اور تین کھینچ کر کہا ہوگا تیسری نی ، اگر واقع میں یونہی ہے تو یہ صریح خطاب اور اضافتِ معنویہ بھی ہے ، جو معتبر ہے ، شامی ج ۲ ص ۵۹۰ ، طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ میں ہے (قولہ لترک الاضافۃ) ای المعنویۃ وھی شرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ نحو ھذہ طالق

بہرحال میرے علم اور فقہائے کرام کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ تینوں طلاقیں پڑ گئیں اور زید کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی ، جس کے ساتھ دوبارہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں کر سکتا ۔ من الھندیۃ والخلاصۃ وغیرھا من اسفار المذھب المھذب الحنفی ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بدیہ ۹ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ ۲۹.۱۱.۷۹

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس محترم ومکرم قبلہ وکعبہ آقائے نعمت پیرِ طریقت رہبرِ شریعت صوفیٔ باصفا عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ، قبلہ ابا جان (دامت برکاتہم العالیہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، کے بعد عرض ہے کہ بندہ کے سامنے چند مسائل پیش ہوئے ہیں ، حضور آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں :-

۱ - ایک آدمی نے سوال کیا ہے کہ مثلاً ایک آدمی کی شادی نئی ہوئی ہے یا پہلے ہے اس نے اپنی بیوی کے پستان محبت میں آکر چوسے ، کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہیں ؟ اگر نکاح نہیں ٹوٹا تو فتوی کے ذریعے اس کی تنبیہ فرمائیں اور پورے دلائل اور فتوے کے ساتھ جواب دیں ۔

marfat.com

۲۔ اگر امام فجر کی نماز میں ۲۶ سیپارے میں سے ایک رکوع پڑھے اور دوسری رکعت میں ۲۴ سیپارے کا پڑھ دے، کیا جماعت ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو تمام نمازی نماز قضا پڑھیں یا کہ نہیں؟

۳۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، دس بارہ دنوں کے بعد دونوں میاں بیوی کی صلح ہو گئی اور انہوں نے مباشرت بھی کی، کیا نکاح تو ختم ہو چکا تھا اب اس کی بیوی اس پر حلال ہے یا نہیں؟ اور ان کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

۴۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ میں آکر طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیا اور بعد میں اپنی بیوی سے معافی مانگی کہ میں غصہ میں آکر تجھ کو طلاق دے بیٹھا ہوں اور غلطی کر لی ہے، کیا وہ طلاق ہو گئی یا کہ نہیں ہوئی؟

۵۔ مسجد سے راستہ بنانا اور آمد و رفت رکھنا، کوئی مسجد کا احترام نہ کرنا اور عورتوں کا حیض و نفاس، استحاضہ خون آنے کے باوجود مسجد سے گزرنا،

اس کے متعلق آپ حضور مہربانی فرما کر دلائل اور فتوے کے ساتھ جواب دیں، ان تمام کا حل ہونا میرے لئے باعثِ شرف و عزت ہے۔

السائل: حافظ قاری محمد سعید احمد سلطانی خطیب جامع مسجد غوثیہ بریلویہ المینار، مکھن پورہ نزد نیو شاد باغ لاہور ۱۱.۳.۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

مولانا! مجھے اتنی فرصت نہیں کہ میں دلائل کے ساتھ لکھ سکوں کیونکہ مجھے اسباق بھی پڑھانے ہوتے ہیں اور دار العلوم کی دیکھ بھال بھی کرنی ہوتی ہے اور سوالات بھی کافی آتے ہیں اور آپ حضرات ایک مسئلہ نہیں بلکہ مسائل کی فہرست دیتے ہیں۔ صرف جوابِ شرعی لکھ دیتا ہوں، دلائل دیکھنے ہوں تو بوقتِ فرصت ملیں تو ہو سکتا ہے۔

marfat.com

۱- نکاح نہیں ٹوٹتا کہ مدت رضاعت کی ڈھائی سال ہے۔

۲- ہاں نماز صحیح ہو جائے گی کہ سب قرآنِ مجید ہی ہے۔

۳- طلاق دے دی، ایک یا دو یا تین؟ رجعی یا بائن؟ ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے، تفصیل سے سوال کریں۔

۴- طلاق دینے کے بعد معافی مانگنے کا کوئی مسئلہ نہیں، اگر یہ کہا ہے کہ تجھے طلاق طلاق، طلاق ہے تو طلاقِ مغلظہ ہو گئی، ہزار معافی مانگے، بلا حلالہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا کوئی اور صورت تو کیا!

۵- یہ غلط ہے، مسجد کا احترام شرعاً ضروری ہے اور حائض اور نفساء و جنب کے لئے گذرنا ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بقلم

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۱۳۔۳۔۸۰

marfat.com

باب طلاق المجنون والمغمی علیہ

الاستفتاء

میرا نام غلام ہے، میں حویلی تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری میں رہنے والا ہوں، میں اپنے مکان کا اشٹام لے چکا ہوں اور گھر کا سامان جو دینا تھا دے چکا ہوں اور جو کچھ بھی رکھا تھا کہ لعد کو ان گواہوں کے روبرو طلاق لکھی، ایک طلاق، د طلاق سہ طلاق دے کر ان گواہوں کے سامنے سب فیصلہ کر لیا گیا، اب میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے، جو کچھ چاہے کر سکتی ہے، بیوی ستاں کو طلاق دے کر رسید لکھ دی تاکہ سند رہے۔

نشان انگوٹھا طلاق دہندہ

گواہ شد	دستخط نمبردار	گواہ شد
غلام نبی رتیاں بھٹیاں	عاشق محمد نمبردار بقلم خود	نشان انگوٹھا دین محمد حویلی لکھا
۵۵.۱.۱۲	گواہ شد	

نشان انگوٹھا حاکم علی ذیلدار، حویلی لکھا

تحریر لکھتے وقت غلام کو کوئی ہوش نہیں تھا چونکہ یہ لڑائی میں ڈٹا ہوا تھا، ہوش حواش ٹھیک نہیں تھا، تحریر لکھتے وقت بڑی جلدی کی اور یہ غصے میں تھا، خبث میں اس نے اپنے ارادہ سے طلاق نہیں دی، گواہ کے سامنے تحریر لکھی گئی۔ محمد رمضان بقلم خود

۸۶

گذارش ہے کہ عرصہ ۲۰/۲۴ سال کا ہوا میں نے مسماۃ ستاں سے شادی کر لی تھی جس کے لطن سے چار بچے مسماۃ اللہ سین دختر لعمر ۲۸، محمد حیات لعمر ۱۸ سال، مسماۃ نبر بیگم لعمر ۱۶ سال، احمد یار لعمر ۱۳/۱۴ سالہ ہیں، میری بیوی میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ناراضگی ہے، میرے ساتھ اس کے تعلقات خوشگوار ہیں، میں مذکورہ کی طلاق کا

بالکل کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہوں اور نہ پہلے تھے، البتہ میری دماغی حالت درست نہیں ہے جس کی وجہ سے کئی مرتبہ میرے سے ناجائز حرکتیں مدہوشی کے عالم میں سرزد ہو جاتی ہیں، چنانچہ اس مرتبہ بھی اس قسم کا دماغی دورہ مجھ پر پڑا اور مجھے اچھے بُرے اور نفع نقصان اپنے اور دوسرے کا ہوش نہ رہا ہے، اس مدہوشی کے دوران میں مولوی گھنا صاحبزادہ غلام رسول کو میں نے طلاق لکھ دینے کے لئے کہا لیکن مذکورین نے میری مدہوشی اور دماغ کی نادرستی دیکھ کر لکھنے سے انکار کر دیا، مسمی غلام نبی طفلک بعمر ۱۵/۱۶ سال جو کہ پڑوسی ہے نے میرے کہنے پر لکھ دی، ہوش آنے پر مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ غلطی بعد ارادہ مدہوشی میں کر لی ہے، گواہان طلاق نامہ و تحریر کنندہ بھی میری مدہوشی پر گواہ ہیں۔ چونکہ یہ معاملہ شرعی ہے اس لئے اس کے متعلق حکم شرعی دیا جاوے، تحریر کنندہ ناتجربہ کار طفل تھا اور نہ صاحبِ ہوش افراد نے طلاق نامہ لکھنے سے میری حالت دیکھ کر انکار کر دیا تھا۔

فدوی غلام محمد ولد خدا بخش ساکن حویلی

(دستخط غلام نبی تھانیدار بحروف انگریزی)

شیر محمد بقلم خود نشان انگوٹھا غلام محمد نشان انگوٹھا رحمت علی نشان انگوٹھا نور محمد

حکیم امان الدین بقلم خود محمد سعید بقلم خود گھنا بقلم خود غلام رسول بقلم خود
۲۱.۸.۵۵ ۲۱.۸.۵۵

محمد الدین بقلم خود ماسٹر اللہ یار تاج بقلم خود غلام رسول بقلم خود محمد انور بقلم خود حویلی
محمد علی بقلم خود نشان انگوٹھا فیض احمد نور محمد بقلم خود غلام محمد بقلم خود

محمد رمضان بقلم خود نور نبی بقلم خود محمد دریام بقلم خود شاہ علی (Ali)
نشان انگوٹھا حاجی رجب علی نشان انگوٹھا حاجی احمد دین نشان انگوٹھا باغ علی

marfat.com

فیض رسول بقلم خود   محمد سعید چشتی بقلم خود   غلام دستگیر میونسپل کمشنر بقلم خود

۵۵ ۔ ۸ ۔ ۲۱

عبدالحمید خاں ولد میر محمد خاں بقلم خود، حویلی لکھا ۵۵ ۔ ۸ ۔ ۲۲

نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ یہ دستخط اور انگوٹھے غلام محمد کی دماغی حالت درست نہ ہونے اور کئی مرتبہ مدہوشی کے دورے پڑنے کی تصدیق کے لئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً درستی عقل شرطِ طلاق ہے اور اختلالِ عقل مانع، نیز جس کا جنون و مدہوشی و اختلالِ عقل صرف ایک مرتبہ ثابت ہوجائے تو کلماتِ طلاق جو اس کی طرف منسوب کئے جائیں، ان کے متعلق اس کا حلفیہ بیان کہ مجھے جنون یا مدہوشی و اختلال عقل کا دورہ پڑا ہوا تھا، کافی ہے اور وہ کلماتِ طلاق جو فی الواقع اس نے کہے بھی ہوں طلاق منتصور نہیں ہوں گے کہ درستی عقل کی شرط پائی نہیں گئی۔

بدائع صنائع ج ۳ ص ۹۹ میں ہے والعقل من شرائط اھلیۃ التصرف بحکم قرآنِ کریم نے فرمایا ما جعل علیکم فی الدین من حرج فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶، ۵۸۷، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۴۰، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۳، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے والنظم من الھندیۃ ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیہ والمدھوش الخ فتاویٰ قاضی خاں ج ۲ ص ۲۱۳، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۴۰ میں ہے رجل عرف انہ کان مجنونا فقالت لہ امرأتہ طلقتنی البارحۃ فقال لزوج اصابنی الجنون ولا یعرف ذلک الا بقولہ کان القول

marfat.com

قولہ نیز خیریہ ج۱ ص ۴۷ میں ہے ان المدھوش ان عرف منہ الدھش مرۃ فالقول قولہ بیمینہ نیز ج۱ ص ۴۱ ، ۴۲ میں ہے نظماً اور شامی ج ۲ ص ۵۸۷ میں ہے نثراً والنظم لہ وسئل نظما فیمن طلق زوجتہ ثلثا فی مجلس القاضی وھو مغتاظ مدھوش فاجاب نظما ایضاً بان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منہ الدھش مرۃ یصدق بلا برھان ، نیز علامہ شامی علیہ الرحمہ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں فمادام فی حال غلبۃ الخلل فی الاقوال والافعال لاتعتبر اقوالہ وان کان یعلمھا ویریدھا لان ھٰذہ المعرفۃ والارادۃ غیر معتبرۃ لعدم حصولھا عن ادراک صحیح کما لاتعتبر من الصبی العاقل ۔

تو اگر صورتِ مندرجہ بالا صحیح و واقعی ہے اور غلام محمد کو مدہوشی واختلالِ عقل کے دورے پڑا کرتے ہیں تو اس تحریر طلاق کے متعلق اس کا حلفیہ بیان کر تحریر کراتے وقت عقل درست نہیں تھی اور مدہوشی کا دورہ تھا ، کافی ہے ، وہ تحریر شرعاً لغو و باطل شمار ہوگی اور طلاق ایک بھی نہیں پڑے گی اگرچہ اس مدہوشی کا گواہ ایک بھی نہ ہو ، یہ جواب صحتِ سوال و بیانِ مذکور پر مبنی ہے اور اگر سوال و بیان صحیح نہ ہوں تو جواب بھی یہ نہیں ہوگا ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ، ۱۳ محرم الحرام روز جمعۃ المبارک ۱۳۷۵ھ

نوٹ : اس فتویٰ کی تحریر کے بعد فریقِ ثانی نے اس سلسلے میں مختلف موقف پیش کیا اس پر یہ جواب تحریر فرمایا ۔ ←

marfat.com

۴۸۶
۹۲

محبی مخلصی مولانا غلام رسول صاحب و دیگر احباب صاحبان زادت عنایاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،۔ از جرم مبارکہ! بعد از دعوات عافیت طرفین آنکہ آپ کے مرقوم ملے، کوائف مندرجہ سے آگاہی ہوئی،

جواباً مرقوم کہ میرا وہ جواب فتویٰ ہے جس کی بنا صحت و واقعیت سوال پر ہے جس کا ذکر اس فتویٰ میں بار بار موجود ہے، اگر کوئی صاحب اسے فیصلہ یا ڈگری تصور کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا خیال ہے، میں نے کوئی ڈگری یا فیصلہ نہیں دیا، نہ ہی میرے سامنے شرعی شہادتیں گذریں اور نہ ہی میں نے دوسرے فریق کو طلب کیا تو فیصلہ کیسے ہوا حالانکہ فتویٰ کا اختتام ہی ان الفاظ پر ہے کہ " اگر سوال و بیان صحیح نہ ہوں تو جواب بھی یہ نہ ہوگا " جن سے اس و شمس کی طرح واضح و نمایاں ہوا کہ یہ فیصلہ نہیں۔ آپ نے وہ نوٹ بھی پڑھا ہوگا جو جواب سے پہلے ہے اور جواب تو بڑے غور سے پڑھا ہوگا۔

بہرحال فتویٰ کا صحیح مفہوم سائلین کو سمجھا دیں اور اگر سوال ثابت نہ ہو سکے تو غلام کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکیں اور تحلیل شرعی کے بغیر قطعاً کسی صورت میں اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اسی کی طرف میرے الفاظ مندرجہ فتویٰ " تو جواب بھی یہ نہ ہوگا " میں اشارہ ہے۔

آپ باقاعدہ سب گواہوں کی شہادتیں لے کر فیصلہ کر دیں کہ طرفین گناہ سے بچ سکیں، ہاں علامہ شامی علیہ الرحمہ کی یہ عبارت بھی پیش نظر رہے وایضاً فان بعض المجانین یعرف ما یقول ویریدہ ویذکر ما یشهد الجاهل به بانه عاقل ثم یظهر منه فی مجلسه ما ینافیه فاذا کان المجنون حقیقة قد یعرف ما یقول ویقصده فغیره بالاولیٰ فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش و نحوه اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عن

marfat.com

عادت، ص ج ۲ ۵۸۵ لفظ " الخارجۃ عن عادتہ " پر خاص توجہ چاہیئے،
بہرحال صورت حال حقیقت پر ہی دار و مدار ہے۔ والسلام

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ

۸۶/۹۲ ء

بخدمت فیض درجت مولانا مولوی صاحب محمد نور اللہ صاحب دام اقبالہ،
بعد از سلام علیکم واضح ہو کہ فریقین سے ثبوت لے کر وحلفیہ بیان تصدیق فرما کر تسلی و تشفی سے مطولات کتب سے مسئلہ طلاق پہ غور فرما کر سائلان کو تحریر فرما دیں تا کہ غیر شرع میں سائلاں مبتلا نہ ہو ویں فقط شبہ طلاق دہندہ و زوجہ طلاق یابندہ وسرال وعدہ آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، اس کا پوری توجہ سے فیصلہ فرما دیں عین عنایت ہو گی فقط۔ کار بار لائقہ شاد فرمایا کرو فقط۔ میری طرف سے مولوی صاحب محمد صدیق کو میرا السلام علیکم۔

الراقم: آثم صعلوک محمد یوسف چشتی از محمد یار چشتی

۸۶/۹۲ ء

مجی محترمی کرم فرمائے قدیمی جناب پیر صاحب زادت عنایتہم العالیہ
وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج گرامی !
آپ کے مرسلہ ہر سہ اشخاص کے بیاناتِ مؤکدہ سنے، زوج محض لاعلمی اور بے خبری کا قائل ہے، والدِ زوجہ کہتا ہے کہ واقعی یہ زوج پاگل ہو گیا تھا اور میری لڑکی نے کہا کہ مجھے ماں کہہ کر بھگا دیا اور کہتی ہے کہ اس وقت بے ہوش ہوتا تھا اور سجوارہ گواہ کہتا ہے کہ میرے روبرو اس نے ماں بول کر بھگا دیا اور اس وقت پاگل تھا۔ زوجہ اور گواہ کوئی بھی لفظِ طلاق بیان نہیں کرتا تو صحتِ بیانات کی صورت میں شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی کہ تمام کتبِ فقہیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ پاگل کی طلاق نہیں پڑتی اور اس صورت میں اگر ہوش والا بھی ہوتا تب بھی طلاق نہ پڑتی کہ بیوی کو ماں کہنا قطعاً طلاق نہیں اور ظہار بھی نہیں کہ ظہار میں عضو محرم محرمہ تابیدی کے ساتھ

marfat.com

تشبیہ ضروری ہے، فتاوٰے عالمگیری ج ۲ ص ۸۰۴ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمٰی علیہ والمدھوش ھٰکذا فی فتح القدیر وکذٰلک المعتوہ لایقع طلاقہ۔ ایضاً نیز ص ۱۲۶ میں ہے الظہار ھو تشبیہ الزوجۃ اوجزء منہا شائع او معبر بہ عن الکل بما لایحل النظر لہ من المحرمۃ علی التابید، اسی صفحہ میں ہے لوقال لہا انت امی لایکون مظاہرا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۰ / صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

از بائل گنج ۶۲-۷-۱۰

۷۸۶ / ۹۲

قبلہ جناب مولوی صاحب نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مزاج شریف!

عرصہ تقریباً دو سال ہوا ہے کہ مسمی کبیر ولد لاکھا قوم ماچھی سکنہ بائل گنج پاگل ہو گیا لیکن کچھ ہوش بھی تھی، آوارہ پھرتا رہا، ایک دن نمبردار بائل گنج کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی عورت مسماۃ نیامت کو طلاق دیتا ہوں، نمبردار ٹال مٹول کر گیا، پھر نمبردار کے پاس گیا کہ میں طلاق دیتا ہوں، نمبردار نے دو چار معزز آدمیوں کو بلایا اور کبیر مذکور کے سسر کو بھی بلایا، آدمیوں نے کبیر کو بہت روکا کہ طلاق نہ دو، بے گناہ عورت کو طلاق دینا ٹھیک نہیں، کبیر نے کہا میں ضرور طلاق دونگا۔

آخر کار میں نے طلاق نامہ لکھ دیا اور کبیر کو کہا کہ طلاق طلاق طلاق اپنی زبانی کہہ، کبیر نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی نیامت دختر ماچھیا ماچھی کو طلاق دی اپنے ہوش و حواس

قائم کے ساتھ اسی طرح دو بار کہا اور زمین پر ہاتھ مارنے لگا اور بیہوش سا ہو گیا اور انگوٹھا ہم نے لگوا لیا، تھوڑی دیر بعد آدمیوں نے پکڑ کر ڈیرے سے باہر چھوڑ دیا اور تمام دن جنگل میں پھرتا رہا اور دوسرے دن گھر کا سامان لوگوں کو ویسے ہی دے دیا، کچھ سامان بچا اور اس کے بھتیجے کو پتہ چلا، وہ آکر بقایا کچھ گھر کا سامان لیکر پیر غنی چلا گیا۔

یہ پانچ مہینے آوارہ ہی پھرا، کبھی پاکپتن، کبھی دیوان چاولی مشائخ اور اسی دوران میں جس مجلس میں آوے، جتنے آدمی بیٹھے ہوں، سب کے ساتھ جہراً السلام علیکم کرنا کسی کے ہاتھ پر بوسہ دینا اور پاگلوں جیسی باتیں کرنا، یہ اس کا رویہ پانچ چھ ماہ رہا، پھر اپنے بھتیجے کے پاس پیر غنی رہا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی کیسی حالت رہی۔ اب عرصہ دو تین ماہ سے بائل گنج آگیا اور اپنی بیوی کے ساتھ صلح کر لی کہ میں نے اس وقت دیوانگی کی حالت میں طلاق دی تھی، اب میں بالکل ٹھیک ہوں، یہاں کے کئی لوگوں نے کہا کہ وہ طلاق نہیں ہوئی، تم اپنی بیوی کے پاس بیٹھ جاؤ، یہ رہنے لگ گیا مگر نمبر دار صاحب جو اس وقت ہیں ابھی آئے ہیں، ان نے فتویٰ طلب کر لیا ہے، بروئے شریعت جناب فتویٰ تحریر کر دیں کہ اس آدمی کے واسطے کیا حکم ہے۔

تابعدار: محمد منیر لودلہ، بائل گنج

(نوٹ) نیز سائل زبانی مظہر کہ یہ عارضہ اسے یوں پیش آیا کہ اس کی والدہ فوت ہو گئی اور تیسرے دن اس کا بھائی فوت ہو گیا حالانکہ اس کا ایک بھائی دو ماہ پہلے فوت ہو چکا تھا تو دماغ مختل ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ طلاق شرعاً طلاق نہیں اور بیوی حسبِ سابق

marfat.com

بیوی ہی ہے، شامی ج ۲ ص ۵۸۰ میں ہے فالذی ینبغی التعویل علیہ فی المدھوش ونحوہ اناطۃ الحکم بغلبۃ الخلل فی اقوالہ وافعالہ الخارجۃ عن عادتہ وکذا یقال فیمن اختل عقلہ لکبر او لمرض او لمصیبۃ فاجئۃ فمادام فی حال غلبۃ الخلل فی الاقوال والافعال لاتعتبر اقوالہ وان کان لایعلمھا ویریدھا لان ھٰذہ المعرفۃ والارادۃ غیر معتبرۃ لعدم حصولھا عن ادراک صحیح کما لاتعتبر من الصبی العاقل، تو واضح ہوا کہ اس کا یہ طلاق نامہ معتبر نہیں اور یونہی اس کا اپنے ہوش وحواس قائم ہونے کا دعویٰ بھی غیر صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۶۲۔۷۔۲۰۱

---

marfat.com

باب الفاظ الطلاق

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ تحریر کے بارہ میں کہ بابو مقبول احمد نے اپنے سالے محمد اکبر کو بدیں مضمون خط لکھا جو کہ درج ذیل ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس تحریر کی رو سے مقبول احمد کی منکوحہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ مقبول احمد اب منفصل ہے اور کہتا ہے کہ میں نے بوجہ ناچاکی اور ناراضگی غصہ میں یہ خط لکھا تھا اور میرا قصدا ورارادہ طلاق دینے کا نہ تھا، یہ عذر مقبول احمد کا مقبول ہے یا نہیں اور کیا طلاق دیتا ہوں کے لفظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہو گئی اور بعض اس تحریر کو کالعدم فرماتے ہیں، براہِ کرام جواب مع حوالہ کتاب ارقام فرمادیں، بینوا وتوجروا۔ نقل خط بعینہٖ یہ ہے:

۷۸۶
۹۲

برادرم محمد اکبر صاحب

تسلیم۔ تم لوگوں نے یہ جانتے ہوئے کہ ہم محمود کے رشتہ کی کوشش ہمیشہ نواب بیگم کے گھر کر رہے ہیں، بدنیتی سے یہ مشہور کیا کہ یہ مقبول کو لڑکی دیتی ہے حالانکہ میرے پاس تمہاری بہن تھی، مجھے اور لڑکی کی کیا ضرورت تھی، سب شرارت تمہاری والدہ کی ہے جس نے اتنا نہیں سوچا کہ ہم اپنی لڑکی کو جو اپنے گھر میں آباد بیٹھی ہے بخوار مست کریں، تمہاری والدہ نے نواب بیگم کی سخت بدنامی کی جس کی وجہ سے محمود کا رشتہ جو کہ ہو گیا تھا، اب ہٹ گیا ہے، علاوہ ازیں تمہاری والدہ ہماری بدنامی کرنے سے

marfat.com

باز نہیں آتی اور زبردستی لڑکی کو قصور لے جاتی ہے اور اس طرح تنگ کرتی ہے، اس بات کا مجھ کو اتنا خیال نہیں تھا لیکن جب اس نے ہم سے دشمنی کی اور محمود کی شادی میں حائل ہوئی تو ہمارا دل کھٹا ہو گیا، میں دریں حالات آپ کی بہن کو رکھنے کے لئے تیار نہیں اور طلاق دیتا ہوں (۱) میں مقبول احمد حمیدہ بیگم کو طلاق دیتا ہوں (۲) میں مقبول احمد حمیدہ بیگم کو طلاق دیتا ہوں (۳) میں مقبول احمد حمیدہ بیگم کو طلاق دیتا ہوں۔ مقبول احمد! آخر تمہاری والدہ کو ایسے کرنے کا حق کیا ہے؟

سائل: محمد انور قصوری معرفت دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مسئولہ میں شرعاً تین طلاقیں واقع ہو گئیں کہ رضا شرطِ طلاق نہیں بلکہ اکثر ناراضگی میں ہی طلاق دی جاتی ہے، عامۂ اسفارِ مذہبِ مہذب میں مفہوم اور عموم سے وقوعِ طلاقِ غضبان کا بیّن بیان ہے اور حجیتِ مفاہیم و عموماتِ کتبِ مذہبیہ تو نوریۃ البرہان ہی میں، امام غزی تمرتاشی اپنے فتاوٰے ص ۵۳ میں فرماتے ہیں واما طلاق الغضبان فعمومات کلام اصحابنا ناطقۃ بالوقوع حیث قالوا ویقع طلاق کل زوج اذا کان عاقلا بالغا الخ بلکہ ائمۂ دینِ متین نے تو غضب کو دلیلِ طلاق قرار دیا، ایسے کلماتِ کنایہ جو صالحہ طلاق من دون الرد والشتم ہیں، حالتِ غضب میں باوجود صریح انکارِ نیتِ طلاق حکمِ طلاق فرماتے ہیں نہ حالتِ رضا میں۔ مبسوط ج ۶ ص ۸۰، فتاوٰی امام قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۶، بدائع ج ۳ ص ۱۰۶، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۴، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۱، عنایہ ج ۳ ص ۴۰۱، کفایہ ج ۳ ص ۴۰۴، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۶۱، درمختار ج ۲ ص ۱۶۹، شامی ج ۲ ص ۶۳۷ و ص ۶۴۱، بحرالرائق ج ۳ ص ۳۰۲ میں ہے والنظم للامام فقیہ النفس و فی حالۃ الغضب یقع الطلاق بثلاث من ھٰذہ الثمانیۃ اذا قال لم نو

marfat.com

الطلاق لایصدق قضاء مبسوط میں ہے تعین الطلاق مرادا بہ تو صریح میں بطریق اولیٰ کہ اقویٰ من الکنایہ ہے بلکہ مشائخ عظام نے متعدد کلمات صریحہ میں بھی جو پورے ادا نہ کئے گئے ہوں وقوع طلاق کی حالت غضب میں تصریح فرمادی اور حالت رضا میں نفی، مثلاً انتِ طال، بسکون لام سے حالتِ رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے، خانیہ ج ۲ ص ۲۱۴، بحر الرائق عن الخانیہ والجوہرہ ج ۳ ص ۲۵۵، شامی ج ۲ ص ۵۹۷، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۰ میں ہے والنظم من الھندیۃ ولو حذف القاف من طالق فقال انت طال فان کسر اللام وقع بلا نیۃ والا فان کان فی مذاکرۃ الطلاق او الغضب فکذلک

فتاویٰ قاضیخان وغیرہا میں اس قسم کے متعدد جزئیات ہیں بلکہ اگر غضب کا یہ عالم ہو کہ عالم ہوتے ہوئے بھی تلفظ صحیح نہ رہے اور طلاق کو تلاق، طلاغ، تلاک، طلاک، تلاغ کہے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، فتاویٰ امام قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۱ میں ہے لان هذا مما یجری علی لسان الناس خصوصا فی الغضب والخصومۃ فیکون الطلاق واقعا ظاھرا ولا یصدق قضاء، تو صاف ثابت ہوا کہ غضب منافی طلاق نہیں بلکہ دلیلِ ارادہ طلاق ہے، اور بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۴۷، شامی ج ۲ ص ۵۹۷ میں ہے والنظم لملک العلماء حال الغضب ومذاکرۃ الطلاق دلیل ارادۃ الطلاق ظاھرا فلا یصدق فی الصرف عن الظاھر،

تو مقبول احمد صاحب کا غصہ بھی مانع طلاق نہ ہوگا بلکہ الٹا دلیلِ ارادہ طلاق بنے گا اور یہیں سے واضح ہوا کہ عذرِ عدم ارادہ طلاق محض بے سود اور غیر مسموع ہے اور یہ الفاظ تو ہیں بھی صریح اور صریح نیت سے مستغنی ہے وذا مصرح فی جمیع معتمدات المذھب الحنیف اور لفظِ طلاق دیتا ہوں محاورات ملکیہ میں عموماً ایقاع وتحقیق طلاق کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور مقبول صاحب کی نظر میں بھی لفظِ طلاق ہے کہ غصہ اور ارادہ نہ ہونا عذر بناتے ہیں اور صاف صاف

marfat.com

سرے سے معاملہ ختم ہی نہیں کرتے کہ الیعاد وغیرہ ہے اور ایسے ہی سیاقِ کلام اور طرزِ تحریر خصوصاً نمبرات ثلاثہ شہادتِ واضحہ دے رہے ہیں کہ مقبول صاحب کی نظر میں طلاق ہی ہیں اور محض احتمالِ استقبال مضر نہیں کہ وہ تو اسمِ فاعل میں بھی ہے تو انتِ طالق۔ بھی لفظِ طلاق نہ رہے گا ولا یتفوہ بہ عاقل فضلا عن فاضل بلکہ مدارِ کار غلبۂ حال پر ہے جو بیانِ مسبق سے شمس و امس کی طرح واضح ہوا۔

فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۲، خیریہ ج ۱ ص ۳۹، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۱، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶۶، شامی ج ۲ ص ۵۹۱ میں ہے والنظم للسید ابن عابدین وکذا المضارع اذا غلب فی الحال مثل اطلقک، بدائع ج ۳ ص ۱۰۲ میں ہے مثل ان یقول فی عرف دیار نارھاکنم۔ تو بیّن طور پر ثابت ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں بائنۃً و قضاءً واقع ہوگئیں واما المقبول فلم یعتذر بالایعاد ومثلہ ولو ادعاہ احد فی مثل ھٰذہ الواقعۃ الشائعۃ لما نفعہ ایضاً لانہ خلاف الظاھر والمعتاد فی المبسوط ج ۶ ص ۸۰ القاضی مامور باتباع الظاھر وما ھو المعتاد انتھیٰ، والمرأۃ کالقاضی۔

مبسوط ج ۶ ص ۸۰ و ص ۸۲ وفتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ و ۴۰۸ والکفایۃ ج ۳، ص ۳۵۳ والبحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۷ والفتاویٰ الھندیہ ج ۲ ص ۴۹ والفتاوی الغزیہ ص ۵۳، بدائع ج ۳ ص ۱۰۱ تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۸ و ج ۲ ص ۲۱۸، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ والنظم للتمرتاشی والمرأۃ کالقاضی لایحل لھا ان تمکنہ اذا سمعت منہ ذالک او علمت بہ لانہا لا تعلم الا الظاھر انتھیٰ فلا یفتی لہ المفتون الا المفتون ھٰذا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

marfat.com

الاستفتاء

علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمی چراغ ولد دھوئیں قوم ماچھی بھٹی سابقہ سکونت لاہو والا او تاڑ تحصیل سحر ضلع فیروز پور حال وارد چک گوکل والا تحصیل دیپال پور ضلع منٹگمری سکونت پذیر ہے، آج سے تیرہ سال یعنی ۱۹۴۳ء سے باپ کے گھر اس کی بیٹی مسماۃ فجاں بیٹھی ہوئی ہے جس کے خاوند فجو ولد کمالا ماچھی سکونت حال نتھے والیاں جھگیاں متصل بابا طاہر علیہ الرحمۃ، وہیں اس نے مذکورہ لڑکی فجاں اپنی زوجہ کو گھر سے نکال دیا اور دوسری شادی کرالی ہے والدین نے بہت کوشش کی ہے مگر وہ نہیں مانتے، اب سائلہ ثانی نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کے متعلق قانونِ شریعت کے مطابق قرآنِ پاک اور حدیثِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور متقدمین کے نزدیک کیا فیصلہ ہے کہ اس نے اپنی زوجہ مذکورہ بالا کے کپڑے اتروا کر زیورات لے کر گھر سے نکال کر کہا کہ آئندہ پھر ارادہ بھی نہ کرنا، میرا تیرے ساتھ کوئی نکاح نہیں رہا، جہاں تیری مرضی آوے کسی سے نکاح کرلے، میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دیدی ہے۔

یہ چند کلمات یقین کے ساتھ درست ہیں، اس کے متعلق قرآن وحدیث سے جواب دے کر مسماۃ فجاں ستم رسیدہ کی حق رسی کریں اور خدا سے اجر حاصل کریں فقط واللہ الموفق والمعین۔

تحریر کنندہ نور محمد سربراہ نمبردار لدھو والا تاڑ سابقہ سکونت، حال وارد املی موتی تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری، اپریل ۵ ر ۱۹۵۶ء

جنابِ عالی: السلام علیکم: مذکورہ بالا تحریر درست کہ فجاں کے خاوند نے ہمارے سامنے ایسا کہا تھا کہ میں تجھے تین دفعہ طلاق دے چکا ہوں، تو اپنا نکاح ثانی کرلے، کپڑے اس نے اتار لئے، زیورات لے کر گھر سے نکال دیا، اسے بلایا مگر اس نے جواب دیا۔ العبد نور محمد املی موتی 56.4.7

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے اور واقعی فجو نے فجاں کو یہ کہا ہے کہ میرا تیرے ساتھ کوئی نکاح نہیں رہا، جہاں مرضی آئے کسی سے نکاح کرلے، میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دے دی ہے، تو واقعی طلاقِ مغلظ واقع ہو چکی اور فجاں بلا حلالہ فجو کیلئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہو سکتی۔ قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

صحیح بخاری جلد ثانی ص ۷۹۱ کی حدیث شریف ہے ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے ان كانت الطلاق ثلاثا فی الحرة و ثنتين فی الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا فی الهداية اور یہی مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ج ۲ ص ۸۰، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ میں بالفاظِ متقاربہ ہے وكذلك جمع الطلاق الثلاث يقع۔ بہرحال اگر فجو نے یہ لفظ کہے ہیں تو فجاں اس کے نکاح سے قطعاً خارج ہو چکی ہے اور چونکہ وہ حسب بیانِ زبانی سائل مدخول بہا ہے تو عدت بھی اس پر لازم ہوئی جو غالباً گذر چکی ہوگی، ورنہ پوری کرے اور جہاں دل چاہے حسبِ دستورِ شریعتِ مطہرہ نکاح کر سکتی ہے، البتہ یہ بات باعثِ حیرت ہے کہ فجو کے بیانِ مذکور کے بعد والدین نے اس کے منانے کی بہت کوشش کیوں کی؟ اگر نری جہالت ہے اور بیانِ مندرجہ بالا درست ہے تو فتویٰ مذکورہ ہی ہے۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر غفرلہ یکم ماہِ رمضان المبارک ۸۵ھ

الاستفتاء

سائل نے استفسار کیا کہ ایک شخص نے اپنی مدخول بہا عورت کو کہا کہ تجھے سو طلاق ہے اور پھر کہا کہ ت کے ساتھ نہیں بلکہ ط کے ساتھ طلاق طلاق دیتا ہوں تو اس عورت کو کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟ زوج عاقل بالغ ہے اور ناراضگی میں کلماتِ مذکورہ استعمال کئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

عورت مذکورہ پر بلاشک وشبہ وریب تین طلاقیں واقع ہوئیں اور باقی لغو ہیں، اس پر ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ سننِ بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷ اور موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۶ مطبوع مع الشرح میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے والنظم من البیھقی ان رجلا قال لابن عباس طلقت امرأتی مائۃ قال تاخذ ثلثا وتدع سبعا وتسعین نیز سننِ بیہقی میں انہیں حضرتِ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے طلقت امرأتی الفا کے جواب میں ہے تاخذ ثلثا وتدع تسعمائۃ وسبعۃ وتسعین حاصل یہ کہ جس شخص نے سو طلاق دی، اس کو فرمایا کہ تین واقع ہوئیں اور ستانوے لغو ہیں اور یونہی سننِ بیہقی وغیرہ میں بکثرت صحابہ کرام سے مسند حدیثیں ہیں۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ج ۲ ص ۸۰، میزان الشعرانی ج ۲ ص ۱۲۶، کشف الغمہ ج ۲ ص ۹۸ میں ہے والنظم من الرحمۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ

marfat.com

علیٰ ان الطلاق فی الحیض لمدخول بها او فی طهر جامع فیہ محرم الا انہ یقع وکذٰلک جمع الطلاق الثلاث محرم ویقع۔

حاصل یہ کہ ہر چار اماموں کے نزدیک تین واقع ہیں۔ مؤطا امام محمد ص ۲۰۳ میں ہے وھو قول ابی حنیفۃ وعامۃ فقہائنا۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۰، شامی ج ۲ ص ۵۷۶ میں ہے وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الیٰ انہ یقع ثلاث یعنی جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور وہ ائمہ دین جو ان کے پیچھے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ان سب حضرات کا متفقہ مذہب ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دے تو تین واقع ہو جاتی ہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ ناراضگی میں یہ کلمات استعمال کئے ہیں تو اس کا جواب واضح کہ طلاق ہوتی ہی ناراضگی میں ہے، جہلاء اس قسم کے حیلوں بہانوں سے مطلب براری چاہتے ہیں جو قطعاً مفید نہیں، فقہائے کرام نے تو ناراضگی کو دلیلِ طلاق بنایا ہے کما صرحوا بہ متوننا وشروحنا وفتاویٰ وحواشی فی الکنایات تو معلوم ہوا کہ یہ عذر ہرگز ہرگز مفید نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

مؤرخہ ۱۸ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۰ھ بروز جمعۃ المبارکہ بوقت ۸ بجے صبح

الاستفتاء

مکرمی جناب حضرت مولانا صاحب نادالطافہ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :۔ ہماری یونین کونسل ۱۶۹ موضع سوہجارام تحصیل دیپالپور

ضلع منٹگمری کو ایک تحریر بصورت طلاق نامہ پیش ہوئی ہے، ہم لوگ اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرنا چاہتے ہیں، اس تحریر کی نقل حاضرِ خدمت ہے، لہذا التماس ہے کہ برائے مہربانی شریعت کے مطابق اس کا فتویٰ دے کر مشکور فرمائیں کہ آیا یہ طلاق صحیح طور پر وارد ہو چکی ہے اور رجوع کر سکتے ہیں؟ نیز اگر طلاق وارد نہیں ہوئی تو پھر بھی کوئی کفارہ ادا کرنا ضروری ہے اور وہ کیا ہے؟ (یعنی اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہو گی؟) خدا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

(دستخط بمع مہر)

خان ارشاد احمد خاں چیئرمین یونین کونسل ۱۲۹ سوبھا رام مذکور

۱۱۰۸۰۶۳ مہر دفتر یونین کونسل

(نقل طلاق نامہ) ۲۲ ۴/۶۳

منکہ مسمّی سجوارہ ولد طوریز قوم لوفاری سکنہ چک ۴۰/ڈی تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری، میں اپنے جو کہ میں مسمّی سجوارہ روبرو گواہاں کے بیانات کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی صابراں دخترِ باقر ولد کرم کی تھی، میں اس کو اپنے ہوش و حواس سے تین دفعہ طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں اور میں حق مہر معاف کرا چکا ہوں آئندہ کوئی عذر داری نہ ہو گی کیونکہ یہ عورت میرے قابل نہیں ہے۔

سجوارہ ۴۰/D (نشان انگوٹھا) ۲۲ ۴/۶۳

خان ولد بلو ۴۰/D سردار علی (دستخط) دستخط

نشان انگوٹھا سردار علی بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھمّ اجعل لی النور والصّواب

محبِ ملک و ملت جناب خانصاحب زادت عنایتہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاجِ گرامی! مرسلہ تحریر باقاعدہ طلاقنامہ ہے اور

marfat.com

طلاقِ مغلظہ ہے، ایسی طلاق کا نام طلاقِ صریح ہے اور طلاقِ صریح کا حکم یہ ہے کہ طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو، ہر طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے، ہدایہ شریف ج ۲ ص ۳۳۹ میں ہے ولا یفتقر الی النیۃ ، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۶ میں ہے ان یطلقھا ثلٰثا فی طھر واحد بکلمۃ واحدۃ او بکلمات متفرقۃ (الیٰ ان قالوا) وقع الطلاق ، نیز فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶۳ میں ہے ان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نویٰ او لم ینو،

تو واضح ہوا کہ یہ تین طلاقیں صحیح طور پر واقع ہو چکی ہیں اور میاں بیوی کی علیحدگی ضروری ہے، دوبارہ نکاح بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ عورت عدت گذارنے کے بعد نکاحِ ثانی کرتے ہوئے نئے خاوند کی باقاعدہ ہمبستری کے بعد طلاق حاصل کر کے عدت نہ گذارے، یہ طلاق دہندہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا، یہ حکم قرآنِ کریم پارہ ۲ کا ہے اور یہی ہمارے ائمۂ دین کا ارشاد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۸ ۸/۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ ملتِ بیضاء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو کہ بقدرِ ضرورت مسائلِ شرعیہ سے واقف ہے اس نے بصیغہ ماضی دو مرتبہ طلاقِ صریح دی مگر دوسری طلاق کے وقت اس نے پہلی ہی طلاق کی تکرار کی نیت کی تھی، اب بصیغہ حال کہ "طلاق دیتا ہوں" کہے تو کیا یہ طلاقِ مغلظ ہو گی یا رجعی؟ اور کیا صریح میں تکرار کی نیت درست ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : عبدالمصطفٰے غفرلہٗ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً یہ حقیقت واضح ہے کہ صیغۂ حال "طلاق دیتا ہوں" صریح طلاق ہے اور یہ بھی واضح کہ یہ لفظ ماضی میں واقع شدہ طلاق کی تاکید و تکرار برائے اخبار نہیں بن سکتا، اور یہ بھی واضح کہ اس کے متعلق استفسار بھی نہیں، استفسار صرف دو مرتبہ صیغۂ ماضی کہنے کے متعلق ہے مگر الفاظِ سوال بوجہِ تناقض باعثِ اشکال ہیں، پہلے یہ لکھا ہے کہ دو مرتبہ طلاقِ صریح دی، پھر لکھا ہے کہ دوسری طلاق کے وقت پہلی ہی طلاق کی تکرار کی نیت کی تھی، نیتِ تکرار کا تقاضا تو یہ ہے کہ طلاق صرف ایک ہی دی تھی اور لفظ اخباراً یا تاکیداً دہرا گیا مگر دو مرتبہ طلاق صریح دینے کا اقرار تاکید و اخبار نہیں بننے دیتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ سائل بوجہ عدمِ واقفیت یوں لکھ بیٹھا ہے اور مطلب یہ ہے کہ طلاقِ صریح کا لفظ بصیغۂ ماضی دو مرتبہ بولا ہے اور دوسری مرتبہ بولنا صرف اخبار من الاول یا تاکید کی نسبت سے ہی ہے یعنی طلاقِ صرف ایک ہی دی اور لفظ دو مرتبہ بولا اور یہی معنی سائل نے آخری استفساری جملوں میں ادا کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صیغۂ ماضی کے ان دو لفظوں سے دیانۃً صرف ایک ہی رجعی طلاق واقع ہوئی اور صیغۂ حال کے بعد دو طلاقیں رجعی بن گئیں مگر یہ صرف دیانۃً ہی ہے اور قضاءً وہ واقع ہو چکی تھیں تو تیسری سے مغلظہ بن گئیں، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۵، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، شامی ج ۲ ص ۶۳۲، الجوہرۃ النیرہ ج ۲ ص ۱۰۳ میں بالفاظِ متقاربہ ہے

ولو قال لها انت طالق طالق او انت طالق انت طالق او قال قد طلقتك قد طلقتك او قال انت طالق وقد طلقتك تقع ثنتان اذا كانت المرأة مدخولا بها ولو قال عنيت بالثاني

عہ عقود الدریہ ج۱ ص ۳۶، ۳۷ بالتکرار ثلاثاً ۱۲

الاخبار عن الاول لم يصدق فی القضاء[عــه] و يصدق فيما بينه و بين الله تعالیٰ۔

بہر حال دیانۃً مغلظ نہیں اور رجعی ہے مگر چونکہ بیوی بھی قاضی کے حکم میں ہے یعنی اگر بیوی نے یہ لفظ سن لئے یا ایک عدل کی خبر و شہادت سے جان لیا تو اس پر اس کے خاوند کے پاس بطور زوجہ رہنا حرام ہو جاتا ہے، مبسوط ج ۶ ص ۸۰، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۱، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۷، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۴۹، فتاویٰ غزیہ ص ۵۳، شامی ج ۲ ص ۵۹۴، کفایہ ج ۳ ص ۳۵۳، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم منہ و کل ما لا[سہ] يدين القاضی اذا سمعته منه المرأة او شهد به عندها عدل لا يسعها ان تدينه لانها كالقاضی لا تعرف منه الا الظاهر۔ پس اگر اس صورت میں بیوی کو علم نہیں تو معاملہ آسان ہے ورنہ بڑا مشکل ہے۔

و الله تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور الله النعیمی غفرلہٗ ۳۰/۱۰/۶۳

الاستفتاء

سوال: من جانب متاب بی بی دختر نواب الدین قوم موچی سکنہ ولی پورہ حال وارد چک ۱۹ ضلع منٹگمری۔

عــه عقود الدریہ ج ۱ ص ۳۷-۱۲

سہ فی العقود الدریۃ ج ۱ ص ۳۷ لکن لا يصدق انه قصد التاكيد الا بيمينه لان كل موضع كان القول فيه قوله انما يصدق مع اليمين لانه امين فی الاخبار عما فی ضميره والقول قوله مع يمينه كما فی الزيلعی و افتى بذلك التمرتاشی ۱۲ منہ غفرلہٗ

marfat.com

بخدمت علمائے اسلام

عرصہ تقریباً تین سال کا ہوا ہے، میرے خاوند غلام محمد ولد بوٹا قوم موچی ساکن ککہ کنڈیالہ ضلع امرتسر نے مجھ کو مار کوٹ کر گھر سے نکال دیا اور کہا کہ اپنی ماں کے ساتھ چلی جا، میرا تیرا وسیب نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھ کو رکھنا چاہتا ہوں، میں اپنی ماں کے ساتھ چک ۱۹ ضلع منٹگمری میں آگئی، اس وقت سے محنت مزدوری کر کے اپنا گذارہ کر رہی ہوں، نہ میرا خاوند آیا اور نہ لیجا کر آباد کیا اور نہ نان و نفقہ دیا، میرا بھائی اس کے پاس دو تین دفعہ گیا اور جا کر اس کو کہا کہ یا تو اپنی زوجہ کو لیجا کر آباد کر یا طلاق لکھ دے، تو کہتا ہے نہ میں آباد کرنا ہے اور نہ اس پر میرا کوئی حق ہے لہذا اب علمائے کرام سے درخواست کرتی ہوں کہ اگر میرا کوئی شرعی فیصلہ ہو سکتا ہو تو فتوے دیں۔

سائلہ: مسماۃ متاب بی بی

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ سوال مندرجہ بالا بالکل صحیح ہے۔

گواہ شد — حضور دین ولد کرم دین قوم موچی سکنہ چک ۱۹

گواہ شد — شہابدین ولد امام الدین قوم موچی ساکن گھرمالہ

گواہ شد — نواب الدین ولد گاموں قوم موچی ساکن چک ۲۶ ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الجواب : الحمد للہ رب العلمین ہ

اگر سوال صحیح ہے تو صورتِ مسئولہ میں متاب بی بی کو طلاق واقع ہو چکی ہے کیونکہ خاوند کا اپنی زوجہ کو مار کوٹ کر گھر سے نکال دینا اور منہ سے کہنا کہ جا اپنی ماں کے ساتھ چلی جا، میرا تیرا وسیب نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھ کو رکھنا چاہتا ہوں، پھر دوبارہ متاب بی بی کے بھائی کو یہ کہنا، نہ میں نے آباد کرنا ہے اور نہ اس پر میرا کوئی حق ہے، شرعاً اس سے

marfat.com

طلاق ہو جاتی ہے، طلاق کے لئے یہ شرط نہیں کہ طلاق کا لفظ زبان سے نکالے بلکہ کوئی لفظ اس کے ہم معنی زبان سے نکل جائے تو بھی طلاق پڑجاتی ہے، اگر ان الفاظ کہے کو تین حیض آچکے ہوں تو وہ عورت جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے، اور باقی رہا اس کا یہ کہنا کہ میں طلاق لکھ کر نہیں دیتا، یہ مانع طلاق نہیں، تحریر کی ضرورت نہیں، طلاق زبانی بھی ہو جاتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنی طلاقیں ہوتی رہیں کسی میں تحریر نہیں ہوئی بلکہ خیر قرون میں بھی نہیں، آجکل کاغذ لکھنا لکھانا حکومت کے قانون کے مطابق ہے کیونکہ بعد میں جھگڑے کے وقت دکھانا پڑتا ہے، پس سوال کی صورت میں بلاشبہ طلاق واقع ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جب اس کی نیت لڑکی کو آباد کرنے کی نہیں تو اس کا لڑکی پر کوئی حق نہیں اگرچہ الفاظ کہے ہوں یا نہ، قرآن کریم میں ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض و بما انفقوا من اموالھم اس کے علاوہ بعض احادیث بھی اس قسم کی آئی ہیں جن میں ذکر ہے کہ عورت کہتی ہے کہ مجھے کھلا یا طلاق دے یعنی کھلانے کی صورت عورت رکھ سکتا ورنہ نہیں۔

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم

(نوٹ) شرعی فیصلہ تو سوال کی رو سے یہی ہے لیکن سائلہ کو مناسب ہے کہ حکومت میں درخواست دے کر اجازت حاصل کرے تاکہ نظام حکومت میں فتور نہ پڑے۔

مفتی ابوعبدالحق سید محمد یحییٰ بن سید محمد شریف، امیر شریعت
ساکن گھریالہ، بقلم خود $\frac{2}{42}$ ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الرؤف الرحیم العلیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

زوج کا اپنی بیوی کو "چل جا" کہنا طلاقِ صریح نہیں البتہ نیتِ طلاق سے طلاقِ

marfat.com

بائن بن سکتا ہے اور بلا نیتِ طلاق کسی حال میں طلاق نہیں بن سکتا کما فی السدس وغیرہ من اسفار الفقہ، اور ایسے ہی میرا تیرا وسیب نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھکو رکھنا چاہتا ہوں، بلا نیتِ طلاق حالتِ رضا و غضب میں طلاق نہیں بن سکتا اور ظاہر سوال یہی ہے کہ وہ حالتِ غضب تھی، تو جب تک یہ متحقق و ثابت نہ ہولے کہ زوج نے ان لفظوں کے بولتے وقت نیتِ طلاق کی تھی تو مناب مذکورہ کا مطلقہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ مناب کے بھائی کا غلام محمد زوج کے پاس دو تین دفعہ جانا اور کہنا کہ یا تو اپنی زوجہ کو لاکر آباد کر یا طلاق لکھ دے، صاف صاف بتاتا ہے کہ مناب اور اس کے متعلقین کی سمجھ میں بھی حالات کے لحاظ سے یہی ہے کہ ان لفظوں سے طلاق نہیں پڑی، کہ زوجہ ہونے کا اقرار کیا، آباد کرنے کے متعلق کہا، رہا غلام محمد کا اس کے جواب میں کہنا، نہ میں نے آباد کرنا ہے، اس کی وجہ بنایا ہو، اہلِ زبان کے ایسے محاورات ہیں، اور ایسے ہی بہت ممکن کہ مناب کے بھائی نے پھر وہی کلام دہرائی ہو یا کچھ اور کہا ہو اور غلام محمد نے جواباً کہا ہو، نہ میرا اس پر کوئی حق ہے یعنی لفظِ "نہ" سے اس کلام کی نفی کی ہو اور لفظ میرا اس پر کوئی حق نہیں، اس کو اس کی وجہ بنایا ہو جیسا کہ ہمارے روزہ محاورات میں شائع ہے نیز یہی ظاہر ہے کہ غلام محمد نے پنجابی زبان میں جواب دیا ہوگا تو بہت ممکن کہ اس کے لفظوں کا اردو بناتے وقت ذرا تقدیم و تاخیر سے مفہوم بدل گیا ہو،

غرضیکہ ایسے مقاموں میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ لوگ باہمی اختلافات کی وجہ سے خواہ مخواہ ایسی صورتیں پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور بعضے ناحق شناسوں کی تلقین سے ذرا ایچ پیچ کر کے فتویٰ حاصل کر کے نکاح پر نکاح کر دیا کرتے ہیں، خصوصاً جبکہ مناب کی طرف سے استفتار لانے والے نے فقیر کو صاف کہہ دیا کہ مناب کو انہوں نے اس کے پاس بٹھلایا ہوا ہے، فتویٰ حاصل کر کے نکاح کیا جائیگا، دو سو روپیہ لے چکے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے فتنوں سے پناہ دے۔

رہا مفتی صاحب کا الفاظِ مذکورہ کو مطلقاً طلاق قرار دینا تو یہ محض سینہ زوری اور

marfat.com

غلط ہے، اس کے پاس اس پر کوئی حجتِ شرعیہ نہیں اور اس کا یہ کہنا کہ آباد کرنے کی نیت نہ ہونے سے کچھ نہیں رہتا، محض غلط و باطل، قرآنِ کریم کے صریح خلاف ہے، اگر ایسا ہی ہوتا تو عموماً الفاظِ طلاق بولنا، طلاق نہ بنتا کہ عام طور پر بولنے سے پہلے آباد نہ کرنے کی نیت ہوا کرتی ہے۔

رہا اس کا استدلال آیۂ الرجال قوامون علی النساء الآیۃ سے، وہ استدلال بھی غلط ہے، آیۃ میں یہ ہرگز نہیں فرمایا گیا کہ ایسی صورت میں کوئی حق نہیں رہتا بلکہ آیۃ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ الآیۃ اس کے کہنے کا صاف رد کرتی ہے، اور جو بعض احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اولاً تو وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہونا صحیح بخاری سے ثابت ہے، ثانیاً اس حدیث سے کہ مجھے کھلا یا طلاق دے، یہ سمجھنا کہ کوئی حق نہیں رہتا محض غلط ہے بلکہ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ حق باقی ہے ورنہ لازم آئے کہ اگر زوج اس کہنے کے بعد اس عورت کو کھلائے، خرچ دے اور آباد کرنا چاہے، تو اسے کوئی حق ثابت نہ ہو، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں، مذاہبِ اربعہ کے صاف خلاف ہے، اس حدیث کی تردید کے بھی خلاف ہے، ہاں اس میں شک نہیں کہ نان ونفقہ نہ دینا اور آباد نہ کرنا اور طلاق بھی نہ دینی بڑا سخت گناہ ہے اور عورت استغاثہ کر کے نان ونفقہ لے سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی المحبوب والہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ،

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید کی بیوی

marfat.com

بوجہِ مخالفت اپنے باپ کے پاس چلی جاتی ہے، بعد میں زید لینے کے لئے
جاتا ہے تو اس کے باپ نے زید کے گلے میں رسی ڈال دی کہ اب میں
تیرے ساتھ کتوں جیسا سلوک کرونگا، زید نے اس طور طریقے کو دیکھ کر
کہا کہ تو یہ بیٹھی ہے، جس کے ساتھ تمہارا دل چاہتا ہے نکاح کر دو۔
زید پھر واپس آکر پھر دوبارہ اپنی شادی کرالیتا ہے۔ زید کا سسر زید کے
پاس آیا اور کہا کہ تو ہمارے ساتھ یا صلح کرلے اور اپنی بیوی کو لے آ،
اگر صلح نہیں کرتا تو ہمیں طلاق لکھ دے، تو زید نے کہا، اب کیا لکھ دوں
جبکہ میں نے اس کو دفع کر دیا ہے، اب میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے،
جس سے تمہارا دل چاہتا ہے نکاح کر دو۔ بعد ازیں پندرہ سولہ سال سے
نہیں پوچھا، عورت کی غیر مردوں کے ساتھ رہ چکی ہے تو شرعاً اس نکاح
کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

نشان انگوٹھا السائل: فیض محمد ولد علم الدین قوم وٹو
سکنہ مجاہد کے، تھانہ منڈی ہیرا سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئلہ صحیحہ اور واقعیہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہو چکی اور عدت
گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے کہ زید کا یہ کہنا کہ اب میرا اس پر کوئی
حق نہیں ہے، جس سے تمہارا دل چاہے نکاح کر دو، ایسے الفاظ ہیں
جن سے ناراضگی یا مذاکرہ طلاق کی حالت میں بلانیت طلاق پڑ جاتی ہے
کما فی الدر المختار و حاشیتہ رد المحتار مفہوما
بینا کالصریح۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ

تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ، ۵۳/۱۰/۱۱

الاستفتاء

(طلاقنامہ)

مسماۃ ہاجراں بی بی دختر سلیمان جو کہ میری منکوحہ بیوی ہے اور عرصہ دراز سے زوجیت کے فرائض انجام دیتی رہی ہے لیکن اب چند خانگی رنجشوں کی بنا پر میں اسے حقِ زوجیت سے محروم کرتا ہوں اور مطابق شریعتِ محمدی اسے روبرو گواہوں کے طلاق دیتا ہوں، اب یہ اپنی مرضی کو خود مختار ہے جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے، میری طرف سے اسے عام اجازت ہے، نیز حقِ مہر جو کہ مبلغ -/۳۲ روپے نصف جن کے مبلغ -/۱۶ روپے ہوتے ہیں ادا کرونگا۔

نشان انگوٹھا مسمی رحمت علی ولد سلطان محمد

گواہ شد

مسمی خورشید احمد ولد نور محمد، حویلی لکھا

گواہ شد

العبد

محمد رمضان بقلم خود

مسمی رحمت علی ولد سلطان محمد قوم بھٹی سکنہ حجرہ ضلع منٹگمری

سائل نے یہ تحریر پیش کر کے فتویٰ طلب کیا ہے کہ کیا مسمی رحمت علی مذکور کا مسماۃ ہاجرہ کے ساتھ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے یا حلالہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ظاہر تحریر طلاق نامہ یہ ہے کہ ایک طلاقِ بائن واقع ہوئی اور اگر لفظ "حقِ زوجیت سے محروم کرتا ہوں" کو طلاق بنایا جائے تو لفظ "طلاق دیتا ہوں" دوسری طلاق بن جائے، بہر حال دو طلاق سے زائد ہرگز نہیں، شامی ج ۲ ص ۶۴۶

د ج ۲ ص ۶۴۷ میں ہے (قولہ لایلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذی لایلحق ھو ما کان بلفظ الکنایۃ نیز فرمایا وحینئذ فیکون المراد بالصریح فی الجملۃ الثانیۃ اعنی قولھم والبائن یلحق الصریح لا البائن ھو الصریح الرجعی فقط دون الصریح البائن اور جب دو طلاقوں سے زائد نہیں تو نکاح عدت کے اندر اور باہر ہر طرح کر سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف الآیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحٰبہ وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں کہ زید نے اپنی زوجہ کو عند الغضب بلانیت کہا کہ "تو میری ماں میری بہن" آیا یہ ظہار ہے یا طلاقِ رجعی یا بائن کنایۃً یا صراحۃً باعتبار عرف یا محض لغو ہے اور اگر نیت طلاق یا ظہار ہے تو معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ماجورین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ کلام مطلقاً لغو و باطل ہے، نہ ظہار بن سکے نہ طلاق، انتفاءِ ظہار کی تصریح مرتح فتح القدیر، بحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنظم من الھندیۃ لو قال لھا انت امی لایکون مظاھرا و ینبغی ان یکون مکروھا ومثلہ ان یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوہ

فتح القدیر میں اسے حدیث سنن ابو داؤد سے مستفاد و ثابت فرمایا حیث قال لکن الحدیث المذکور افاد کونہ لیس ظہارا حیث لم یبین فیہ حکما سوی الکراہۃ والنہی عنہ وقررہ الشافعی علیہ الرحمۃ و ذکر نحوہ ابن نجیم رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی بحرہ وسیأتی من العبارات ما یفید اصل المسئلۃ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ؛

انعدامِ طلاقِ کنایہ یوں کہ کنایۂ طلاق وہ لفظ ہے جو محتمل طلاق غیر طلاق کا ہو کما صرحوا بہ فی اسفار الفقہیۃ اور یہ محتمل طلاق نہیں کہ طلاق موقوف علی النکاح اور یہ منافی نکاح ہے، تنقیح و توضیح و تلویح میں ہے واللفظ من الاخیر واما التحریم الثابت بہٰذہ ابنتی اعنی التحریم الذی ہو من لوازم البنتیۃ فہو مناف لملک النکاح فالزوج لا یملک اثباتہ اذ لیس لہ تبدیل محل الحل وانما یملک التحریم القاطع للحل الثابت بالنکاح وہو لیس من لوازم ہٰذا الکلام بل من منافیاتہ فلا یصح استعارتہ لہ والحاصل ان التحریم الذی فی وسعہ لا یصح اللفظ لہ والذی یصح اللفظ لہ لیس فی وسعہ فلا یصح منہ اثبات التحریم بہٰذا اللفظ ومثلہ فی المنار ونور الانوار وفیہ تصریح فیلغو الکلام۔

فتاویٰ فقیہ النفس امام فخر الدین قاضی خاں علیہ الرحمۃ ص ۳۶۴ ج ۱ میں ہے ولو قال لامرأتہ ان فعلت کذا فانت امی ونوی بہ التحریم فہو باطل ولا یلزمہ شیئ ولا فرق بین التخییر والتعلیق منہا حیث صیغتہ الطلاق۔

طلاقِ صریح یوں نہیں کہ صریح مجاز ہوتا ہے یا حقیقت کما صرح الاصولیون والفقہاء علیہم الرحمۃ وفی ہٰذا کلاہما متعذران کما عرفت مما سبق وما اسمع الآن نصا۔ تنقیح و تلویح میں تعبیرا و تقریرا ہے مسئلۃ قد یتعذر

المعنى الحقيقي والمجازي معا كقوله لامرأته وهي اكبر منه سنا ومعروفة النسب هٰذا ابنتي الخ ومثله في المنار و نور الانوار فالحكم ما مر ولا فرق بين النية وعدمه لان النصوص شاملة لكل واحد منهما هٰذا،

فان قيل ان هٰذه الكلمة يفهم العوام منها ويعتقدون تحريما اذا قال قائل لزوجته وغلب استعمالها في عرفهم هٰذا احد الصريح ولهذا اعدوا الكلمة انت على حرام منه باعتبار العرف وقد نص المتقدمون على أنها من الكنايات والمعنى العرفي ايضا معنى حقيقي معتبر عند اهل الاصول قال في التنقيح والتوضيح (وان استعمل فيما وضع له) يشمل الوضع اللغوي والشرعي والعرفي والاصطلاحي (فاللفظ حقيقة) قال في التلويح فالمعتبر في الحقيقة هو الوضع بشيئ من الاوضاع المذكورة الخ۔

و أما ما مر من ان هٰذه الكلمة متعذرة الحقيقة والمجاز فباعتبار حقيقتهما اللغوية كما ينص عليه كلامهم و بالجملة فلا اقل من ان تعد مرتجلا وهو ايضا حقيقة قال في التوضيح فاستعمال اللفظ في غير ما وضع له لعلاقة يكون وضعا جديدا فالمرتجل حقيقة في المعنى الثاني بسبب الوضع الثاني وفي التلويح لان استعمال الصحيح في الغير بلا علاقة وضع جديد فيكون اللفظ مستعملا فيما وضع له فيكون حقيقة فينبغي ان يقع بها طلاق بائن كما هو تحقيق الشامي في الحرام او رجعي كما قال غيره و هٰذا باعتبار العرف بلا احتياج الى النية وباعتبار الارتجال بائن هو بالنية۔

marfat.com

اقول لا سبيل الى الارتجال لان العلاقة باعتبار بادء الرأى ثابتة وان كانت فى نفس الامر منتفية وهو مطمح انظارهم الكاسرة القاهرة ولذا قال الامام قاضى خان رحمه الله فهو باطل لا يلزمه شئ مطلقا ولم يقيده بعدم الارتجال والمطلق يجرى على اطلاقه واقتصروا فى الفتح والبحر والدر وحاشية الشامى والهندية والكراهة اثبتوا فى ما عدا الدر والهندية الاقتصار من حديث سنن ابى داؤد صرح به الشامى عليه الرحمة فى اوائل الظهار ايضا ببطلانه واما ما ذكرت من العرف فالظاهر ان هذا ليس بعرف مستقل صحيح اخلوطة لغرض من جعلهم بحكم الشرع المطهر فتبقى اذهانهم الى ما سمعوه من حكم الظهار مجملة غاية الاجمال والى الام مثلا محرمة فاذا قال لزوجته انت امى فحرمت جهلا محضا منهم كما استفتانى اهل قرية فى شاة ذبحوها فقال كافر ذبحوا خنزيرا فكفوا عن الاكل وقالوا ايجوز اكلها ام لا ونظائر هذه كثيرة ومن لم يعرف عرف اهل زمانه فهو جاهل وايضا فتنة فتوى الجاهلين المتوسمين بالافتاء من اطعموا المساكين افتراء على الله القهار واجتراء على شرعه عالى المنار فمما يحملهم على اعتقادهم الكاسد وفهمهم الفاسد و يأبى الله الا ان يتم نوره ولو كره الكفرون فلا اثر لهذا فى التحريم لان مرجعه الى ما لا يحرم فيه اصلا

والله ورسوله اعلم وعلمه اتم واحكم جل جلاله ربى وصلى الله تعالى على حبيبى واله واصحابه وابنه الغوث الاعظم وبارك ومجد وكرم وفخم وعظم وسلم۔

marfat.com

حررہٗ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نور اللہ بہ وقوبہ۔ ۴ محرم ۱۳۶۰ھ فرید پور جاگیر

(۱) ما افتی بہ المفتی العلام فہو صحیح وحق والحق احق ان یتبع ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالتبیان۔

خویدم العلماء فقیر فتح محمد جیبوی، حال چیف خلصانہ ریاست بہاولپور

(۲) الجواب صحیح (۳) اصاب من اجاب وللہ درہٗ

عبد القادر جیبوی بندہ جلال دین جیون شاہی

۴- الجواب صحیح لاریب فیہ۔

الراجی الیٰ رحمۃ ربہ البر، خادم العلماء محمد اکبر محمود پوری

۵- الجواب صحیح وخلافہ خرط القتاد۔

محمد یار بیر خانوی بقلم خود

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہند کے زوج عمرو نے ہند سے کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے اور تو میری ماں ہے اور بہن ہے، میرے گھر سے چلی جا، اگر صبح نظر آگئی تو تجھے کہیں فروخت کردونگا، حالانکہ عمرو قبل ازیں اپنی ایک بیوی کو فروخت بھی کر چکا تھا اور ایسے ہی اپنی ہمشیرہ حقیقی کو غیر قوم کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا اور ہند کے ساتھ کئی سالوں سے تعلقات زن وشوئی بھی نہیں رکھتا تھا مگر چونکہ اس بیچاری کا کوئی نہیں تھا لہٰذا عمرو کے گھر ہی پڑی رہی مگر گفتگو مذکورہ کے بعد وہ بیچاری ڈرتی ہوئی اُس کے گھر سے نکل گئی، اب عرصہ ایک سال دس ماہ کا ہو چکا ہے مگر عمرو نے کوئی مطالبہ نہیں کیا بلکہ بعض لوگوں نے مفاہمت کی کوشش کی تو کہنے لگا میں اسے چھوڑ چکا ہوں، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، تو از روئے شریعت

marfat.com

مطہرہ ہند کو اختیار ہے کہ الفاظِ مذکورہ کو طلاق تصور کرتے ہوئے حسبِ منشا نیا نکاح کرے؟

سائل :- بدرالدین قوال از بونگہ حیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر بیانِ مذکور واقعی اور صحیح و درست ہے تو ہند پر طلاقِ بائن ہو گئی انقضائے عدت پر نکاح جدید کر سکتی ہے، درالمختار میں ہے وعلی الحرام یقع بلا نیۃ بالعرف، شامی فرماتے ہیں ای فیکون صریحا لاکنایۃ (الی ان قال) من ای لغۃ کانت وھٰذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا کما افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ، اور ایسے ہی "میرے گھر سے چلی جا" بھی کنایہ طلاق ہے اور "چھوڑ چکا ہوں" بھی لفظِ طلاق ہے لما مر من ای لغۃ کانت۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی القادری غفرلہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو غصہ میں آکر انگلی سے تین لکیریں کھینچ کر ایک دفعہ کہا ہے کہ تو میری ماں بہن ہے، عورت حاملہ ہے اور اس کے بال بچے بھی ہیں، سنہار لیوالہ کے نزدیک خشک بیاس چل رہی ہے اس کے بندوات میں پندرہ روز سے کام کر رہا تھا اچانک ہی بیوی وخاوند میں لڑائی جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے ایسا کیا، اب اس کے متعلق کیا کیا جائے؟

سائل :- نور محمد بقلم خود

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ صحیح و درست ہے تو کچھ بھی نہیں محض لغو اور باطل ہے، نہ صرف لکیروں سے طلاق بنتی ہے اور نہ ہی ماں بہن کہنے سے البتہ شرعاً ماں بہن کہنا گناہ ہے لہذا توبہ و استغفار کافی ہے و ذا مصرح فی اسفار المذھب المھذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ البصیرپوری ۲۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوہ مسماۃ ہندہ کو روبرو گواہاں حاشیہ کے کہا ہے کہ تو میرے واسطے ماں بہن ہے اور تو مجھ پر حرام ہے، کیا از روئے شرع محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

گواہ شد
محمد حسن ولد فتح دین قوم سندھو پادلی
ساکن بصیرپور

گواہ شد
عمر دین ولد امام دین قوم بھٹہ پوار کسب نائی
ساکن بصیرپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوگئی، عدت پوری ہونے پر

marfat.com

جہاں چاہے حسبِ دستورِ شرع نکاح کر سکتی ہے وھو الصحیح المفتی بہ کما فی الشامی وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی القادری غفرلہٗ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

از بوہیلوال — بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب دام اقبالہ

۵۷-۳-۲۰

السلام علیکم: مزاج شریف! خلاصہ تحریر یہ کہ وریام ٹوبہ حاضرِ خدمت ہے زبانی بھی عرض کریگا، رقعہ میں بھی تحریر ہے۔

مسمٰی جلو ولد لالو قوم ٹوبہ نے اپنی زوجہ مسماۃ گامی دختر احمد قوم ٹوبہ کو اپنی زبانی روبرو گواہان وریام ولد منڈو قوم ٹوبہ اور کئی عورتیں وغیرہ کے پاس ماں بہن بہ ہوش و حواس درست ہوتے ہوئے کہا ہے، ہمارے کانوں کی شنید بزبانی وریام ہے مناسب فیصلہ فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط

الراقم پیر شیخ محمد سکنہ بوہیلوال بقلم خود

وریام ٹوبہ گواہ نے زبانی بیان کیا کہ مسمی جلو مذکور نے اپنی عورت کو کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے اور ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ اب مجھے معاف کرا دو اگر کاغذکی کوئی دیر ہے وہ بھی لے لے، یہ سب ماں بہن کہنے کے بعد کہا۔

نشان انگوٹھا وریام ٹوبہ مذکور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر وریام مذکور کا یہ بیان مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو جلو کی بیوی گامی اس پر حرام ہوگئی اور طلاق بائن پڑ گئی، عدتِ شرعیہ گزار کر جہاں چاہے حسبِ دستورِ شرعِ اطہر

marfat.com

نکاح کر سکتی ہے کما فی الھندیۃ وغیرھا من اسفار المذھب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ : یہ فتویٰ ہے یعنی اگر واقعہ میں صورت پیش آئی ہے تو اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اور اگر حلّو وغیرہ کوئی اعتراض کرے تو گامی وغیرہا کو باقاعدہ اس صورت کا ثبوت دینا پڑے گا اور فیصلہ تب ہوتا جب دونوں فریق حاضر ہوتے اور بقاعدہ شرعی سے صورتِ مذکورہ کے ثبوت پر حکم لگایا جاتا۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۳۰ رجب المرجب ۷۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ مسمی واہگو ولد روہم نے اپنی عورت کو لڑائی کے دوران دو دفعہ کہا کہ تو میری ماں بہن ہے، میرے گھر سے نکل جا، پھر دوسرے دن بھی یوں کہا حالانکہ اس کی نیت طلاق کی تھی تو اب کیا حکم ہے؟

السائل : واہگو ولد روہم چک ۱۸/D ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا واہگو　　نشان انگوٹھا گواہ واہگو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

واہگو کی عورت پر ایک طلاقِ بائن واقع ہو گئی، اگر عورت اپنی رضا سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر اور باہر نئے حقِ مہر پر واہگو کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے درمختار اور شامی میں ہے ویقع بباقیھا ای الفاظ الکنایات المذکورۃ (الی ان قال) البائن، نیز فرمایا لا یلحق البائن البائن، شامی نے فرمایا لانہ ھو الذی لیس ظاھرا فی انشاء الطلاق، نیز باب الظہار میں ہے یکرہ

قولہ انت امی و یا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد ہو سکتا ہے کما فی القرآن الحکیم۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وبارک وسلم

ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ ۵ جمادی الاولیٰ ۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین والصلحین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ شریفہ بی بی جو کہ محمد شفیع ولد فقیریہ کے نکاح میں کافی عرصہ سے ہے جس کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے جو کہ آج بھی صحیح سلامت ہیں، باقی شریفہ بی بی کو حمل بھی واضح ظاہر نمودار ہے محمد شفیع جو کہ خاوند شریفہ بی بی حقیقی ہے، اس کا ایک چھوٹا بھائی جس کا نام علی محمد ہے، محمد شفیع ایک رات کسی وجہ غصہ میں آکر اپنی بیوی شریفہ بی بی کو کہا میرے گھر سے نکل جا، میں تجھے چھوڑ دیا مگر طلاق کا لفظ نہیں کہا تو محمد شفیع کا چھوٹا بھائی علی محمد اسی وقت مولوی صاحب کو بلا کر لائے تو مولوی صاحب نے شریفہ بی بی کا نکاح علی محمد کے ساتھ کر دیا جو محمد شفیع کا چھوٹا بھائی ہے تو کیا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور عورت بھی حاملہ ظاہر ہے جس کی عدت وغیرہ کوئی نہیں اور مولوی بھی وہابی نجدی ہے جو ایک ہی رات میں نکاح فاسد کر کے اسی رات نکاح پڑھا دیا، کیا یہ ایک رات میں اول طلاق اور پھر نکاح ہو سکتا ہے اور عورت بھی حاملہ عدت وغیرہ بھی نہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ براہِ کرم مہربانی فرما کر جواب جلد عنایت فرمائیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں، عین نوازش ہو گی کیونکہ اس چک میں جھگڑا ہو رہا ہے، کوئی شر شرارت نہ ہو جائے۔ فقط والسلام

السائل:- جان محمد جانی نقشبندی چک ۴۰۵/گ ب ڈاکخانہ کنجوانی ضلع لائل پور، محرم شریف ۱۹ روانہ شد

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے کہ محمد شفیع نے اپنی بیوی شریفہ بی بی کو یہ لفظ کہے ہیں تو طلاق رجعی صرف ایک رجعی ہو جانی چاہیے کہ یہ لفظ طلاق کی دلیل اور قرینہ و کنایہ ہیں یعنی بیوی سے کہا گھر سے نکل جا تو یہ بلانیتِ طلاق طلاق نہیں مگر دوسرا لفظ "میں تجھے چھوڑ دیا" صریح طلاق ہے کیونکہ یہ طلقتک کا ترجمہ ہے، پس ایک صریح تو ضرور واقع ہو گئی اور اگر پہلا لفظ نیتِ طلاق سے کہا تو پھر دو طلاقیں بائن ہیں، بہرحال طلاق تو ضرور واقع ہو گی مگر جبکہ عورت حاملہ ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوا تو عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا قرآنِ کریم کا بڑا روشن حکم ہے و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن تو عدت میں کیا ہوا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں، جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں، کیا قرآنِ کریم کے صاف اور روشن احکام میں بھی شک کیا جا سکتا ہے؟ (معاذ اللہ)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہٖ و صحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

بخدمت جناب فیض مآب شمس العلماء مفتیٔ زماں حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک آدمی نے اپنی منکوحہ عورت کو عرصہ ایک سال سے چھوڑ رکھا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو اس عورت سے توبہ کر دی ہے اور وہ عورت اپنے باپ کے گھر ہے، اگر اس کو کہا جائے کہ اس کا حقِ زوجیت ادا کرو تو اس بات سے بھی

marfat.com

انکاری ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تو والدین نے مجبور کر رکھا ہے ورنہ میں تو اس کو دیکھنا بھی نہ اور نہ اس کو طلاق دیتا۔ شرعاً اس عورت پر کیا حکم ہے ، مہربانی فرما کر شریعت کے رو سے جو حکم بھی ہو تحریر فرما دیں ۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میری عورت مجھ پر حرام ہے اور اس کا تمام نان ونفقہ اس کے والدین کے ذمہ ہے اس لئے فرمایا جاوے کہ کیا وہ عورت اب اور کہیں نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں ؟

از طرف الحاج محمد شفیع ولد الحاج میاں امان خاں   فقیر محمد شفیع ملیکا القلم خود

جناب محترم المقام الحاج محمد شفیع خاں صاحب وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ ۔ ۲۱/۶/۷۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ صحیح اور واقعی ہے کہ اس آدمی نے اس اپنی منکوحہ عورت کے متعلق کہا ہے کہ " میری عورت مجھ پر حرام ہے " تو اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ شامی ج ۲ ص ۶۳۸ میں ہے وقوع البائن بہ بلانیۃ فی زماننا للتعارف پھر فرمایا وھو الصحیح المفتی بہ للعرف وانہ یقع بہ البائن لانہ المتعارف تو عدت گزار کر حسب منشاء شرع شریف جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۳ ذی القعدۃ المبارکہ ۷۶ سنہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمی شعبان ولد مہنا کی شادی ایمام سائن بنت سہنا سے عرصہ بارہ سال تقریباً سے ہوئی اور عرصہ چار سال تقریباً

marfat.com

ہے اس نے اپنی بیوی مذکورہ کو اپنے گھر سے نکال دیا اور بعد ایک سال کے دوسری شادی بھی کر لی، پہلی بیوی کے کہنے پر مندرجہ ذیل لوگوں نے کئی مرتبہ کہا کہ اس سے اتفاق کر یا طلاق دے تو اس نے کئی مرتبہ کہا کہ وہ میرے لئے بری چیز ہے اور حرام ہے، اب از روئے حکم شریعت کے اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

سائل : غلام ولد میاں بوٹا قوم قصاب سکنہ بھلیروں کمبوہ

گواہ شد : مہندا ولد حسن قوم کھوکھر، نشان انگوٹھا

گواہ : قطبہ ولد بہاول قوم واگھرے ، نشان انگوٹھا

گواہ : اسلی ولد بیگ قوم شیخ ، نشان انگوٹھا

گواہ : فاضل ولد میاں مکھن قوم تیم فاضل نشان انگوٹھا

گواہ : میاں محمد زبیر ولد اکبر علی بودلہ محمد زبیر بقلم خود

غلام فرید بقلم خود چوکیدارہ ، کاتب ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو پہلی بیوی پر طلاقِ بائن ہو چکی ہے، جب پہلی مرتبہ "حرام ہے" خاوند نے کہا تو اس وقت سے عدت پوری ہونے پر کسی اور شخص سے حسبِ دستورِ شرع شریف نکاح کر سکتی کہ لفظ حرام سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، یہی صحیح اور مفتیٰ بہ ہے، شامی ج ۲ ص ۶۳۸ میں ہے الصحیح المفتی بہ للعرف وانہ یقع بہ البائن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۶۱ء

marfat.com

الاستفتاء

حضرت صاحبزادہ فیض الرحمٰن صاحب کوثر سجادہ نشین انساکی شریف
نے یہ مسئلہ خط میں دریافت فرمایا۔

عرض ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو مجھ پر حرام حرام حرام میرے سامنے کہہ دیا ہے، اب افسوس کرتا ہے، بندہ نے فتاویٰ عالمگیری، درالمختار، غایۃ الاوطار، بہارِ شریعت، شرحِ وقایہ، نور الہدایہ وغیرہ میں دیکھا ہے، باب الایلاء میں ذکر فرمائے ہیں تو کچھ اختلاف بیان فرماتے ہیں لہذا مفتیٰ بہ قول کے لئے وہاں بھیج رہا ہے کہ حضور بحرِ ذخار ہیں؛ پھر دوبارہ میرے نیت دریافت کرنے پر بھی "میں رنڈا بھی اچھا ہوں" کہہ چکا ہے، تو عرض ہے کہ یہ طلاق بائن ہے یا مغلظہ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

عرفاً یہ لفظ صریح طلاق بائن ہے، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ تو صورتِ مسئلہ میں ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اگرچہ نیت نہ ہو حالانکہ اس کا جواب نیتِ بینونت پر دال معلوم ہوتا ہے تو دوبارہ نکاح کر سکتا ہے ہاں اگر طلاقِ ثلاثہ کی نیت سے مجھ پر حرام کہا تو طلاقِ مغلظہ ہو گئی اور نکاح بلا حلالہ نہیں کر سکتا مگر ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے یہ نہیں بلکہ اگر تین دینا بھی چاہتا تھا تو حرام حرام حرام تین لفظوں سے دینی چاہتا تھا، اگر صرف پہلے حرام سے ہی تین طلاقیں نیت کرتا تو بار بار حرام حرام کیوں کہتا؟ تو اس صورت میں صرف ایک ہی طلاق پڑے کیونکہ قاعدہ ہے البائن یلحق الصریح لا البائن یعنی بائن طلاق طلاقِ صریح رجعی پر واقع ہو سکتی ہے اور اگر پہلے بائن واقع ہو چکی ہو تو اس پر دوسری بائن واقع نہیں ہوتی لہذا دوسرے اور تیسرے

marfat.com

لفظِ حرام سے اور طلاق نہیں پڑے گی تو ایک ہی بائن رہے گی لہٰذا حلالے کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ اگر اس نے پہلے حرام میں ہی تین طلاقوں کی نیت کر لی تھی تو پھر تین ہوں گی اور مغلظہ بھی مگر جب کہ وہ یہ دریافت نہیں کرتا اور ایسی نیتِ طلاق جس سے تین مبنی ہوں، نہیں بتاتا تو ہمیں اس کے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی عوام سے ایسی پیچیدہ نیت کی توقع ہے لہٰذا ایک بائن کا ہی فتویٰ ہونا چاہیے، شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے قد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام، نیز ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے ولا یرد انت علی حرام علی المفتیٰ بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا الخ

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۱۹ ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ ۲۲/۱۲/۶۶

الاستفتاء

(نقل) صورتِ مسئلہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ ایک شخص کا اپنے گھر اپنی عورت کے ساتھ کسی بات کی وجہ سے لڑائی جھگڑا ہو گیا، لڑتے جھگڑتے روبرو گواہوں کے اس نے اپنی عورت کو کہا کہ اب تو میرے اوپر حرام حرام ہے اور میں تجھ کو اپنے گھر میں رکھنا نہیں چاہتا اور اس عورت کے ہاں ایک لڑکی جو شیر خوار ہے اس شخص نے اپنی عورت کو کہا کہ یہ لڑکی میں نے تجھ کو حق مہر میں بخشی اور میرے گھر سے چلی جا، صورتِ مسئولہ میں کیا عورت کو طلاق ہو گئی، اگر ہو گئی تو دوبارہ نکاح کس صورت سے ہو سکتا ہے؟

بندہ بشیر احمد

marfat.com

الجواب !

صورتِ مذکورہ بالا کے تحت طلاق رجعی ہوگئی اور عدت کے اندر اپنی عورت سے رجوع کرسکتا ہے ما وجد فی الشامی وقوع الرجعی بہ فی ن ما نال لانہ لم یتعارف ایقاع البائن بہ۔

سید صادق رسول، مدرس غوثیہ کھرو ٹر پکا (مہر)

حضرت مولانا ابوالفیض النوری نے دہاڑی سے یہ سوال وجواب بمع عبارتِ ذیل ارسال کیا :

طلاق بالکنایہ کی جو صورت خویدم نے عرض کی تھی وہ مفتی کھرو ٹر پکا کے جواب سمیت حاضرِ خدمت ہیں اور طلاق دہندہ بیچارہ بہت تنگ ہے، چک والے اس سے کوئی جانور بھی ذبح نہیں کراتے اور وہ قوم کا موچی ہے اور شادی بیاہ کے موقع جانور ذبح کرنا اور بنانا اس کا کام ہے، اگر ازراہِ کرم جلد جواب مرحمت فرمایا جاسکے تو نہایت غریب پروری اور کرم گستری ہوگی۔ ۷۰/۷/۴

تو جوابِ ذیل دیا گیا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مسئول عنہا میں ایک بائن طلاق تو ضرور واقع ہوگئی اور اگر پہلے لفظِ حرام میں تین کی نیت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں، مفتی سابق حضرت سید صاحب نے چونکہ عبارتِ شامی سے استدلال فرمایا ہے لہذا شامی ہی کے حوالے کافی ہیں، شامی علیہ الرحمہ نے بکثرت کثیرہ ایسی صورتوں میں وقوعِ بائن کی تصریح فرمائی ہے، بطور نمونہ صرف چند نصوص کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

ج ۲ ص ۴۹۵ میں ہے کان الواقع فی لفظ الحرام البائن لان التصریح قد یقع بہ البائن کما مر.

marfat.com

پھر اسی صفحہ میں ہے فوجب اعتبارہ صریحا کما افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ۔

ج ۲ ص ۷۶۰ میں ہے والفتوی علی انہ تبین امرأتہ من غیر نیۃ۔

باقی وہ شبہ جو شاہ صاحب کو عبارتِ شامی سے عارض ہوا ہے تو وہ شبہ محض شبہ ہی ہے اور تعجب ہے کہ ایک مفتی فاضل کو ایسا کھلا شبہ کیسے لاحق ہوا حالانکہ امرِ واقع صرف اتنا ہی ہے کہ اس مسئلہ پر کسی صاحب نے اشکال وارد کیا تو دوسرے صاحب نے اس کا ایک جواب دیا جو شامی علیہ الرحمہ کو پسند نہیں آیا تو ج ۲ ص ۶۳۸ میں اس کا رد کیا اور رد بھی ایسے انداز سے کیا جس سے نفسِ مسئلہ اور مضبوط ہو جاتا ہے، دیکھئے صاف صاف فرما رہے ہیں کہ اس جواب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو اور یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ یہ مقتضیٰ باطل ہے تو وہ جواب بھی جو اس کا مقتضی ہے ضرور باطل ہوگا کیونکہ باطل کا مقتضی کا بھی باطل ہوتا ہے ومن شك فی ھذا فلینظر عبارۃ الشامیۃ۔

پھر آگے ج ۲ ص ۶۳۹ میں اپنی طرف سے اس ایراد کا ایک اور جواب دے کر فرمایا فتعین البائن، لبعد ازاں نہایت وثوق سے فرمایا والحاصل انہ لما تعورف بہ الطلاق صار معناہ تحریم الزوجۃ وتحریمھا لایکون الا بالبائن، بعد ازاں ج ۲ ص ۷۶۲ میں فرمایا فالتعلیل بغلبۃ العرف لوقوع الطلاق بلا نیۃ۔ واما کونہ بائنا فلانہ تقتضی لفظ الحرام لان الرجعی لایحرم الزوجۃ مادامت فی العدۃ وانما یصح وصفھا بالحرام بالبائن۔

بہرحال اس وشمس کی طرح واضح ونمایاں ہے کہ شامی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی یہی مفتیٰ بہ ہے کہ طلاقِ بائن ہی واقع ہوتی ہے چنانچہ ج ۳ ص ۸۹ میں بھی اس کی تصریح فرمائی کہ والفتوی علی قول المتأخرین بانصرافہ الی الطلاق البائن

marfat.com

لہٰذا حضرتِ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی بہارِ شریعت ج ۸ ص ۸۵ میں درمختار اور شامی کے حوالے سے ہی فرمایا: "مسئلہ: عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے، اس لفظ سے ایلاء کی نیت کی تو ایلاء ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ورنہ طلاقِ بائن۔"

افسوس ہے مفتی صاحب نے سیاق وسباق سے قطع نظری فرمائی ورنہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے۔ رہا یہ خیال کہ تین مرتبہ حرام کہا ہے تو بلا نیت بھی تین طلاقیں ہونی چاہئیں، تو یہ بھی صحیح نہیں، شامی ج ۲ ص ۵۶۷ میں ہے کہ لو کرر انت علی حرام لایقع الا الاول لان البائن لایلحق البائن تو ثابت ہوا کہ ایک ہی طلاقِ بائن واقع ہوئی، ہاں اگر پہلے لفظِ حرام میں تین طلاق کی نیت کی ہو تو پھر تین ہی واقع ہو گئیں شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے فقد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام۔ ایک طلاق بائن کی صورت میں عورت راضی ہو تو اسی خاوند کے ساتھ دوبارہ آسانی سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر تین کی نیت تھی تو حلالہ کے بعد ہی نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ ۸/۷/۷۰ شامی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص نے لڑائی اور غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے، تجھے حرام کر دیا، دو تین مرتبہ کہا پھر مکان سے باہر آ کر ایک شخص سے کہا کہ مجھے طلاق کے شرائط بتا دیں میں نے طلاق لکھ دی دے دی ہے، کوئی کمی تو نہیں رہی؟ حالانکہ لکھا کچھ بھی نہیں تھا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

السائل: حافظ رحمت علی مدنی چک گنوں ۳۰/۲/۱۲ دستخط: محمد رحمت علی مدنی بقلم خود

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصّواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، دوبارہ اسی خاوند سے عدت کے اندر اور باہر نکاح ہو سکتا ہے، شامی ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے لا یرد انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے وعلیہ (ای علی انہ لا یتوقف علی النیۃ) الفتویٰ، نیز ص ۶۳ میں ہے لا یلحق البائن البائن اور یونہی بکثرت کتب مذہب میں مذکور ہے الا ان یدعی نیۃ الثلاث فی الاولی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ ۱۸ر جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ ۳۰/۷/۷۲

الاستفتاء

جناب عالی: السلام علیکم کے بعد نہایت مودبانہ التماس ہے کہ منکہ نذیراں بی بی دختر دین محمد قوم راجپوت بھٹی چک ۳۱/ ۱-۱ ے ایل تھانہ حلقہ رینالہ خورد تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری کی ہوں (۱) یہ کہ میری شادی جھنڈا ولد اگو قوم راجپوت بھٹی موضع میرک کوٹہ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری کے ساتھ عرصہ تقریباً چھ سال ہو چکا ہے، ہوئی تھی جو کہ میں بڑی عزت سے اس کے گھر میں آباد رہنا چاہتی تھی مگر ہمارے خاوند جھنڈا نے مجھے دل سے ایک سال میں چھوڑ دیا، مجھے اجازت دے دی کہ تم جہاں چاہو اپنا حق کر سکتی ہو مگر سرکاری کاغذ دینے سے انکار کرتا رہا۔ اب مجھ کو اتنا عرصہ ہوا کہ منت داری کرتی رہی مگر ہمارے خاوند نے ہماری کوئی بات پر اعتبار نہ کیا اور یہ کہا ہے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا ہوا ہے۔

marfat.com

عالیجاہ! میں ایک نوجوان عورت ہوں اور اسلام محمد کے خلاف بھی نہیں جانا چاہتی اس لئے التجا ہے کہ سائلہ کو فتویٰ شرعی عطا فرما کر اجازت بخشی جاوے تو میں اپنا گذارہ کسی اور مسلمان راجپوت کے حق میں بیٹھ کر اپنی غریب زندگی بسر کر سکوں لہٰذا یہ درخواست بخدمت مولوی صاحب اسلام گذارش ہے۔ فقط والسلام ۶/۶/۵۸

اور ہمارے خاوند جھنڈا نے یہ کہا ہوا ہے کہ میں تجھ کو شرعی طلاق عرصہ پانچ سال سے دے چکا ہوں، لہٰذا درخواست بخدمت اسلام گذارش ہے۔

سائلہ: مسماۃ نذیراں بی بی دختر دین محمد قوم راجپوت بھٹی بھانہ حلقہ رینالہ خورد تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری

گواہ شد لال دین ولد کھیڑا قوم راجپوت بھٹی، چک ۳۱/۱۰۔R۔L

گواہ شد نور محمد ولد عظمت علی قوم راجپوت بھٹی

گواہ شد چوہدری روشن دین ولد نظام دین قوم راجپوت بھٹی ”

گواہ شد حاکم علی ولد میراں بخش قوم راجپوت بھٹی ”

لڑکی نذیراں بی بی کا والد دین محمد ولد میراں بخش قوم راجپوت بھٹی استفتاء منسلکہ لایا اور زبانی وضاحت کی کہ تین ماہ ہوئے ہم بطور پنچایت لڑکی نذیراں کو ان پانچ گواہان لال دین وغیرہ کے ساتھ لے کر جھنڈا ولد الگو مذکور کے پاس گئے کہ یا لڑکی نذیراں کو اپنے گھر آباد کر لے یا کاغذ دے تو اس نے روبرو گواہاں کے اقرار کیا کہ میں پانچ سال سے شرعی طلاق دے چکا ہوں مگر لکھ نہیں دیتا تو اندریں صورت کیا حکم ہے؟ لڑکی پانچ سال سے سن بلوغ والد کے گھر بیٹھی ہوئی ہے۔

نشان انگوٹھا دین محمد سائل مذکور ◯

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح اور درست ہے تو پہلے ہی سال میں جبکہ جھنڈا نے چھوڑ دیا تھا اور

marfat.com

اجازت دے دی کہ تم جہاں چاہو اپنا حق کرسکتی ہو، طلاق واقع ہوگئی خصوصاً جب بعدازاں اس طلاق کی تاکید بھی کردی، جب ان گواہان مذکورہ کے سامنے اقرار کیا کہ میں پانچ سال سے شرعی طلاق دے چکا ہوں، بہر حال طلاقِ شرعی پانچ سال سے واقع ہوچکی ہے کہ طلاق اصل میں بولنے کے ساتھ ہی ہوتی ہے کاغذ لکھنا کوئی شرط نہیں۔ تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۵۰۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵ تعریفِ طلاق میں ہے بلفظ مخصوص۔ نیز تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۸۸۔ بحر الرائق ص ۲۳۵، شامی ج ۲ ص ۵۰۰ میں ہے والنظر من البحر ان ممکنہ شرحا اللفظ الدال الخ تو اس وقت طلاق سے عدت گزرنے پر شرعاً نذیراں بی بی کو اجازت ہے کہ حسبِ دستورِ شرع جہاں چاہے نکاح کرے قرآنِ کریم میں ہے فلا تعضلوھن ان ینکحن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو تین مرتبہ سے زائد "لفظ چھوڑی" کا کہا ہے اپنی زبان سے، بھائی کی ناراضگی کی وجہ سے، جو بھی حکم ہو آگاہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۲:۔ بکر نے اپنی عورت کو بیک وقت تین طلاق دی ہیں کیا اس سے رجعت ہوگی یا مغلظہ؟ ان دو جوابوں سے اپنی تحقیق سے آگاہ فرمادیں، آپ کی نہایت ہی مہربانی ہوگی، والسلام فقط

نیاز مند: اسلام الدین چوکیدار، ہوسٹل جامعہ اسلامیہ بہاولپور

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

۱- تصریحاتِ فقہیہ سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ لفظ "چھوڑی" صریح طلاق نہیں، صریح وہ لفظ جس کا استعمال غالباً طلاق میں ہی ہو حالانکہ یہ لفظ صدہا چیزوں کے چھوڑنے پر کہا جاتا ہے اور بیوی کے حق میں بھی طلاق کے علاوہ کئی اور طرح کے چھوڑنے پر بولا جاتا ہے۔ اس کے ہم مثل الفاظ عربی میں سرحتک اطلقتک مطلقۃ وغیرہ میں جو طلاقِ صریح نہیں بلکہ کنایہ ہیں۔ مبسوط سرخسی ج ۶ ص ۷۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۱ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الاول فان الرجل یقول سرحت ابلی وفارقت غریمی او صدیقی وھما کسائر الالفاظ المبھمۃ لا یقع بھا الطلاق الا بالنیۃ، شامی ص ۶۳۹ کے کنایات میں ہے (قولہ سرحتک) من السراح بفتح السین وھو الارسال ای ارسلتک لانی طلقتک او لحاجۃ لی۔ شامی ۵۶۹ میں بحر الرائق سے ہے، فلم یتوقف علی النیۃ فی طلقتک وانت مطلقۃ بالتشدید و یتوقف علیھا فی اطلقتک ومطلقۃ بالتخفیف، اسی میں ہے قال فی البدائع ثم ھذا الاستعمال فی العرف وان کان المعنی فی اللفظین لا یختلف فی اللغۃ نیز شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں ہے (قولہ ولو بالفارسیۃ) فما لا یستعمل فیھا الا فی الطلاق فھو صریح یقع بلا نیۃ وما استعمل فیھا استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام، بلکہ قرآنِ کریم سے طلاق کے بغیر صرف عدمِ ادائیگی حقوقِ زوجہ پر بھی زوجہ چھوڑنے کا اطلاق ثابت ہے، ارشاد ہوتا ہے فتذروھا کالمعلقۃ ہاں یہ لفظ کنایہ طلاقِ بائن ہے، تو اگر نیتِ طلاق سے کہا یا قرینہ طلاق پایا گیا تو طلاق بائن واقع ہوگئی مگر صرف ایک فتاوٰی عالمگیریہ ج ۲ ص ۶۳ وغیرہا میں ہے لا ابلی

البائن البائن۔

نوٹ : سائل نے اجمال سے کام لیا ہے یہ بیان نہیں کیا کہ بھائی کی ناراضگی کس طرح تھی اور زید نے کس معنی میں کہا لہٰذا واقعات سے قرینہ کا علم ہوسکتا ہے۔

۲۔ رجعت ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں کما صرح بہ الائمۃ الکرام والمشائخ العظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ ۲ ۴/۶۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ عظام شکر اللہ مساعیکم العظام اندریں صورت کہ زید کا اپنے سسر کے ساتھ کھیتی کے حصہ کے بارے میں معمولی سا جھگڑا ہوگیا، اس پر زید نے کہا کہ عرصہ پانچ سال ہوگئے ہیں نہ میرا باپ کوئی چیز دیتا ہے اور نہ میرا سسر حاجی کچھ دیتا ہے، چنانچہ پنچایت نے فیصلہ کیا (جو زید کا سسر بھی چاہتا تھا) کہ زید نہ اپنے باپ کے ساتھ کھیتی کرے نہ سسر کے ساتھ بلکہ الگ کوئی کام کرے۔

اس فیصلہ کے بعد واپسی پر جب تقریباً ایک مربع دور چلے گئے تو معززین پنچایت سے اس وقت محمد نواز کھچی اور سوہنا نمبردار اور زید مذکور اور اس کا باپ محمد علی یہ چار آدمی تھے کہ دوبارہ بات شروع ہوگئی۔ اب زید مذکور نے کہا کہ میرا کوئی فیصلہ نہیں ہوا، مجھے کوئی چیز لے کر دیں تو محمد نواز مذکور اور سوہنا نمبردار نے کہا کہ یہ فیصلہ منظور نہیں تو ہم سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا، اس پر زید مذکور نے کہا اپنے باپ کی طرف متوجہ ہوکر کہ تیری لڑکی تیرے گھر اور حاجی دی لڑکی حاجی دے گھر، میں چھوڑی چھوڑی چھوڑی، یہ الفاظ دونوں گواہوں نے لکھوائے ہیں

marfat.com

مگر یہ بھی گواہ کہتے ہیں کہ طلاق کا کوئی ذکر نہیں ہوا البتہ یہ کہا کہ میں لودھراں جاکر لکھ کر بھیج دوں گا مگر زید مذکور اس خط کشیدہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کہا تھا کہ میں بصیر پور پڑھنے جاتا ہوں، ابا مجھے مت تلاش کرتے پھرو۔

نوٹ : زوجین کا شادی کے بعد آج تک کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا۔

یہ مندرجہ بالا بیان مولانا ابو الرضا محمد عبدالعزیز صاحب نوری مہتمم دار العلوم غوثیہ حویلی لکھا (جو زید مذکور اور اس کے سسرال والوں کے قریبی برادری کے بھی ہیں) اور مولانا ابو الانعام محمد رمضان صاحب نوری بھی قریبی برادری کے ہیں۔ اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل محقق ہیں، نے وہاں جاکر پوری جستجو اور خیر خواہی سے معلومات حاصل کرنے کے بعد لکھوایا ہے، تو کیا حکم ہے طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کونسی؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

نوٹ : گواہ دونوں شرعاً عادل نہیں ہیں، نیز زید نے حلفیہ کہا کہ چھوٹی چھوٹی سے میری مراد وہ چیز دست ہے جس کا میں نے مطالبہ کیا تھا۔

السائل : محمد علی والد زید مذکور

ابو الانعام محمد رمضان المحقق النوری مدرس غوثیہ حویلی لکھا تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال ۲۲/۴/۷۴

ابو الرضا محمد عبدالعزیز نوری مہتمم دار العلوم غوثیہ حویلی لکھا تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال ۲۲/۴/۷۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو شرعاً بلا شک وشبہ ور یب طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ زید نے کسی لفظ طلاق کی نسبت زوجہ کی طرف نہیں کی حالانکہ نسبت کے بغیر طلاق ہو سکتی ہی نہیں، اگرچہ طالق، طلقتُ جیسے صریح واصرح لفظ بھی کہے

marfat.com

کما هو مبین و مبرهن فی اسفار المذهب المہذب چنانچہ مبسوط ج ۶ ص ۹۰ میں ہے انما تتحقق بعد صحۃ الاضافۃ الی محلہ، شامی ج ۲ ص ۵۹۰ اور طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ میں ہے و النظم للشامی فانہا الشرط، سوال میں لفظِ چھوڑی ہی طلاق بن سکتا تھا مگر اس کی نسبت زوجہ کی طرف متعین نہیں بلکہ کئی احتمال ہیں کیونکہ زید نے اپنی بہن اور بیوی کا ذکر صراحۃً کیا اور کھیتی باڑی کا حصہ جو مبنائے نزاع ہے وہ بھی حکماً مذکور ہے جسے پنجابی میں "چیز وست" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور لبعد میں لفظ "چھوڑی" کہا جس کی نسبت کسی چیز کی طرف صراحۃً نہیں کی تو ایک احتمال یہ ہے کہ چیز وست کی طرف نسبت ہو جو مؤنث سماعی ہے، دوسرا احتمال یہ کہ بہن کی طرف نسبت ہو اور تیسرا یہ کہ بیوی کی طرف نسبت ہو۔ یہ تین[۵] احتمال ہیں اور مراد متعین کرنے کا حق صرف زید قائل ہی کا ہے کہ کس کا ارادہ کیا، مبسوط ج ۶ ص ۹۱ میں ہے فلو قال لامرأتہ و اجنبیۃ احدکما طالق فان قال عنیت امرأتی وقع الطلاق علیہا و الا لم یقع لان اللفظ المذکور یصلح عبارۃ عن امرأتہ و عن المرأۃ الاخریٰ۔

فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۵۱، تنویر الابصار، در المختار اور شامی ج ۲ ص ۶۳۲ میں ہے لہ امرأتان کلتاہما معروفۃ لہ ہو فقال احدیہما شار۔ اور اس قسم کے بکثرت اور جزئیات بھی ہیں جن میں زوج کے بیان کا ہی اعتبار ہے حالانکہ زید حلفیہ کہتا ہے کہ "میری مراد چیز وست چھوڑنا ہے" تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

رہا یہ لفظ کہ "میں لودھراں جاکر لکھ کر بھیجدوں گا" تو زید یہ کہنا مانتا ہی نہیں اور غیر عادل گواہوں کا کہنا معتبر نہیں اور اگر بالفرض اعتبار کیا بھی جائے تو یہ لفظ طلاق بن سکتے ہی نہیں کیونکہ ان میں یہ مذکور نہیں کہ کیا لکھے گا، اور اگر قرائنِ حالیہ سے یہ سمجھا جائے کہ

---

[۵] بلکہ چوتھا احتمال کل واحدۃ منہما کا اور پانچواں مجموعتہما کا بھی ہے یعنی ہر چیز چھوڑی ۱۲ منہ غفرلہ

جن الفاظ کو پہلے بولا ہے ان کا لکھنا مراد ہے تو وہ بھی طلاق نہیں اور پھر یہ لفظ صراحۃً استقبال کے ہیں حالانکہ استقبالی الفاظ طلاق نہیں بن سکتے لانہ وعد لا تنجیز۔ بہرحال یہ بھی طلاق نہیں، پھر تعجب کہ بعض حضرات نے لفظ چھوڑی کو مطلقاً طلاقِ صریح کہہ دیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ صریح طلاق کا لفظ شرعاً وہ[1]

---

[1] کما بین هذا المعنی الزیلعی فی التبیین ج ۲ ص ۱۹۷ فالصریح ما ظهر المراد منه ظهورا بینا حتی صار مکشوف المراد بحیث یسبق الی فهم السامع بمجرد السماع حقیقة کان او مجازا وکذا فی العنایة علی الهدایة ج ۳ ص ۴۵ وهذا الظهور بناء علی کثرة الاستعمال وغلبته وتعارفه فلذا حرفوه بما لم یستعمل الا فیه کما فی التنویر وغیره متشابه الکلمات فلو ظهر المراد من غیر استعمال وتعارف لا یکون صریحا وطلاقا من غیر نیة کما فی البدائع ج ۳ ص ۵۳ روی عن ابی یوسف انه قال اذا قال لعبده ا ن ت ح ر او قال لزوجته ا ن ت ط ا ل ق تهجی ذلک هجاء ان نوی العتق والطلاق وقع لانه یفهم من هذه الحروف عند انفرادها ما یفهم عند التركیب والتالیف الا انها لیست بصریحة فی الدلالة علی المعنی وفی الفتح ج ۳ ص ۴۷ ویقع ایضا بالتهجی کانت ط ا ل ق وکذا قیل له طلقتها فقال ن ع م اذا نوی وفی الشامیة عن الذخیرة ج ۲ ص ۵۹۱ ثم ج ۲ ص ۶۳۲ وقدمناه (ای فی ص ۵۹۱ ج ۲) هناک عن الذخیرة لو قال لها الف نون تا طا الف لام قاف ان نوی الطلاق تطلق لان هذه الحروف یفهم منها ما هو المفهوم من الصریح الا انها لا تستعمل کذلک فصارت کالکنایة فی الافتقار الی النیة وفی کتاب الفقه ج ۴ ص ۳۱۷ و اما ذکر الطلاق بحروف الهجاء مقطعة کان یقول لها ط ا ل ق او یقول لها طا الف لام قاف فالتحقیق انها کنایة لا یقع بها الطلاق الا بالنیة

marfat.com

لفظ ہے جس کا استعمال بمعنائے طلاق عرف و رواج میں اس قدر زیادہ ہو کہ جب

وفی ج ۲ ص ۳۲۶ وذلک لان الحروف المقطعة لا تستعمل عادة فیما یستعمل فیہ اللفظ الصریح فلا بد فی وقوع الطلاق بہا من النیة وفی الطحطاوی ج ۲ ص ۱۱۲ قولہ او طا ل ق ای تہجی بہ یقع ان نوی کما فی الدر المنتقی واما ما فی الخلاصة ج ۲ ص ۸۱ والھندیة ج ۱ ص ۳۵۷ وان قال لہا ابتداء انت طا ل ق یعنی طالق یقع فھذا ایضا مقید بالنیة لان یعنی یدل علی النیة بلا ریب وفی الھندیة ج ۱ ص ۳۵۷ عن الخانیة رجل قال لغیرہ اطلقت امرأتک فقال نعم بالھجاء او قال بلی بالھجاء ولم یتکلم بہ یقع الطلاق کذا فی فتاوی قاضیخان وفی البحر ج ۳ ص ۲۵۱ ویقع بالتہجی کانت طا ل ق وکذا لو قیل لہ طلقتہا فقال ن ع م او بلی بالھجاء وان لم یتکلم بہ اطلقہ فی الخانیة ولم یشترط النیة وشرطہا فی البدائع قال الشامی ج ۲ ص ۵۹۲ بعد نقلہ عن البحر قلت عدم التصریح بالاشتراط لاینافی الاشتراط علی ان الذی فی الخانیة ھو مسئلة الجواب بالتہجی والسوال بقول القائل طلقتہا قرینة علی ارادة جوابہ فیقع بلانیة بخلاف قولہ ابتداء انت طالق بالتہجی تامل ثم قال الشامی فی شرح قول الدر ولو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالھجاء طلقت بحر ای بلانیة علی ما قررناہ آنفا فعلم انہ لابد من النیة الا اذا قام قرینة قویة تعین المراد کالجواب فان السوال معاد فی الجواب کما قررہ فی الاشباہ والنظائر ص ۱۷۱ قال فی الدر توقف علی النیة کما لو تہجی بہا او بالعتق قال الشامی ص ۵۹۵ ای فانہ یتوقف علی النیة قال الطحاوی ج ۲ ص ۱۱۵ بان قال انت طا ل ق او انت ح ر فانہ یتوقف علی نیة بناء علی ما فی الخانیة ففی المسئلة

بولا جائے طلاق سمجھی جائے اور طلاق کے سوا کسی اور معنی میں مستعمل نہ ہو[عہ] کہ مامر جہ بہ

نصان مثنی علی احدهما سابقا وجری هنا علی الآخر انتهی تقریر الطحطاوی عین تقریر البحر بالمعنی وزاد علیہ ففی المسئلۃ نصان ولکنہ سهو عن البحر والدر والطحطاوی باعث قلۃ التدبر وقد اوضحہ الشامی وبینہ هذا۔

(فائدہ) النطق باسماء حروف الهجاء مثل الف نون تاء طاء الف لام قاف والنطق بمسمیات الحروف مثل ان ت طالق حکمهما واحد ففی الطحطاوی ج ۲ ص ۱۱۲ (قولہ بالهجاء) بان قطع الحروف ونطق بالمسمی ونطقہ باسماء الحروف کنطقہ بمسمیاتها فیما یظهر وقال الشامی ص ۵۹۱ (قولہ او ط ل ق) ظاهر ما هنا ومثلہ فی الفتح والبحران یأتی بمسمی احرف الهجاء والظاهر عدم الفرق بینها وبین اسمائها الخ الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۵ رجمادی الاولی سنۃ ۱۳۹۴ھ ۲۸۔۵۔۷۴۔

عہ الثابت من الهدایۃ وغیرها من تعریف الطلاق الصریح هو ما یستعمل فیہ[سہ] ولا یستعمل فی غیرہ وقد قالوا فی التعلیل لغلبۃ الاستعمال وهنا ینبئ عن الاستعمال القلیل المغلوب فی غیرہ وانہ لا یخالف الصریح فقد قال فی الفتح ج ۳ ص ۴۴ رتب الصراحۃ فی هذہ الالفاظ بقولہ فکان صریحا علی الاستعمال فی معنی الطلاق دون غیرہ الا ان فی قولہ فی تعلیل عدم افتقارها

سہ نص شرح الوقایۃ: والتنویر وغیرہما صریحہ ما استعمل فیہ دون غیرہ ونص الهدایۃ لان هذہ الالفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیرہ ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

سادا تنا الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ، چنانچہ مبسوط سرخسی ج ۶ ص ۷۷ و

الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال تدافعا لان الموصوف بالغلبۃ ھنا ھو ما وصفہ بعدم الاستعمال فی غیرہ والغلبۃ فی مفہومہا الاستعمال فی الغیر قلیلا للتقابل بین الغلبۃ والاختصاص وقد قال الامام السرخسی فی المبسوط ج ۶ ص ۷۷ الصریح ما یکون مختصا بالاضافۃ الی النساء فلا یستعمل فی النساء وغیر النساء فھو بمنزلۃ الکنایۃ وکذا فی الشامیۃ ج ۲ ص ۵۹۰ وقد قال فی المبسوط ص ۱۷۵ ایضا ان ھذا اللفظ صریح فی الطلاق عن النکاح لغلبۃ الاستعمال فلا حاجۃ الی النیۃ فیہ ولانہ یختص بالنساء ولا یذکر لفظ الطلاق الامضافا الی النساء وھذا ایضا متدافع لان الاختصاص بالنساء وعدم الذکر فی غیرھا یقتضی عدم الاستعمال فی غیر النساء اصلا وغلبۃ الاستعمال دلیل الاستعمال القلیل وقد قال السعدی الچلپی مجیبا عن ھذا فی حاشیۃ الفتح قال المصنف (ای صاحب الھدایۃ) ولا تستعمل فی غیرہ اقول ای غالبا بقرینۃ قولہ لغلبۃ الاستعمال فیندفع التدافع بین کلامیہ وقد قال فی البحر ج ۳ ص ۲۵۱ بعد ذکر اشکال التدافع ولو حمل العبارۃ الاولیٰ علی الغالب لاندفع وکذا قال الشامی ج ۲ ص ۵۹۰ (قولہ مالم یستعمل الا فیہ) ای غالبا وزاد علیٰ ھذا فی منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۵۱ فقال ای غالبا فیوافق قولہ لغلبۃ الاستعمال وقد قال السید الطحطاوی ج ۲ ص ۱۱۲ الا ان یقال ان المراد بالحصر کثرۃ الاستعمال فعلیٰ ھذا لو قال صریح ما کثر لکان اولیٰ ومبناہ علیٰ ان الاستعمال القلیل النادر فی حکم العدم فلا ینافی الصراحۃ والاختصاص وقد اجاب الشامی فی المنحۃ

marfat.com

ج ٦ ص ١٤٥ ، بدائع صنائع ج ٣ ص ١٠١ ، ١٠٦ ، جوہرہ نیرہ ج ٢ ص ١٠٢ ، ہدایہ ج ٢ ص ٣٣٩ ،

ج ٣ ص ٥١ ٢ عن هذا الاشكال بجواب آخر قائلا وقد يجاب ايضا بانها فى اصل الوضع تستعمل فى الطلاق وغيره ثم غلب الاستعمال فيها على الاصل الوضعى فتخصصت بالطلاق فقط اى بسبب غلبة الاستعمال اختصت بالطلاق عرفا فمعنى غلبة الاستعمال هو الاستعمال العرفى الذى غلب على الاصل الوضعى وليس معناه انها تستعمل فى الطلاق غالبا وفى غيرها نادرا حتى يناف قوله دون غيره اقول حاصل هذا ان هذه الالفاظ مختصة بالطلاق فى الاستعمال العرفى فلا يستعمل عرفا فى غير الطلاق ولو نادرا وقد قال فى الشامية ج ٢ ص ٥٩٢ الصريح ما غلب فى العرف استعماله فى الطلاق بحيث لا يستعمل عرفا الا فيه قدينا فى قوله دون غيره ولا الاختصاص بالنساء عرفا استعمالها اللغوى القليل النادر فى غيره وضعا لان الوضع شيئ والعرف شيئ آخر ولا تدافع ولا تناقض الا بالوحدة كما بين فى محله ولا يخفى ان الفرق بين الجوابين متحقق ولكنه دقيق لطيف وكلاهما ينبئان عن الصريح قد يستعمل فى غير الطلاق اى رفع قيد النكاح ولو قليلا لغة وذا مما لا شك فى وجوده فان انت طالق مع انه اصرح صريح قد يطلق فيراد به غير الطلاق ففى المبسوط ج ٦ ص ٨٢ والبدائع ج ٣ ص ١٠١ والجوهرة ج ٢ ص ١٠٢ والفتح ج ٣ ص ٤٧ والخلاصة ج ٢ ص ٨٠ والبزازية ج ٤ ص ١٧٤ بكلمات متقاربات والنظم للسرخسى ولو قال انت طالق من وثاق لم يقع عليها شيئ قال فى البدائع فان المرأة قد توصف بانها طالق من وثاق وفى الدر والشامية ج ٢ ص ٥٩٣ والطحطاوية ج ٢ ص ١١٣ وتبيين الحقائق بكلمات متوافقات والنظم

marfat.com

بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۱، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۷۲، تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۵۹،

للزیلعی و لو قال انت طالق عن وثاق لم یقع فی القضاء شیٔ لانہ صرح بما یحتملہ اللفظ فیصدق قضاء و دیانۃ و کذا لو قال انت طالق من ھٰذا القید و ایضا فی المبسوط والبدائع والھدایۃ والفتح ج ۳ ص ۴۶ و الجوھرۃ والتبیین و الخلاصۃ و الدر و الشامیۃ والطحاوۃ والبزازیۃ والھندیۃ ج ۱ ص ۳۵۴ والنظم منھا و لو قال لھا انت طالق و نوی بہ الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاء و یدین فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ فی البدائع وغیرھا لانہ نوی ما یحتملہ کلامہ فی الجملۃ واللہ تعالیٰ مطلع علیٰ قلبہ فھٰذہ النصوص دلیل علی ان کلمۃ طلاق تحتمل معنیٰ اٰخر غیر الطلاق وھو معتبر عند اللہ تعالیٰ فلا شک فی وجودہ و استعمالہ غیر معروف وعدم اعتبار القاضی لا ینافی الوجود لان مبنی القضاء علی الظاھر وھو غیر ظاھر لکونہ غیر معروف و تصریح الوثاق او القید قرینۃ قویۃ علی ارادتہ فیعتبر القاضی ایضا بل قد یکون المعنی الاٰخر معروفا ایضا باعتبار لغۃ عربیۃ ولکن العرف الشرعی یغلبہ فیبقیٰ صریحا کما فی الطحطاویۃ ج ۲ ص ۱۱۲ ان الترکی یستعمل ھٰذا اللفظ للطحال الخ و ھٰھنا اشکال اٰخر وھو انہ قد یکون لفظ صریحا فی الطلاق عرفا و لہ معنی اٰخر ایضا عرفا شرعیا کثیر الاستعمال کثرۃ لا تنکر فان لفظ الحرام عدّ طلاقا صریحا باعتبار العرف فی التنویر و الدر و الشامیۃ ج ۲ ص ۷۶ و الطحطاویۃ ج ۲ ص ۱۸۳ و النظم من التنویر قال لامرأتہ انت علی حرام (الیٰ ان قال) و یفتیٰ بانہ طلاق بائن و ان لم ینوہ قال الشامی و الفتوی علیٰ قول المتأخرین بانصرافہ الی الطلاق البائن و ایضا قال

marfat.com

طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۷، فتاوی ہندیہ ج ۱ ص ۳۷۹

الصواب حمله علی الطلاق لان العرف الحادث المفتی به انتهی
مع انه ایضا یقال الخمر حرام والخنزیر حرام والزنا حرام الی
غیر ذلک من الاشیاء والافعال المحرمة وکذا یطلق علی النساء
المحرمات وکذا یطلق علی المحرم بالحج والعمرة انه حرام
وکذا یکون الحرام یمینا فلذا معان اخر معروفة شرعا مستعملة
عرفا وحله واضح وهو ان المراد فی قولهم ما یستعمل فیه ولا یستعمل
فی غیره الفاظ تستعمل مضافة الی الازواج المنکوحات فی قید النکاح
وهو المراد من الاختصاص بالنساء لا الالفاظ المطلقة عن الاضافة
وذا مما لا اخفاء علیه اصلا فلذا لم یصرحوا بهذا القید فی التعریف
ولیستأنس لهذا بعبارات ائمه السادة الکرام ففی المبسوط ج ۶ ص ۷۵
اذا قال لها انت طالق یقع به طلقة رجعیة نوی او لم ینو لان
هذا اللفظ صریح فی الطلاق عن النکاح لغلبة الاستعمال فلا حاجة
الی النیة فیه ولانه یختص بالنساء ولا یذکر لفظ الطلاق الا
مضافا الی النساء وانما یذکر فی غیرهن الاطلاق والمعنی
المختص بالنساء النکاح فتعین الطلاق عن النکاح عند الاضافة
وفی البدائع ج ۳ ص ۱۰۱ اما الصریح فهو اللفظ الذی لا یستعمل
الا فی حل قید النکاح وفی ج ۳ ص ۱۰۶ ان الصریح الطلاق هو اللفظ الذی
لا یستعمل الا فی الطلاق عند قید النکاح وفی ج ۳ ص ۱۰۲ الاصل

ﮯ وکذا فی الهدایة فالصریح قوله انت طالق ومطلقة وطلقتک فهہنا یقع
الطلاق الرجعی لان هذه الالفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیره ۱۲ منہ غفرلہ

وغیرہا معتبراتِ فقہیہ میں بالفاظِ متقاربہ ہے و النظم من البدائع ان صریح

الذی علیہ الفتوی فی زماننا ھذا فی الطلاق بالفارسیۃ انہ کان فیہا لفظ لا یستعمل الا فی الطلاق فذلک اللفظ صریح یقع بہ الطلاق من غیر نیۃ اذا اضیف الی المرأۃ ومثلہ فی البحر ج ۳ ص ۳ و الھندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ والشامیۃ ج ۳ ص ۵۷۲، ۵۹۰، ۵۹۴ ولنا صرحوا بشرطیۃ الاضافۃ الی الزوجۃ کما ذکرت فی الفتوی وایضا ھذا القید ظاھر من ان المراد من کلمۃ ما فی ما یستعمل فیہ ولا یستعمل فی غیرہ لفظ مضاف الی الزوجۃ (لان الطلاق لا یکون الا بالاضافۃ الی الزوجۃ) وھو المبتدأ والجملتان یستعمل فیہ ولا یستعمل فی غیرہ خبر او ای صفتاہ معنی وھو المرجع للضمیرین فی الفعلین فکیف لا یکون ما فی الجملۃ الثانیۃ مقیدا بقید الاضافۃ وکیف یرتفع القید الثابت من دون رافع و بعبارۃ اخری ان ما ھذا ھو المقسم والصریح و الکنایۃ القسیمان قسمان سہ فاذا کان الاضافۃ الی الزوجۃ ماخوذا فی المقسم فکیف ینفک القسمان عنہا فلذا صرح فی البدائع وغیرھا لانہ لا یستعمل الا فی حل قید النکاح والا فی الطلاق عن قید النکاح فتمحض الحق حصحصۃ الشمس نصف النہار والقمر منتصف الشہر ان مرادھم ان الصریح لفظ مضاف الی الزوجۃ لا یستعمل عرفا الا فی الطلاق مثل طالق فی انت طالق

سہ فالمقسم لفظ ہو فی قید النکاح مضافا الی المنسار ۱۲ منہ غفرلہ

سہ ما یستعمل فیہ ولا یستعمل فی غیرہ ۱۲ منہ غفرلہ

صہ ما یستعمل فیہ ولا یستعمل فی غیرہ ایضا ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

و حرام فی انت حرام فلفظ الطالق و الحرام و ان کان لهما معان اخر لغة بل للحرام عرفا ایضا ولکن فی هذین الجملتین لا یستعملان عرفا الا فی الطلاق و ان نوی معنی آخر فیصدق دیانة لا قضاء الا اذا زاد ما یعین المراد کالوثاق فی انت طالق وکالکلک ولحمک ودمک وغیر ذلک لان انت حرام علی محتملها و اما طالق فی جملة ان الدنیا طالق وحرام فی ان الخمر حرام فلیسا بلفظی الطلاق لعدم الاضافة الی الزوجة هذا. فان قیل قد ذکرت فی الفتوی عن المبسوط و البدائع والتبیین و الجوهرة ان سرحتک لیس بصریح لان الصریح لا یستعمل الا فی غیر النکاح و هذا اللفظ یستعمل فی الغیر فان الرجل یقول سرحت ابلی ولیس فیه الاضافة الی الزوجة فنعلم انه لیس قید الاضافة الی الزوجة معتبرا فی ما لا یستعمل فی غیره قلت ان الحق لا ینتقض بامثال هذه الشبهة الواهیة التی عرضت عن عدم التدبر فی نصوصهم المبارکة فان مرادهم بهذا ان سرحت فی سرحتک خطابا للزوجة لیس صریحا فان سرحت فی سرحتک یحتمل معنی آخر یجوز استعماله فیه لعدم العرف الفاشی فی کونه طلاقا فان تسریح الزوجة ای ارسالها کما یکون للطلاق یکون لغیر الطلاق ایضا کما ان الرجل یقول سرحت ابلی والابل لیس محلا للطلاق فلا یتصور فیه معنی الطلاق بل معناه غیر الطلاق فکذا یتصور فی سرحتک معنی غیر الطلاق و تعبیرهم هذا دعوی مع الدلیل فما الطفه هو وادقه واحسنه وفی اختصره الشامی علیه فی ج ٢ ص ٩٣٦ حیث قال (قوله سرحتک) من السراح بفتح السین

قید النکاح نیز اسی میں ہے اما الصریح فھو اللفظ الذی لا یستعمل الا فی حل قید النکاح الخ

اس بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ایسا لفظ جو طلاق کے ساتھ خاص نہیں بلکہ طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں بھی مستعمل ہو تو صریح نہیں بلکہ کنایہ طلاق ہے کہ بلا نیت طلاق یا قرینہ طلاق طلاق نہیں بنتا وقد صرحوا بہ ایضاً حالانکہ لفظ چھوڑی کا استعمال طلاق کے علاوہ اور کئی معنوں میں بھی عام ہے اور پنجابیوں میں رائج و معروف ہے کہا جاتا ہے' ڈاچی چھوڑی، گھوڑی چھوڑی، بھینس گائے چھوڑی، بھیڑ بکری چھوڑی، ایہہ دوستی یا گلی چھوڑی بلکہ بیوی کے متعلق بھی

وھو الارسال ای ارسلتک لا فی طلقتک او لحاجۃ لی وقد صرح بھذا الفقید الشیخ الکامل قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین مستند العلماء والفضلاء سیدنا خواجہ مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی فتاواہ السبلکۃ حیث قال والتحقیق ان الصریح ھو الظاھر المتبادر فی رفع قید النکاح مجردا عن القرائن (الیٰ ان قال رضی اللہ عنہ) فمھما اطلق الرجل فی حق عرسہ لفظا یتبادر منہ ارادۃ الطلاق من غیر احتیاج الی القرینۃ ای حالۃ الغضب ومذاکرۃ الطلاق یکون صریحا والا فلا فنفی الصریح لیس شرط عائد بعد حفظ الاضافۃ من الزوج الی الزوجۃ انتہیٰ۔

فھذا ھو الحق المبین وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ربنا ارحم الراحمین فللہ الحمد والمنۃ علیٰ ھدایتنا لحق وارادتہ وصلی اللہ علیٰ محبوب ای محبوب ارسلہ لھدایتہ وارادتہ وعلیٰ آلہ واصحابہ حسب ھدایتہ وارادتہ۔ الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۲ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ ۲۵.۴.۷۴

سہ کما یاتی فی ھذہ الفتویٰ ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ غفرلہ

عہ ازمنی ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

طلاق کے علاوہ بھی بولا جاتا ہے جیسے نہایت مصروف کاروباری یا طالب علم وغیرہ شادی شدہ لوگ جو اپنی بیوی ساتھ نہ رکھیں، کہا کرتے ہیں کہ بیوی اس کے باپ کے پاس چھوڑی یا اپنے باپ کے گھر چھوڑی یا اپنے بھائی کے گھر چھوڑی ہے یعنی وہاں ٹھہرائی ہوئی ہے لہذا یہ صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے، بعینہٖ اسی دلیل سے ہمارے مشائخ عظام نے ؎ سرحتک کو (جو "تجھے چھوڑی" کا عربی ترجمہ ہے) صریح طلاق نہیں بنایا بلکہ کنایہ شمار فرمایا، مبسوط ج ۶ ص ۷۷، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۶، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۱۶، جوہرہ نیرہ ج ۲ ص ۱۰۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۱، شامی ج ۲ ص ۶۳۹ وغیرہا میں ہے بالفاظِ متقاربہ والنظم من المبسوط ولو قال لامرأتہ سرحتک اوفارقتک ولم ینو الطلاق لم یقع شیئ (الی ان قال) الصریح ما یکون مختصا بالاضافۃ الی النساء فلا یستعمل فی غیر النکاح وھذا لا یوجد فی ھذین اللفظین فان الرجل یقول سرحت ابلی الخ شامی کے لفظ یہ ہیں (قولہ سرحتک) من السراح بفتح السین وھو الارسال ای ارسلتک لانی طلقتک او لحاجۃ لی الخ اور یونہی بالخصوص غیر عربی الفاظ کے متعلق بھی ہمارے مشائخ عظام نے بھی تصریح فرمائی ہے، مبسوط ج ۶ ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، بزازیہ ج ۴ ص ۲۰۰، ہندیہ ج ۱ ص ۳۷۹، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۰، شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم للامام السرخسی والحاصل ان کل لفظ لا یستعمل الا مضافا الی النساء فھو صریح وکل ما یستعمل فی النساء وغیر النساء

؎ ومثلہ ترکت ففی کنایات الھندیۃ ج ۱ ص ۳۷۶ رجل قال لأخوات کنت تضربنی لاجل ثلاثۃ التی تزوجتہا فانی ترکتہا فخذ ھا نوی الطلاق تقع واحدۃ بائنۃ کما فی الخلاصۃ ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

فھو بمنزلۃ الکنایۃ۔ طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ میں ہے (قولہ بالفارسیۃ) مرادہ بہا غیر العربیۃ، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے من ای لغۃ کانت، بدائع ج ۳ ص ۱۰۲، بحر ج ۳ ص ۳۰۰ میں ہے ان الصریح لایختلف باختلاف اللغات۔

الحاصل لفظ چھوڑی ہمارے روزمرہ محاورات میں صرف عورت یا منکوحہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ بکثرت اور چیزوں پر بولا جاتا ہے جیسے عربی میں سرحت البتۃ پاکستان یا ہندوستان کے کسی ضلع یا صوبہ میں یہ لفظ صرف طلاق کے لئے ہی خاص اور عرف بن جائے تو اس علاقہ میں طلاقِ صریح ضرور شمار ہوگا مگر ہمارے علاقہ میں یوں نہیں لہذا طلاق صریح نہیں پھر مسئلہ ہذا میں جبکہ زید قسماً کہتا ہے کہ میری نیت چیز دست کی ہے حالانکہ بلاقرینہ کنایات میں زوج کا قول ہی معتبر ہوتا ہے کما فی معتبرات المذھبیۃ چنانچہ مبسوط ج ۶ ص ۷۹، ہدایہ ۲ ص ۳۵۵ میں ہے والنظم من المبسوط انہ امین والقول قول الامین مع الیمین اور زید اور اس کی زوجہ کے مابین مذاکرہ یا مغاضبہ کبھی نہیں ہوا بلکہ اس وقت زوجہ حاضر ہی نہیں اور زوجہ کا والد بھی حاضر نہیں، پھر زید یہ بھی ساتھ ہی کہتا ہے "میں بصیر پور پڑھنے جاتا ہوں اباجی"، اور پھر نسبت متعینہ بھی نہیں تو طلاق بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور پھر تعجب پر تعجب یہ کہ ان بعض حضرات نے لفظ چھوڑی کو صرف صریح طلاق ہی نہیں بنایا بلکہ تکرار "چھوڑی" سے تین طلاقیں بنا کر مغلظہ قرار دیا کہ بغیر حلالہ کے تجدیدِ نکاح بھی جائز نہیں حالانکہ

عہ فتاویٰ مبارکہ سہریہ شریفیہ ص ۱۶۸ کے کتنے پیارے کلمات مبارکہ ہیں ولما کان العرف مدار السقام ففی ای موطن یطلق لفظ "چھوڑی" من الزوج الی عرسہ ویتبادر منہ انفہام معنی رفع قید النکاح مجردا عن قرینۃ الغضب والمذاکرۃ تکون صریحا عند اھلہ وای موضع یکون بائنا عند اھلہ الخ ۱۲ منہ غفرلہ

بالفرض بقول ان کے صریح بن بھی جائے تو مغلظہ نہیں بن سکتی کیونکہ حرام کی طرح اپنے اصل معنی کی بنا پر بائن بنے گی۔ فقہائے کرام کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی کما فی التنویر والدر والشامیۃ ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے قال ولا یرد انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا لما ان عدم توقفہ علی النیۃ امر عرض لہ لا بحسب اصل وضعہ۔

بہر حال ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیمروزہ کی طرح نمایاں ہوا کہ صورتِ سوال میں زید کی بیوی باتفاق علماء زید کی بیوی ابھی ہے، اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان والجواب بالانصاف وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ / ۱۷ ۵ ۷۴ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو رو برو گواہاں حاشیہ (کاتب سائل نے یونہی لکھا ہے) کہا کہ میرے واسطے ماں بہن ہے اور تو محمد پر حرام ہے، کیا از روئے شرع محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

گواہ شد
محمد حسن ولد فتح دین قوم سندھو باملی
ساکن بصیرپور

گواہ شد
عمر دین ولد امام دین قوم بھٹہ پوار
کسب نائی ساکن بصیرپور

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو ہندہ پر طلاقِ بائن واقع ہو گئی، عدت پوری ہونے پر جہاں چاہے حسبِ دستور نکاحِ شرعی کر سکتی ہے وھو الصحیح المفتیٰ بہ کما فی الشامی وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ و آلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۲۱ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

علمائے دین اور مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، ایک شخص نے اپنی بیوی کو گواہوں کے روبرو طلاق دی اور حروف یہ استعمال کئے کہ حرام حرام حرام، میری ماں اور بہن ہے۔

فقیر چراغ دین، چک ۴۲/ ۷ گ ب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سائل نے زبانی بیان کیا کہ اس شخص نے خود بخود گواہوں کو بلایا اور اپنی بیوی کے متعلق یہ لفظ کہے، اگر یہ تحریر اور زبانی بیان صحیح ہے تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بائن پڑ گئی ہے اور باقی لغو، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ نیز ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے کہ انت علی حرام کے بعد انت علی حرام کہنے سے اور طلاق نہیں پڑتی نصہ ولا یرد انت علی حرام علی المفتیٰ بہ من

marfat.com

عدم توقفه علی النیة مع انه لا یلحق البائن ولا یلحق البائن لکونه بائنا۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ ۲۸/۶/۷۷

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرتِ قبلہ وکعبہ استاذ العلماء فقیہِ اعظم پاکستان محدث عرب وعجم الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی دامت برکاتہم العالی

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے سسر کی طرف اپنی بیوی کے متعلق اس طرح لکھا ہے، ہمیں افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ آپ نے گاؤں میں آنا ترک کر دیا ہے، اس کا مطلب کہ شہزادی کو ہم اپنے پاس رکھ لیں، اگر آؤ گے خود لے آنا ورنہ اس کو اپنے پاس قابو کرلو، میرا آخری فیصلہ ایک ہے طلاق طلاق طلاق، اس سے زیادہ ذلیل ہونا ہے، کچھ بھی ہو جائے میں طلاق دوں گا، اتنا وقت گذر گیا ہے آئی نہیں ہے، میں طلاق دوں گا، شہر بسے یا گاؤں بسے، اب علماءِ کرام سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ مذکورہ شخص آخری فیصلہ کر کے لکھ کر دے رہا ہے کہ میرا آخری فیصلہ ایک ہے طلاق طلاق طلاق ۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ میں طلاق دوں گا۔ آخری فیصلہ کرنے کے بعد مستقبل کا جملہ کہ "میں طلاق دوں گا"، شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام موجب کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

السائل: ابوالنور مولا بخش سکندری متعلم دار العلوم جامع نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور و
ساکن خیر پور (سندھ)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ "آخری فیصلہ" کئی احتمالوں والا ہے مثلاً یہ کہ شہزادی (جو اس کی زوجہ ہے) اس کے حق میں فیصلہ ہے یا یہ کہ اس کی یہ عادت ہے کہ اس نے اپنی سابقہ بیویوں کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہوا ہے لہٰذا استور جاؤ اور اس معنی کا قرینہ جملہ مکررہ "میں طلاق دوں گا، میں طلاق دوں گا" لہٰذا ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہو سکتی، نیز پہلے معنی میں بھی دو احتمال ہیں کہ شہزادی کو طلاق طلاق ہے یا دوں گا، اور اس دوسرے احتمال کو وہی استقبالیہ مکرر جملے تائید دیتے ہیں، چونکہ شہزادی کا نکاح متعین ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ الیقین لا یرتفع بالشک لہٰذا نکاح باقی ہے، طلاق واقع نہیں ہوئی وھذہ القاعدۃ من اجلی البدیہیات فلا حاجۃ الی ذکر الحوالجات۔

ان دو دلیلوں کے علاوہ عدم وقوعِ طلاق کی یہ بھی دلیل بین ہے کہ اس جملۂ فیصلہ میں زوجہ کی طرف نسبت نہیں اور نسبت الی الزوجہ کے بغیر کسی بھی لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاوٰی خلاصۃ الفتاوٰی ج ۲ ص ۷۶، ۷۷ اور درالمختار شامی علی الدر ج ۲ ص ۵۹۰ اور ج ۲ ص ۵۹۱، طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲، البحرالرائق ج ۳ ص ۲۵۳ میں ہے چنانچہ خلاصہ میں فرمایا جنس آخر فی الاضافۃ، پھر کئی مسائل ذکر کیے کہ ان میں طلاق لعدم الاضافۃ واقع نہیں ہوتی چنانچہ اسی صفحہ میں فرمایا ولو قالت طلقنی فضربھا وقال اینک طلاق لا یقع نیز اسی میں ہے فقال بالفارسیۃ طلاق ان قال عنیت امراتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع نیز وفی المحیط داز طلاق ینوی لعدم الاضافۃ در المختار

سہ وقد ذکرنا فی الاشباہ والنظائر منتخلہ ص ۶ قاعدۃ ثالثۃ فی اوراق کثیرۃ من شاء فلیطالعہا ۱۲ منتخلہ

میں فرمایا لوقال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا، شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ای المعنویۃ فانہا الشرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ الخ اور یونہی طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی بحر الرائق میں فرمایا و قید بخطابہا لانہ لو قال حلفت بالطلاق ولم ینسبہ الیہا لا یقع (الی ان قال) وذکر اسمہا واضافتہا الیہ کخطابہ۔

بہرحال صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی اور جملہ "میں طلاق دونگا" فیصلہ والے جملہ کا مبین ومظہر بنے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و علیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ : ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع ساہیوال ۵ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ۱۵/۱۱/۷۸

الاستفتاء

حضور عالی جناب رأس المفسرین فخر المحدثین قطبِ عصر قبلہ اباجی صاحب ادام اللہ فیوضہم ابداً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔

ایک مسئلہ ارشاد فرمایا جائے۔ زید فاطمہ سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ فاطمہ زید کی ہمشیرہ عائشہ کے ساتھ مل کر زید کی والدہ کا دودھ پی چکی ہو؟ فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۳۶ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے لیکن چونکہ مسئلہ ۲ بھی دریافت طلب تھا لہذا یہ بھی عرض کر دیا ہے۔

مسئلہ ۲ : جو شخص زید سے زید کی منکوحہ کے حق میں تلین بار حرام حرام حرام کہلواتا ہے اور زید کی نیت طلاق ہو تو وہ زید کی منکوحہ کے حق میں زید کے لئے بائن

ہے یا مغلظہ؟ فتاویٰ عالمگیری (طبع مصری) ج ۱ ص ۱۰۴ ولو قال انا منک بائن او انا علیک حرام و نوی الطلاق یقع، شرح وقایہ ج ۲ ص ۸۲ و منہا اعتدی و استبرئی الخ (الیٰ ان قال) حرام خلیۃ بریۃ تقع واحدۃ بائنۃ۔ بہارِ شریعت ج ۸ ص ۱۳ "اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو ایک بائن طلاق ہوگی" ہدایہ شریف ج ۱ ص ۳۴۶ ولو قال انا منک بائن او علیک حرام ینوی الطلاق فہی طالق۔ الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۹ ونحو خلیۃ وبریۃ حرام بائن۔

عرض ہے کہ حرام سے بائن تو ہے، کیا ایک بار حرام کہنے سے بائن ہے تو متعدد بار حرام کہنے پر بھی بائن ہے یعنی تین یا تین سے زیادہ بار کہنے پر بائن ہی ہے، جیسا کہ ظہار میں ایک بار اپنی عورت کو مثل ماں بہن کہنا یا دس بار کہنا آیا کفارۂ ظہار ایک ہی بار ہوتا ہے یا مغلظہ ہوگی؟

حضور فیض گنجور ہم لاکھ کتابیں دیکھ لیں، تشنگی برقرار، محتاجی کا اظہار ہوتا ہے کہ اپنے آقا سے وابستگی قائم رہے، دعا ہے کہ نظرِ کرم رہے آمین ثم آمین۔ حضرت صاحبزادہ صاحب سے سلام عرض اور اساتذہ کرام سے بھی مؤدبانہ اور سب سے سب کی خدمت میں سلام دعا۔

آپ حضور کا فرزند: محمد فیض الرحمٰن[۱] سجادہ نشین آستانہ عالیہ اناثی شریف تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال ۴/۴/۷۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ مسماۃ فاطمہ نے جب زید کی والدہ کا دودھ پیا، زید کے ساتھ یا کسی اور بہن بھائی کے ساتھ تو وہ زید کی رضاعی بہن بن گئی اور بحکم واخواتکم من الرضاعۃ حرام ہوگئی لہذا زید کے نکاح میں ہرگز ہرگز نہیں آسکتی۔

---

[۱] رحمۃ اللہ علیہ۔ م ۲۲ دسمبر ۱۹۷۹ء (مرتب)

marfat.com

۲۔ زید کا اپنی منکوحہ کو تین بار حرام حرام حرام کہنا صرف ایک طلاقِ بائن ہے، کیونکہ قاعدۂ فقہیہ ہے لایلحق البائن البائن ، فتاویٰ ہندیہ (عالمگیریہ) ج ۲ ص ۶۳ فی آخر الفصل الخامس فی الکنایات، اور تنویر الابصار، در المختار شامی ج ۲ ص ۶۴۵، ۶۴۶ میں ہے الصریح یلحق الصریح (الیٰ ان قال) لا یلحق البائن البائن۔

البتہ اگر ایک مرتبہ انت علی حرام میں تین کی نیت کرلے تو صحیح ہے، شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے فقد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام کیونکہ "حرام" مصدر ہے، اس میں تین کی نیت ہو سکتی ہے ولفظہ لان الطلاق مذکورۃ بلفظ المصدر وقد علمت صحتھا فیہ وکذا فی قولہ الحرام اور بہارِ شریعت ج ۸ ص ۲۴ میں بڑی تفصیل سے ہے خود پڑھ لیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بیدہٖ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ ۲/۴/۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین مفتیان محمدث اس مسئلہ میں کہ عرصہ ۶ ماہ کا ہوا ہوگا کہ مسمی شمشیر ولد گوماں بلوچ چک ۱۲۵ موضع تتے والا خان پور کٹورہ میرے گھر چار بجے شام آیا اور اپنی بیوہ مسماۃ حنیفاں عرف صغریٰ دختر ام کو بلا کہ کہنے لگا کہ میں نے تم کو تین طلاق دے دی، جہاں تیرا دل چاہے نکاح ثانی کر سکتی ہے، تو میرے اوپر ہر چار مذہب اسلام میں حرام ہے۔ اس وقت میرے پاس دو تین آدمی بھی بیٹھے تھے۔

marfat.com

علی الصبح میں نے اس کو بلا کر پوچھا کہ آپ تحریری طلاق بھی لکھ کر دیں تو اس نے کہا جبکہ میں اپنی زبان سے تین طلاق دے چکا ہوں تو اب لکھنے کی کیا ضرورت ؟ لہٰذا برائے مہربانی کتب احادیث وفقہ و آیاتِ قرآن مجید کا ثبوت دیں کہ کل کو اگر وہ منحرف ہو تو ثبوت دکھلایا جائے ، جواب دیکھ کر مشکور فرمائیں ، جناب کی مہربانی ہوگی۔

العارض

السائل : میاں خان ولد عبداللہ چک ۳۶ A / 4.L ڈاکخانہ اوکاڑہ کینٹ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

گواہ شد

فلک شیر ولد صادق خان بلوچ چک 4.L/۳۶A ڈاک خانہ اوکاڑہ کینٹ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

گواہ شد

مہر کبیر خاں ولد نور محمد خاں چک 4.L/۳۷ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح ہے تو بحکم قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک اور فقہ مذہبِ مہذب حنفی تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔

قرآنِ کریم میں ہے الطلاق مرتٰن اور فان طلقھا الآیۃ اور احادیث ابن ماجہ میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق اور فتاوے عالمگیری اور فتاوے قاضی خان اور سب فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ ہاں گورنمنٹ کا قانون ہے کہ سرکاری طور پر یونین کونسل میں طلاق دی جائے تو معتبر ہے ، مگر یہ گورنمنٹ کا قانون ہے اور شرع

marfat.com

شریعت میں باقاعدہ طلاق مکمل ہو گئی ہے اور مسماۃ صغرے مسمی شمیر پر حرام ہو گئی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
از بصیرپور شریف بقلم خود

۲ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۔۲۔۸۰

باب الطلاق بالشرط

الاستفتاء

احمد دین سائل از ڈوگرا متصل منڈی ہیرا سنگھ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید اقرار نامہ میں یہ لفظ لکھ دیتا ہے کہ اگر میں اپنی بیوی مذکورہ[1] کو اس کے والدین کی مرضی کے خلاف اپنے والدین کے پاس یا کسی اور جگہ آباد کرنے کی کوشش کروں یا لے جاؤں گا تو میرا نکاح نہیں رہے گا اور زبانی بھی یہ کہا کہ میری طرف سے طلاق ہوگی مگر اب اس نے اپنی بیوی کو والدین بیوی کی مرضی کے خلاف اور جگہ آباد کرنے کی کوشش بذریعہ پولیس کی ہے تو کیا طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال درست اور واقعی ہے تو بلا شک وشبہ مذہب حنفیہ کی رو سے طلاق بائن واقع ہوگئی کہ شرط کے پائے جانے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، بحر الرائق ج ۴ ص میں ہے قولہ فیقع بعدہ ای یقع الطلاق بعد وجود الشرط۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

ابوالخیر غفرلہ ۲۳ رجب المرجب ۷۳ھ

---

[1] جس کا باقاعدہ اس اقرار نامہ میں ذکر اوپر مذکور ہے ۱۲ ابوالخیر غفرلہ

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ مسمی بشیر احمد حسب ذیل تحریر کر دیتا ہے، مسمی بشیر احمد ولد محمد رمضان قوم شیخ صدیقی سکنہ حال کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ اپنی بیوی بنام رشیداں بیگم ولد امام بخش قوم شیخ صدیقی کو مبلغ ۳۰ روپے ماہوار مورخہ ۱۵ ۳/۵۵ کو مبلغ ۱۵ روپیہ اور دوسری تنخواہ مبلغ ۱۵ روپیہ مورخہ ۳۰ ۳/۵۵ تک ۳۰ روپیہ پورے کر دونگا، بذریعہ منی آرڈر مدت دس ماہ ادا کرتا رہونگا، اگر میں ان تاریخوں میں اپنی بیوی کو یہ رقم مذکورہ ادا نہ کرسکوں تو میری بیوی کو میری طرف سے تین طلاق بائن ہیں، میرے اوپر کسی قسم کا کسی کا زور نہیں ہے، میں نے اپنی رضامندی سے تحریر کر دی ہے، بعقل ہوش و حواسِ خمسہ روبرو گواہان دستخط کر دیئے ہیں خدا کو حاضر ناظر جان کر، فقط

کاتب محمد شفیق سکنہ بصیر پور ۲/۳/۵۵

گواہ شد	گواہ شد	دستخط
نشان انگوٹھا	محمد شفیع بقلم خود	مسمی بشیر احمد

مسمی مذکور نے روبرو گواہان اپنی بیوی رشیداں بیگم کو نان و نفقہ تحریر کر دیا تھا، آج تک ایک ماہ کی تنخواہ بھی نہیں ادا کی ہے، عرصہ کافی ہو گیا ہے تحریر کو، اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو گئی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح و درست ہے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۶ میں ہے اذا اضاف الی شرط وقع عقیب الشرط، شامی ج ۲ ص ۶۷۸ میں ہے و وجود الیمین شرط الحنث فیحنث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحبہ

marfat.com

و بارك وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ ۱۲ رجمادی الاولی ۱۳۷۶ھ

الجواب ھو الجواب والحق واتباع الحق بلا شك وشبہ احق ومنکر الجواب بلا ریب عنید الحق۔

کتبہ زید احمد غفرلہ خطیب جامع مسجد دربار شیخ فاضل صاحب علیہ الرحمہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نیاز احمد نے اپنی بیوی ایک شخص کے یہاں جانے سے روکا مگر وہ نہ مانی بالآخر اس نے کاغذ پر یہ لکھا کہ اگر تو فلاں کے گھر آنے جانے سے نہ رُکی تو میں تجھے مطلقہ کر دونگا۔

یہ کاغذ اپنی بیوی تک پہنچا دیا، چند دن بعد شادی کی تقریب پر وہ اپنے میکے چلی گئی تو انہوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ نیاز احمد نے ہماری لڑکی کو مطلقہ کر دیا۔ جب نیاز احمد نے یہ بات سنی تو سسرال گیا، انہیں اصل واقعہ سنایا اور مزید یہ بھی کہا کہ اگر وہ کاغذ طلاقنامہ ہے تو ظاہر کرو، انہوں نے اپنی لڑکی (نیاز احمد کی بیوی) سے کاغذ لیا تو اس نے کہا میں نے اسی وقت پھاڑ ڈالا تھا، نیاز احمد بار بار کہتا رہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، البتہ دو شخصوں نے جب نیاز احمد سے پوچھا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو نیاز احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں نے کہا ہاں کہ میرا ارادہ اس لفظ بولنے سے جھوٹ تھا کہ ایک جلسہ کے موقع پر نیاز کی برادری سے مندرجہ بالا اسار الحال واعظ قسم کے علماء کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں کہنے سے مطلقہ ہو چکی ہے۔

اس جواب پر برادری نے نیاز احمد کو طلاقنامہ لکھنے پر مجبور کیا، نیاز احمد نے کہا کہ میں نے نہ طلاق دی اور نہ ہی لکھ دیتا ہوں مگر انہوں نے زور سے مجلس میں بٹھلا دیا اور ایک آدمی نے بغیر نیاز احمد کے کہنے کے طلاقنامہ لکھنا شروع کیا جس کی نقل یہ نامہ ہے، جب تحریر سے فارغ ہوئے تو نیاز احمد کو دستخط کرنے پر مجبور کیا، نیاز احمد کا

marfat.com

بیان ہے کہ انہوں نے لکھا ہوا کاغذ مجھے پڑھ کر نہیں سنایا اور نہ ہی اس کے اندراج کے مطابق مجھے الفاظ لکھوائے، میں نے اس تحریر شدہ کارڈ کو پڑھے بغیر ڈرتے ہوئے زدوکوب کے اندیشہ سے دستخط کر دئیے مگر میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اس مجلس سے چھٹکارا حاصل کر کے اس کے خلاف کاروائی کرونگا چنانچہ بعد میں طلاق کی نفی کرتا رہا اور کہتا رہا کہ مجھے مجبور کر کے دستخط کرائے گئے ہیں، میں نے اندراج کے مطابق لفظ بھی نہیں لکھے اور نہ طلاق نامہ کو پڑھا ہے اور نہ لکھنے والے کو کہا ہے کہ لکھ۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا مندرجہ بالا صورت میں اس عورت پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی؟ رجعی، بائن یا مغلظہ؟ نیز کیا محض زدوکوب کے اندیشہ سے اکراہ پایا گیا یا نہیں؟ علاوہ ازیں تحریری طلاق کے وقوع میں کونسا اکراہ معتبر ہے؟ اکراہ ملجی یا غیر ملجی اور صورت مسئولہ میں کونسا اکراہ پایا جا رہا ہے؟ نیز عالمگیری کی عبارت رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأت فلانۃ بنت فلان بن فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق لا یطلق امرأتہ، میں ضرب اور حبس سے کونسا ضرب وحبس مراد ہے کیا معمولی ضرب وحبس کے اندیشہ سے طلاق واقع نہ ہو گی، بینوا بالدلائل الواضحہ۔

محمد اسمٰعیل زاویہ قادریہ ریلوے روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سوال میں کافی اجمال سے کام لیا گیا ہے اور پھر سوال سے سوالات بنالئے گئے ہیں حالانکہ اصل میں سوال کے صرف دو ہی پہلو ہیں، نیاز احمد کا "ہاں" کہنا طلاق ہے یا نہیں؟ اور یونہی طلاق نامہ پر مجبوراً دستخط کرنے۔

سوالات استفتار سے ۱ اور ۲ کا تعلق توان دونوں پہلوؤں سے ہے

marfat.com

اور باقی صرف دوسرے سے متعلق ہیں، نیاز احمد صاحب کا صرف یہ کہہ دینا کہ معلقہ کردونگا ہرگز ہرگز طلاق نہیں، البتہ سائلین کے استفسار پر "ہاں" کہہ دینا ضرور نقصان دہ ہے، درالمختار میں ہے لو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالھجاء طلقت، بحر، شامی میں فرمایا ای بلا نیۃ (ج ۲ ص ۵۹۲) اور جھوٹے طور پر بولنے کا دعویٰ بھی مفید نہیں، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۶، شامی ج ۲ ص ۵۷۹ وغیرہما میں بالفاظ متقاربہ ہے لو اقر بالطلاق کاذبا او ھازلا وقع قضاء لا دیانۃ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ میں ہے قال طلقتک امس وھو کاذب کان طلاقا فی القضاء، ہندیہ ج ۲ ص ۵۲ میں ہے نعم ان کان کاذبا لا یصدق بالقضاء کذا فی التتارخانیۃ، تو اگرچہ معاملہ نیاز احمد اور چند مخصوص افراد میں ہی رہتا تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوتی مگر جب کہ یہ معاملہ برادری اور بیوی کو معلوم ہوگیا تو شرعاً بیوی کے حق میں یہ ہاں کہہ دینا طلاق بن گیا حتیٰ[1] کہ بیوی کے لئے یہ حلال نہیں کہ نیاز احمد کے پاس بطور بیوی رہے کہ بیوی کے حق میں قاضی کی طرح ظاہر کا ہی اعتبار ہے اور دعوائے کذب غیر معتبر، مبسوط ج ۶ ص ۸۰ و ۸۲، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ و ۴۰۸، کفایہ ج ۳ ص ۳۵۳، فتاویٰ بزازیہ ص ۵۳، ہندیہ ج ۲ ص ۹۴، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۱، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۸ و ۲۱۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۷، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے والنظر منھما والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ، تو بیوی کے حق میں بیوی پر ضرور طلاق واقع ہوگئی، رہا رجعی، بائن یا مغلظہ ہونا تو ظاہر سوال یہی ہے کہ نیاز احمد سے ان دو شخصوں کا سوال کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اسی طلاق کے تذکرہ میں تھا جس کا پروپیگنڈہ سسرال میں کیا گیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پروپیگنڈہ طلاق مغلظہ کا ہی ہوگا، تو اگر یہی حقیقت ہے تو

---

[1] ای اذا کان الواقع بھذا اللفظ بائنا و الا فلہ الرجوع فی الرجعی حیث المرأۃ امام؟ فکیف لا یحل لھا التمکین ۱۲ منہ غفی لہ

marfat.com

طلاقِ مغلظ واقع ہوگئی کہ قاعدہ ہے الجواب یتضمن اعادۃ فی السوال، (بحر ج ۳ ص ۲۴۶، اشباہ ص ۱۷۱) اور اگر صرف طلاق کا ہی پروپیگنڈہ تھا یا ان دو شخصوں نے اس پروپیگنڈہ والی طلاق کا صراحۃً یا اشارۃً تذکرہ ہی نہ کیا بلکہ اپنی طرف سے ہی یہی لفظ کہے جو سوال میں مذکور ہیں تو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی۔

دوسرے پہلو کے جوابات ایک تمہید پر موقوف ہیں جو مبسوط، خانیہ، بزازیہ، درر، تنویر، در، شامی، ہندیہ، بدائع صنائع، مجمع الانہر، در المنتقی، بحر الرائق، تبیین الحقائق، جوہرہ نیرہ وغیرہا معتبراتِ مذہب سے ماخوذ ہے، وہ یہ کہ کسی کو ڈرا دھمکا کر اس کی مرضی کے خلاف کام کرنے کا مطالبہ کرنا مخصوص شرائط پائے جانے کی صورت میں شرعاً اکراہ کہلاتا ہے اور ڈرانا دھمکانا عام ہے کہ بالفعل ہو یا دلالۃً، بایں طور کہ ایسا شخص مطالبہ کرے جس کے متعلق واضح ہو کہ اگر کام نہ کیا، قتل یا قید وغیرہ سے سخت ستائے گا، مطالبہ کرنے والے کو مکرِہ اور جس سے مطالبہ کیا جائے اسے مکرَہ کہا جاتا ہے اور اکراہ دو قسم پر ہے ۱۔ اکراہِ تام یا ملجی، جس میں قتل یا تلفِ عضو کی دھمکی ہو ۲۔ اکراہِ ناقص یا غیر ملجی، جیسے قید و بند اور مار پٹائی کی دھمکی،

اکراہ کے شرائط یہ ہیں:۔

۱۔ مکرِہ جس چیز کی دھمکی دے اس پر عملاً بھی قادر ہو۔

۲۔ مکرَہ کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر مطالبہ پورا نہ کروں تو مکرِہ اپنی دھمکی کو عملی حقیقت بنا دے گا۔

۳۔ جس چیز کی دھمکی دی جائے اس سے جان یا کوئی عضو ضائع ہوتا ہو یا ایسا غم پیدا ہوتا ہو جو اس کام کے متعلق خوشی اور رضامندی ختم کر دے اور اس میں لوگ اپنے طبائع اور احوال کے لحاظ سے مختلف ہیں، شریف اور ذی جاہ خفیف سی قید و بند اور ضرب بلکہ سخت کلامی بھی برداشت نہیں کر سکتے اور ذلیل و رذیل کے لئے یہ کوئی چیز نہیں بلکہ شدید ضرب اور طویل قید و بند سے ہی متاثر ہوتا ہے۔

۴۔ مکرَہ اپنے طور پر وہ کام کرنا نہ چاہتا ہو۔

marfat.com

اس تمہید کے بعد جوابات مندرجہ ذیل ہیں :-

۳- اگر زدوکوب کا اندیشہ تمہیدی وضاحت کے مطابق پایا گیا تو اکراہ پایا گیا ورنہ نہیں۔

۴- اکراہ کے دونوں قسم تحریری طلاق کے وقوع میں نہیں بلکہ وقوع میں معتبر ہیں کہ جزئیہ ہندیہ میں جس کا سائل نے بھی ذکر کیا ہے اور بکثرت معتبراتِ مذہب موجود ہیں اکراہ بالجبر والحبس کا ذکر ہے جو غیر ملجی ہے اور جب غیر ملجی معتبر ہے تو ملجی بطریقِ اولیٰ معتبر ہوگا وذا ظاھر من ان یظھر، فتاویٰ ہندیہ ج ۳ ص ۵۹۸ میں اقرارِ طلاق وغیرہ کے متعلق ہے والاکراہ فی الحبس والقتل فی ھٰذا سواء حالانکہ اکراہ بالحبس غیر ملجی اور بالقتل ملجی ہے۔

۵- اس کا جواب تفصیل تمہید سے ہی واضح ہے۔

۶- اس ضرب وحبس سے وہی ضرب وحبس مراد ہیں جو موجب اکراہ ہیں اور اختلافِ اشخاص سے مختلف ہیں کما مر۔

۷- اگر معمولی ضرب وحبس شخصِ متعلق کے حق میں اکراہ ہیں تو طلاق واقع نہ ہوگی ورنہ واقع ہو جائے گی۔

۱ ۲ - اگر نیاز احمد مکرہ تھا تو کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوئی اور اگر مکرہ نہیں تھا تو پھر بھی ظاہر یہی ہے کہ واقع نہیں ہوئی کہ تحریر خود اس کی نہیں اور نہ ہی اس نے لکھائی ہے اور نہ ہی پڑھی سنی ہے، صرف دستخط کیے سو خوشی سے ہرگز نہیں تو وہ بھی طلاق نہیں بن سکتے، قلم زبان کا ترجمان ہے تو جس طرح الفاظِ طلاق وہی ہیں جو اپنی زبان سے کہے جائیں یا دوسرے کو وکیل بنا کر کہلائے جائیں اور بلاوجہ دوسرے کی زبان سے کوئی لفظ بھی طلاق نہیں بن سکتا، یونہی دوسرے کے قلم سے بھی نہیں اور جس طرح کہ اپنا نام بول دینا طلاق نہیں، یونہی دستخط کر دینا بھی طلاق نہیں جبکہ بطور تصدیق تحریر طلاق واقرار نہ ہوں اور یہاں ہی ظاہر کہ کوئی تصدیقی واقراری لفظ نہیں لکھا اور یونہی نیت تصدیق واقرار کا منتفی ہونا بھی روزِ روشن کی طرح روشن ہے تو یہ یوں ہوا جیسے زبان سے نیاز احمد کہہ دیا حالانکہ یہ طلاق نہیں تو وہ بھی نہیں کہ قلم ترجمانِ زبان ہے۔

marfat.com

یہ حقیقت چمکتے ہوئے سورج سے بھی زیادہ واضح ہے، مبسوط ج ۶ ص ۱۴۳ میں ہے والاصل ان البیان بالکتاب بمنزلۃ البیان باللسان
فتاوٰی قاضی خان ص۲۱۹، خلاصۃ الفتاوٰی ج ۲ ص ۹۱، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۶، شامی ج ۲ ص ۵۷۹ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظر من الخانیۃ ان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھٰھنا۔ نیز ہندیہ ج ۲ ص ۶۴، شامی ج ۲ ص ۵۸۹ میں ہے وکذلک کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع بہ الطلاق اذا لم یقر انہ کتابہ کذا فی المحیط۔

بہر حال بدلِ نخواستہ ایسی حالت میں صرف دستخط کر دینے جبکہ قرائنِ ظاہرہ سے واضح ہو رہا ہو کہ عبارتِ مندرجہ بالا کی تصدیق مطلوب و مراد نہیں، کسی صورت بھی طلاق نہیں بن سکتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ ۲۵/۶/۶۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

میں مسمی علی شیر ولد رحمت علی قوم سبانہ نے معمولی گھریلو جھگڑے کی بنا پر اپنی منکوحہ مسماۃ ست بھرائی کو جو کہ دو روز قبل اپنے میکے چلی گئی تھی؛ ایک تنبیہی پیغام بھیجا جس میں دھمکی کے طور پر یہ الفاظ درج کئے کہ اگر تم واپس گھر آنے کو تیار نہیں ہو میں تم کو سہ بار طلاق دیتا ہوں۔ اس پیغام کو اب تقریباً تیرہ یا چودہ دن گزر چکے ہیں، اب میں خود اور مسماۃ مذکورہ دونوں اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور ایک سال شیر خوار ماں کی عدم توجہگی سے بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ برائے نوازش کوئی صحیح اور شرعی جواز عطا فرمایا جاوے جبکہ میں خود اپنے کئے پر پشیمان ہوں۔

سائل مسمی علی شیر ولد رحمت علی

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر مسماۃ ست بھرائی اس وقت گھر واپس آنے کو تیار تھی تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور اگر اس وقت تیار نہ تھی تو تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں کیونکہ "اگر" کلمہ شرط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ بانی ومہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

الاستفتاء

عبد الجبار، عبد الستار پسران قائم دین دو سگے بھائی ہیں، دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو رشتے دئے ہوئے ہیں، جھگڑے اور رنج میں عبد الستار نے اپنے بڑے بھائی عبد الجبار سے کہا کہ اگر میں تمہیں رشتہ دوں یا تجھ سے رشتہ لوں تو میں اپنی بیوی کو طلاق دوں، یہ صرف ایک دفعہ کہا گیا ہے۔

دونوں بھائیوں کی صلح ہے، عبد الستار اور اس کی بیوی دونوں رشتہ دینا چاہتے ہیں، احکام شریعت اس سلسلے میں کیا رہنمائی فرماتے ہیں؟ فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صلح اور بھائیوں کا آپس میں رشتے کرنے بہترین کام ہے، بڑی خوشی سے دے دیں تو اس کہنے کے سبب عبد الستار کی بیوی پر ایک طلاق رجعی پڑے گی جس سے فوراً رجوع کر لیں تو معاملہ درست ہی درست ہے، قرآن کریم میں ہے والصلح خیر

marfat.com

(پ ۵ ع ۲)، نیز فرمایا وبعولتهن احق بردهن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ
آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ $\frac{۴}{۷۶}$ ۱۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں؟ اس کی بیوی نے کہا کہ ہاں، تو زید نے کہا کہ اگر تو میری بیوی ہے تو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، تو اٹھ جا اور میرے پاس سے چلی جا۔

اب زید قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، ایسی صورت میں اگر زید اپنی بیوی کو رکھے تو زید اور اس کی بیوی گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی اضافت زید کی بیوی کی طرف نہیں ہے، اس لئے طلاق نہیں ہوئی اور بعض دیگر اصحاب یہ کہتے ہیں کہ زید نے طلاق کے الفاظ سے پہلے دو مرتبہ اپنی بیوی سے خطاب کیا ہے اور طلاق کے الفاظ کے بعد بھی دو مرتبہ اس نے اپنی بیوی سے خطاب کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زید نے اپنی بیوی ہی کو طلاق دی ہے اس لئے زید پر اس کی بیوی حرام ہو چکی ہے لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ جواب باصواب حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ اختلاف ختم ہو۔

منجانب مرسلہ: سید محمد ظفر شاہ صاحب (بمقام فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر زید کے عقل و حواس صحیح ہیں، جب یہ الفاظ کہے تو اس کی عورت پر طلاق مغلظ

marfat.com

واقع ہوگی، رہا بعض کا فرمانا کہ بیوی کی طرف طلاق کی اضافت نہیں لہذا طلاق واقع نہیں ہوئی، تو یہ صحیح نہیں کیونکہ اضافتِ لفظیہ شرط نہیں بلکہ اضافتِ معنویہ ہی کافی ہے چنانچہ شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں (قولہ لترک الاضافۃ) ای المعنویۃ فانہا الشرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ نیز اسی صفحہ میں ہے ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ، اور اس عبارت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس طلاق سے مراد وہی طلاق تیرے اوپر ہے، سیاق و سباق سے یہی واضح ہے، عالمگیری کے جزئیہ ۱ میں سیاق و سباق نہیں اور ۲ میں سکران کی بابت ہے تو اس پر اس عبارت کو کیوں قیاس کیا جائے۔[1]

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

---

[1] سائل نے عالمگیری اور شامی کی دو عبارتیں تحریر کرکے بھیجی تھیں یہ جملہ اس کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ ۱۲ (مرتب)

marfat.com

باب الحلالہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ ایک شخص اپنی عورت مدخول بہا (یعنی جسے بساتا رہا) کو مجلس میں روبرو گواہان شرعی کے ان لفظوں سے طلاق دی کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، میں نے اپنی عورت کو طلاق دی۔ اس نے اپنی عورت معینہ کے حق میں یہ لفظ تین بار کہے آیا یہ طلاق مکمل آچکی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ ایک بار طلاق نامہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق عائد نہیں ہوتی، طلاق دینے والا ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو چاول کھلائے۔ آیا یہ فتویٰ اس کا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک و شبہ و ریب صورتِ مذکورہ بالا میں طلاق مکمل واقع ہو چکی اور طلاق بھی مغلظہ، کہ بدوں تحلیل شرعی شوہر طلاق دینے والے پر ہرگز ہرگز حلال نہیں ہو سکتی۔ قرآنِ کریم کا فتویٰ ہے فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تیسری طلاق اسے دے تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے (پ۲ ع ۱۳)

سنن ابن ماجہ مطبوعہ ص ۱۴۷ باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد میں ہے فاطمہ بنت قیس سے کہ مجھے میرے خاوند نے تین طلاقیں دیں جب وہ یمن جا رہا تھا فلجانہ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حضور نے اسے معتبر رکھا۔ صحیح مسلم مطبوعہ علیمی دہلی ج ا ص ۴۷۸

marfat.com

ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فتوےٰ دیا فامضاہ علیہم۔ مؤطا امام مالک مطبوعہ جید برقی پریس دہلی مع الشرحین ج ۲ ص ۴۶، ۴۷ میں ہے کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں دے یا زیادہ تو تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ نقل فرمائے اور ص ۴۷، ۴۸ میں عبداللہ بن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے فتوے ہیں کہ جو شخص دخول سے قبل تین طلاقیں دے تو طلاقیں مغلظہ طور پر واقع ہو جاتی ہیں اور ایسے ہی یہ فتویٰ مذکورہ بالا حضرات سے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار مطبوعہ جید برقی پریس دہلی ص ۳۳، ۳۴ پر نقل فرماتے ہیں اور ایسے ہی تمام اسفارِ مذہب مہذب حنفیہ کے متون و شروح و فتاویٰ میں مشرح و مصرح ہے کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں دے اگرچہ عورت غیر مدخول بہا ہو، تب بھی طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے، تو جب ایک لفظ سے غیر مدخول بہا تک کو طلاق مغلظہ کامل طور پر واقع ہو جاتی ہے تو مدخول بہا کو تین متفرق لفظوں سے طلاق مغلظہ کیونکر واقع نہ ہو، اس پر قرآنِ کریم کا فتویٰ سن چکے، حدیث شریف سے معلوم ہو چکا، فتویٰ حضرت فاروق اعظم مرقوم ہوا، نیز یہ فتویٰ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۲ پر نقل فرمایا اور یہ فرمایا کہ صحابہ کرام نے اسے تسلیم کیا تو یہ حکم اجماعاً ثابت ہوا۔

امام محی السنہ نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ میں فرماتے ہیں قال الشافعی و مالک و ابو حنیفۃ و احمد و جماھیر العلماء من السلف والخلف علیہم الرحمۃ یقع الثلاث۔ شامی ج ۲ ص ۵۷۶، ۵۷۷ (مطبوعہ استنبول)، بحر الرائق (مطبوعہ مصر) ج ۳ ص ۲۳۹ و ۲۴۰، ہدایہ (مطبع محمدی) ج ۲ ص ۳۲۵، فتح القدیر (مطبوعہ مصر) ج ۳ ص ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، فتاویٰ عالمگیری (مطبع مجیدی) ص ۴۶ میں تفصیلاً مشرح ہے۔ فتح القدیر ص ۳۳۰ کے یہ لفظ ہیں وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین و من بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث یعنی جمہور صحابہ کرام و تابعین عظام اور تمام امامانِ مسلمین کا یہی مذہب ہے کہ تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں، پس آفتابِ نیمروز و ماہ نیم ماہ

marfat.com

کی طرح واضح طور پر ثابت ہو چکا کہ قرآنِ کریم و احادیثِ شریفہ و کتبِ مذہب مہذب حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق مغلظ واقع ہو جاتی ہے و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہٗ اتم و احکم۔

اور اس مفتی کا فتویٰ فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے اور دل سے شرعِ مطہر پر افترا و اجترا ہے، اگر سچا ہے تو جیسے ہم نے ثبوت دیا وہ بھی ثبوت دے کہ کس آیت و حدیث اور کس کتابِ فقہ میں یہ مذکور ہوا کہ یوں طلاق دینے والا ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ فقیروں کو چاول کھلائے اور یہ بیان اس کا ہے کہ ایسے ایک بار طلاقنامہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق عائد نہیں ہوتی، کیا تین بار کاغذ پر لکھنے سے طلاق عائد ہو گی یا کیا مطلب ہے؟ سوال تو یہ ہے کہ اس نے تین بار کہا تو اب لکھنے کی ایک بار بھی ضرورت نہیں، اس کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری، شامی، بحر الرائق، فتح القدیر وغیرہ کتبِ مستندہ معتبرہ میں ہے کہ حسبِ دستور لکھنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے چہ جائیکہ زبان بھی ہے اور جب اس کے پاس ثبوت نہیں تو شرعِ مطہر پر جرأت کرنے اور غلط من گھڑت جھوٹے فتوے دینے سے توبہ کرے اور اپنی جہالت کا علاج کرے، و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم مع التکریم۔

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ، جناب فیض مآب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دام الطافکم و اشفاقکم۔

معروض آنکہ زید نے پندرہ شوال ہندہ کو طلاق صریح ثلاثہ دے کر فارغ کر دیا، ہندہ کا نکاح بعد انقطاع حیض سوم و طہر چہارم میں بکر سے روبرو گواہاں نکاح کیا گیا اور اسی یوم دخولِ صحیح کے بعد بکر نے ہندہ کو طلاقِ ثلاثہ کہہ کر فارغ کر دیا اور دوسری عدت

marfat.com

گزرنے کے بعد ۲۸ صفر المظفر کو ہندہ کا زید سے نکاح کیا گیا ہے، ان تاریخوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(السائل) محمد فاضل ۲۹/۲/۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر حقیقتِ واقعیہ یہی ہے کہ طلاقِ اول کی عدت حیض ثلاثہ تمام ہونے کے بعد بکر نے نکاحِ صحیح کے ساتھ دخول صحیح کر کے طلاق دی اور حیض ثلاثہ سے اس طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد زید نے نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہے اور مدتِ مندرجۂ سوال میں چونکہ انقضائے عدتین کا احتمال ہے اور عورت اس کی مدعیہ اور زید تکذیب نہیں کرتا تو انقضائے عدتین کا انکار نہ کیا جائے گا اور حکم صحت نکاح مذکورہ دیا جائے گا، فتاوٰے عالمگیر (مجیدی) ج ۲ ص ۱۱۱، ہدایہ مع الفتح (مصر) ج ۴ ص ۳۸، تنویر الابصار و در المختار و رد المحتار (استنبول) ج ۲ ص ۴۶ ۷، ۴۷ ۷، کنز الدقائق مع بحر الرائق (مصر) ج ۴ ص ۵۹ میں ہے والنظم من الھندیۃ اذا طلقھا ثلاثا ثم قالت قد انقضت عدتی وتزوجت و دخل بی الزوج وطلقنی وانقضت عدتی والمدۃ تحتمل ذلک جاز للزوج ان یصدقھا اذا کان فی غالب ظنہ انہ صادقۃ کذا فی الھدایۃ۔ اور ایک عورت کی ادنٰی مدتِ محتملہ من حیث الحیض عند الامام الھمام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ عنا ساٹھ دن ہیں، فتاوٰی ہندیہ ج ۲ ص ۱۱۱، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۴۶ ۷، ۴۷ ۷، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۹، کفایہ ج ۴ ص ۳۹، عنایہ ج ۴ ص ۳۸، بحر الرائق ج ۴ ص ۵۹، فتاوٰی سراجیہ کشوری ص ۴۷ والنظم من السراجیۃ اقرت بانقضاء عدتھا بالحیض لم یصدق فی اقل من ستین یوما تو حسبِ تحریر بحر مذہب مہذب امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک سو بیس دن میں دونوں عدتیں ہو سکتی ہیں اور مدتِ مندرجۂ سوال اس سے ازید ہے فبالطریق الاولٰی، مبسوطِ سرخسی

marfat.com

ج۶ص ۲۶ میں ہے قال ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان من الامانۃ ان تو من المرأۃ علیٰ ما فی رحمہا واذا اخبرت بذلک وکان محتملا وجب قبول خبرہا من غیر بینۃ وان اتاہا الزوج حلفہا انتہیٰ ومثلہ فی العنایۃ ج۳ ص ۳۸ - بحر الرائق ج۴ ص ۵۹ میں بدائع و کافی حاکم سے اور رد المحتار ص۴۷ میں بحر سے ہے مع زیادۃ الرحمتی اشار بعلیٰ ان عدالتہا لیست شرطا ولہٰذا قال فی البدائع و کافی الحاکم وغیرہما لا باس ان یصدقہا ان کانت ثقۃ عندہ او وقع فی قلبہ صدقہا - اور نکاح بشرطِ تحلیل اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے مگر مفید حلت ہے، فتاویٰ عالمگیر ج۲ص ۱۱۱، تنویر الابصار و در المختار و رد المحتار ج ۲ ص ۷۴۳، بحر الرائق ج۴ ص ۵۸، مبسوطِ سرخسی ج۶ ص ۱۰، ہدایہ، فتح القدیر وغیرہا میں ہے والنظم من المبسوط فان شرط ان یحللہا للاول فعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ الجواب کذلک ویکرہ ہٰذا الشرط - اور ایسے ہی جس طہر میں وطی ہوئی طلاق دینی اور ایک طہر میں تین طلاقیں تمام سخت مکروہ ہیں، ان سے احتیاط چاہئے تھا مگر نکاحِ زید بشروطِ مذکورہ مزبور بلاشبہ صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ وبارک وسلم۔

حررہ ابوالخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک پرچہ کاغذ پر لکھا کہ میں نے اپنی منکوحہ فلانہ بنت فلاں کو طلاق دے دی ہے اور تین روز طلاق کا لفظ تحریر کیا مگر زبان سے نہیں کہا، اس کا ارادہ یہ تھا کہ اگر نزاع چھوڑ دیں تو کاغذ مذکورہ تحریر شدہ پھاڑ دوں گا، پھر نزاع ختم نہ ہوا، پھر اس نے اپنی عورت کو کہا کہ میں تجھے

سے ای صاحب البحر ۱۲

marfat.com

کاغذ دینے کو تیار ہوں، اس نے کہا تمہاری مرضی، میں کیا کروں، پھر اس مرد نے اپنی عورت سے کہا کر لے یہ کاغذ تجھ کو تین طلاق دفعۃً معاً کہدیا اور چلایا، اب آیا یہ طلاق رجعی ہے یا بائن یا مغلظہ ثلاثہ مفصل طور پر فتویٰ تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

فقیر عبدالرحمٰن بقلم خود از حویلی ۶ رجب ۱۳۶۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک و شبہ و ریب بہ اجماع ائمہ اخیار تین طلاقیں واقع ہو چکیں اور مغلظہ بہ تطلیقاتِ ثلاثہ کا نکاح بلا تحلیل نہیں ہو سکتا، فتاوی عالمگیر ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا کذا فی الھدایۃ، شامی ج ۲ ص ۵۷۶ میں ہے ذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث۔

واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ ربی وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم فی کل غداۃ وعشی۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ مسمی عمر الدین نے اپنی بیوی مسماۃ راج بی بی کو باقاعدہ طلاق نامہ اشٹام لکھ کر دے دیا ہے جس میں مندرجہ ذیل کلمات درج ہیں، میں رضامندی خود بہ قائمی ہوش وحواس ثبات عقل کے مسماۃ مذکورہ کو بموجب شرع محمدی بری طلاق نامہ روبرو گواہان کے طلاق ۱ وطلاق ۲ وطلاق ۳ دیتا ہوں

marfat.com

اور لکھ دیتا ہوں کہ مسماۃ مذکور یہ جہاں چاہے اپنا گذارہ کرے، خواہ وہ خاوند کرے یا یونہی بیٹھ کر اپنی زندگی بسر کرے، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہیں رہا، مظہر کی تاریخ رو برو گواہان حاشیہ کے مسماۃ مذکورہ کے ساتھ قطع تعلق کر لیا ہے اور اس کو اپنے جسم سے حرام کر کے چھوڑ دیا ہے، آیا طلاق واقع ہو گئی یا نہیں، مسمی عمرالدین نے اشٹام طلاق نامہ مذکورہ مسماۃ مذکورہ کو دے دیا اور وہ اپنے باپ کے گھر رہتی ہے مگر تین ماہ کے بعد کسی بہانہ سے اشٹام مسماۃ مذکورہ سے لیکر مہروں کے بیچ سوراخ کر دیا اور پشت پر لکھ دیا منسوخ کیا گیا تو کیا تین طلاقیں دے کر بعد میں منسوخ کی جا سکتی ہیں اور مسماۃ مذکورہ مدخول بہا ہے، بینوا توجروا۔

سائل: مستری خیرالدین والد مسماۃ مذکورہ از کنگن پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک و شبہ و گنجائش ریب تین طلاقیں وارد ہو گئیں اور مسماۃ مذکورہ حرمت مغلظہ سے حرام ہو گئی اور بدون تحلیل و تجدید نکاح کے خاوند اول پر حلال نہیں ہو سکتی، جمہور علماء کرام و ائمہ عظام و صحابہ فخام کا یہی فتویٰ ہے بلکہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود حضرت رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ کا یہی فتویٰ ہے۔ تصریحات علمائے کرام و ائمہ کرام اس قدر بکثرت ہیں کہ احصار متعذر و مشکل ہے لہذا صرف ایک تصریح پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

علامہ محی السنہ نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں ج ۱ ص ۴۷۸ قال الشافعی ومالک وابو حنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ مبارک سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۹۹، وسنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷ و ۳۳۸ میں آٹھ اسنادوں سے ہے جن کا خلاصہ خود ابوداؤد و امام بیہقی نے یہ ذکر فرمایا والنظر للبیہقی کلھم عن ابن عباس انہ اجاز الطلاق

marfat.com

الثلاث یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اکٹھی تین طلاقوں کو جائز رکھا اور ان کے واقع ہونے کا حکم دیا اور ایسے ہی مؤطا امام مالک کے ج ۲ ص ۴۶ مع الشرح اور کتاب الآثار امام محمد علیہ الرحمہ ص ۱۶۵، جامع المسانید امام اعظم علیہ الرحمہ ج ۲ ص ۱۴۸ میں ہے ایک ایک اسناد سے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا فتویٰ مبارکہ کی چار حدیثیں کنز العمال ج ۵ ص ۱۵۸ اور ایک ج ۵ ص ۱۶۲ اور پانچ حدیثیں ج ۵ ص ۱۷۰، یہ دس حدیثیں شیرِ خدا کی ہم معنی ہیں، ان میں سے ایک کے کلمات یہ ہیں اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فقد بانت منہ لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ اور سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۴ میں ایک حدیث اور ص ۳۳۵ میں دو اور ص ۳۳۶ میں ایک اور ج ۷، ص ۳۴۰ میں ایک حدیث حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ مبارکہ کنز العمال ج ۵ ص ۱۶۳ نیز ج ۵ ص ۱۷۰، سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۴ والنظم من البیہقی قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا قال ھی ثلاث لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ، نیز حضرت فاروقِ اعظم کا یہ فتویٰ مبارکہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۹، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۶ میں مروی ہے اور اس حدیث کے صدر سے جو اشتباہ و توہم ہوتا ہے، اس کا شافی و کافی جواب اور ازالہ ارتیاب سنن ابی داؤد سے متبین اور سنن بیہقی میں تفصیلا متبین و مبرہن اور ایسے ہی شرح معانی الآثار و شرح صحیح مسلم وغیرہا میں محقق طور پر مفصل۔ حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۵ نیز ج ۷، ص ۳۳۶ میں ہے ان رجلا سأل ابن عمر وقال طلقت امرأتی ثلاثا وھی حائض فقال عصیت ربک وفرقت امرأتک۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا فتویٰ مبارکہ سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۵، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۳ و ۳۴ تین تین حدیثیں ہیں والنظم للطحاوی عن عبداللہ بن مسعود قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثا انہا لاتحل حتی تنکح زوجا غیرہ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ شریفہ: مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۲۷، ۲۸

شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴، سنن بیہقی ص ۳۳۵ میں تین تین حدیثیں ہیں اور موطا امام مالک ج ۲ ص ۷۴ میں ایک حدیث ہے، نیز ان دونوں حضرات کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر کی معیت بھی، شرح معانی الآثار ص ۳۳ میں ہے ان رجلا سأل ابن عباس و ابا ھریرۃ و ابن عمر عن طلاق البکر ثلاثا وھو معہ فکلھم قالوا حرمت علیک۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی فرمان ہے، سنن بیہقی ص ۳۳۶ میں ہے سئل رجل المغیرۃ بن شعبۃ وانا شاھد عن رجل طلق امرأتہ مائۃ قال ثلاث تحرم وسبع وتسعون فضل نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا تحل حتی تنکح زوجا غیرہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو حدیثیں مرفوع، کنز العمال ج ۵ ص ۱۵۶ میں ہیں کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو ہزار طلاقیں دیں، جواب میں ارشاد فرمایا اور یہ فتویٰ دیا ان اباکم لم یتق اللہ فیجعل لہ من امرہ مخرجا بانت منہ بثلاث علی غیر السنۃ وتسع مائۃ وسبع وتسعون اثما فی عنقہ۔

احادیثِ مذکورہ سے شمس و امس کی طرح واضح و نمایاں ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں مسماۃ مذکورہ تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہو گئی، بدون تحلیل زوجِ اول پر حلال نہیں ہو سکتی اور قرآنِ کریم کا بھی یہی فیصلہ ہے، ارشاد ہوتا ہے الطلاق مرتٰن یعنی ایسی طلاق جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے، دو ہیں اور مسمی عمر الدین نے تین سے بھی زیادہ طلاقیں دیں جیسے سوال سے ظاہر ہے تو زیادہ لغو اور تین واقع ہو گئیں اب رجوع کا حق نہ رہا، نیز ارشاد ہوتا ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی دو طلاقوں کے بعد یا معروف سے ٹھہرانا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا، اور اس نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دی اور تصریح کی کہ حرام کر کے چھوڑ دیا ہے تو اب اس کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟ نیز قرآنِ کریم میں بالتصریح موجود ہے فان طلقھا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تیسری طلاق

marfat.com

دیدے تو عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوتی اس حد تک کہ کسی اور سے نکاح کرے۔ اور اس نے طلاق ۳ واقع کردی تو اس پر حلال بدون تحلیل نہیں ہو سکتی، یہ قرآن کریم کا اور احادیث شریفہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے، روئے زمین کی تمام شیطانی طاقتیں اپنے پورے پورے انتظام سے مقابلہ کریں اور چاہیں کہ اس فیصلہ کو اٹھا یا بدلا ڈالیں تو قطعاً یقیناً یہ نہ بدل سکتا ہے، نہ اٹھ سکتا ہے تو بیچارے عمرالدین کی کیا حقیقت کہ اٹھا سکے، صرف سوراخ ہی نہیں بلکہ اشتام کو پھاڑ دے یا جلا دے، دریا برد کردے تب بھی کچھ نہیں ہو سکتا، حضرت رب العلمین کا فرمان مبین ہے وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا عالٍ ترجمہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو اپنے کام کا کچھ اختیار نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو ضرور گمراہ ہوا، گمراہ ہونا ظاہر۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ مسماۃ زاج بی بی باقاعدہ مسمی عمرالدین پر حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم الاعظم وکل اصحابہ وآلہ المکرم وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمی جمیل اپنی عورت کو دو بائن طلاق دیتا ہے اور تقریباً آٹھ ماہ کے بعد عورت اور مرد کا اتفاق ہو جاتا ہے اور اتفاق ہونے کے بعد نکاح کر لیتے ہیں اور ان کے نکاح میں لوگ کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے، آیا ان کا نکاح بحکم شریعت جائز ہے یا نہیں؟ کیا حلالہ کی ضرورت

marfat.com

تو نہیں ؟

سائل مولوی فضل حق صاحب از پرنسپ آباد ، مؤرخہ ۲ ار ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ بالا میں بلاشک وشبہہ نکاح جائز ہے، حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ صرف تین طلاقوں سے لازم ہو سکتا ہے اور یہ صرف دو طلاقوں سے مطلقہ ہے، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ و بعد انقضائہا بلکہ جب عورت مرد دونوں اتفاق سے نکاح کرنا چاہتے ہوں تو ایسے نکاح سے روکنے والا سخت گنہگار، موردِ غضبِ جبار، سزاوارِ عذاب نار ہو جاتا ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے، قرآنِ مجید میں صاف صاف فرمایا و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف الاٰیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و اٰلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

جنابِ عالی

علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ زید نے اپنی عورت منکوحہ غیر مدخولہ کو روبرو گواہوں کے سہ بار طلاق دے دی کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، اگر وہ دوبارہ نکاح اس عورت سے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں ؟ مہربانی فرما کر فتوٰے دے کر مشکور فرمائیں۔

marfat.com

عین نوازش ہوگی، اور دونوں کسی مکان اکیلے بھی نہیں ہوتے۔

۱۸ ر شوال ۱۳۷۳ھ

العبد: نمبردار چک نمبر ۹-۲۸/ ۴-۲ العبد امام مسجد چک نمبر ۹-۲۸/ ۴-۲

تحریر کنندہ: محمد حسین بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو دوبارہ نکاح جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۰ فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ الخ یعنی اگر قبل دخول وخلوت الگ الگ کرکے طلاقیں دے تو پہلی کے ساتھ بائن ہوجاتی ہے اور دوسری اور تیسری طلاق نہیں پڑتی اور جب صرف ایک طلاق واقع ہوئی تو بلاشبہ نکاح جدید جائز ہوگا۔[1]

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۸ ر شوال المکرم ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور اس کی عدت گذر گئی، بعدازاں ایک اور مرد سے اس عورت نے باقاعدہ نکاح کیا اور ہمبستری بھی ہوئی، پھر اس مرد نے بھی باقاعدہ گواہوں کے سامنے طلاق دے دی ہے اور اس کی عدت بھی گذر چکی ہے،

---

[1] اور عدت بھی نہیں ۱۲

تو آیا اس پہلے مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: حاجی جمال الدین مہاجر از حویلی لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک و شبہ اس پہلے طلاق دینے والے سے نکاح کر سکتی ہے، قرآنِ کریم میں ہے فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ، پھر حدیث شریف سے بھی ثابت ہے اور اسی طرح تمام کتب فقہ حنفیہ وغیرہ میں مصرح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا وحبیبنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ زید نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک سال سے جھگڑا کرتا رہتا ہے، آخر ایک دن حسبِ معمول لڑتے ہوئے کہا کہ یہ میری ماں بہن ہے، میں نے اس کو طلاق دی، میں نے اس کو طلاق دی، میں نے اس کو طلاق دی، تین مرتبہ کہا اور کہا کہ میرے گھر سے نکل جا میں نہیں دیکھنا چاہتا چنانچہ وہ بیچاری اپنے میکے چلی گئی، تو آیا وہ بیوی مطلقہ ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مؤرخہ ۳۰/۱۲/۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جب زید عاقل بالغ ہے تو اس کی بیوی یقیناً مطلقہ بطلاقِ مغلظہ ہو گئی، عدت

marfat.com

پوری ہونے پر زید کے سوا جس سے چاہے حسب دستورِ شرع مطہر نکاح کر سکتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۴ میں ہے یقع طلاق نہ وج اذا کان بالغا عاقلا نیز ص ۱۱۱ پر ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ (الیٰ ان قالوا) لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں جناب مولانا صاحب! آپس میں دو فریق ہیں جنہوں نے آپس میں اپنی لڑکیوں کی شادی آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ کیا تھا، عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا جس کی بنا پر ہر دونوں فریقین اب ان لڑکیوں کو رجع کرنا چاہتے ہیں، ہم اَن پڑھ ہیں، ہمیں کچھ معلوم نہیں، ایک مولوی صاحب نے اس رجع کرنے کو درست بتا دیا ہے۔ اب اس مسئلہ کو صاف صاف مفصل جواب سے مطلع فرماؤ گے اور مہر لگا کر مشکور فرماؤ گے، فقط والسلام۔

سائل نے زبانی بیان کیا کہ تین تین طلاقیں ہر ایک لڑکی کو دی گئی ہیں اور دونوں خاوندوں کے ساتھ باقاعدہ رہی ہیں۔

سائل: مسمی وریام ولد نتھو قوم پڑھار از چک بیدی تحصیل پاکپتن شریف

۲۲ رجب ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

جبکہ وہ دونوں لڑکیاں اپنے خاوندوں کی نزدیکی کر چکی ہیں اور خاوندوں نے

تین تین طلاقیں دے دی ہیں تو رجوع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی نکاح کر سکتے ہیں جبتک عدت گزار کر نئے خاوندوں سے باقاعدہ نکاح و نزدیکی کے بعد طلاق حاصل کر کے عدت پوری نہ کر لیں، پہلے خاوندوں کے لئے حلال نہیں ہیں، کسی ناواقف مولوی صاحب کا کہنا حلال نہیں کر سکتا جبکہ قرآن کریم میں آگیا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ اور حدیثِ عسیلہ مشہور و معروف ہے اور حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام کے فتوے آفتاب سے بھی زیادہ واضح، سنن بیہقی وغیرہ میں مسند و مذکور ہیں، پھر ائمۂ کرام کے فتاویٰ متفقہ موجود ہیں، فتاویٰ عالمگیر ج۲ ص ۱۱۱ میں ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا کذا فی الھدایۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۰ ارشعبان المعظم ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

بکر نے اپنی بیوی رشیدہ کو طلاق مغلظہ دی، العداز یں مسمی چراغ دین کے ساتھ نکاح کیا بطور حلالہ کے اور بقول محلل اور شاہدین کے کہ جس روز نکاح ہوا اس یوم سے لے کر ۴ دن صرف حلالہ کا نکاح رہا، پھر طلاق لی گئی اور محلل قرآنِ مجید کو ہاتھ لگا کر حلفیہ بیان کرتا ہے کہ نکاح تو ہوا رہا میں اس کے قریب بھی نہیں بیٹھا یعنی خلوتِ صحیحہ بھی بقول محلل ثابت نہیں اور شاہد کہتے ہیں اور عوام الناس بالحلف کہتے ہیں کہ محلل محلل کا نکاح کے ایام میں چالیس میل کا فاصلہ رہا مگر رشیدہ محلل کہتی ہے کہ میرے ساتھ چراغ محلل نے جماع کیا ہے، آیا بکر پر رشیدہ حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً تحلیل کے لئے کئی دن یا ماہ یا سال نکاح رہنا شرط نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ نکاح صحیح کے ساتھ صرف ایک مرتبہ مجامعت ہوجائے، خواہ دس منٹ کے بعد ہی طلاق ہوجائے، قرآن کریم نے فرمایا حتی تنکح زوجا غیرہ اور حدیث عسیلہ تو مشہور ہی ہے شاہد اور عوام الناس رات اور دن کا چودہ دن کا پہرہ نہیں دیتے رہے ہوں گے اور نکاح کے بعد چالیس میل کا ظاہری فاصلہ بھی مضر نہیں، خصوصاً تیز رفتار ذرائع آمد و رفت کے دور میں، سال کی مسافت والا جزئیہ غربی و شرقیہ والا در المختار، شامی، فتح القدیر وغیرہ میں موجود ہے۔ در المختار کے لفظ یہ ہیں کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت لستۃ اشھر منذ تزوجھا کذا امۃ واستخدامًا فتم۔ بہرحال شاہد و عوام الناس کا کہنا اثر انداز نہیں ہوسکتا، رہا چراغدین محلل کا انکار تو شرعاً وہ بھی معتبر نہیں کہ اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہے بشرطیکہ زوج اول عورت کی تصدیق کرے اور سچا جانے، در المختار شامی ج ۲ ص ۷۴۶، فتاوٰی ہندیہ ج ۲ ص ۱۱۱، بحر الرائق ج ۴ ص ۵۹، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۸ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من الفتح ولو قالت دخل بی الثانی والثانی منکر فالمعتبر قولھا کہ یہ امر معاملات یا دیانات سے ہے اور ان دونوں میں ایک کا قول مقبول ہے، ہدایہ وغیرہا میں ہے والنظم من الشامی ج ۲ ص ۷۴۷، لانہ اما من المعاملات لکون البضع متقوما عند الدخول او الدیانات لتعلق الحل بہ وقول الواحد مقبول فیھما، اور عنایہ شرح ہدایہ ج ۴ ص ۳۸ میں ہے لانھا امینۃ اخبرت بما ھو محتمل فوجب قبول قولھا، حتی کہ عورت کی عدالت بھی شرط نہیں، شامی ج ۲ ص ۷۴۷، میں ہے (قولہ ان غلب علی ظنہ صدقھا) اشارۃ الی ان عدالتھا لیست شرطا ولھذا قال فی البدائع وکافی الحکم وغیرھما

marfat.com

لا بأس ان یصدقہا ان کانت ثقۃ عندہ او وقع فی قلبہ صدقہا
اور خصوصاً اس صورت میں تو چراغدین متہم بھی ہے کہ سوال میں ہے "طلاق لی گئی"،
جس کا معنی یہ ہے کہ مجبوراً اسے طلاق دینی پڑی لہٰذا وہ خوش نہیں تو بکر زوجِ اول اگر
رشیدہ کو اچھا جانتا ہے اور اس کا کہا معتبر مانتا ہے کہ چراغدین جماع کر چکا ہے تو
بکر پر رشیدہ کا نکاح حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ و
اصحٰبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۳ ذوالقعدہ ۷۷ھ

(متعلقہ طلاقنامہ)

بیانات
محمد طفیل ولد میاں شاب دین، سلہوترہ سکنہ منٹگمری
عزیز بیگم دختر میاں اللہ دتہ سلہوترہ سکنہ منٹگمری

(۱) میں نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ تین دفعہ ارسال کیا ہے۔

(۲) پہلی دفعہ بدست طالب حسین جس پر دو آنہ کے ٹکٹ چسپاں تھے، دوسری دفعہ بدست بھائی عزیز بیگم جو کہ دس روپے کے اسٹامپ پر لکھی ہوئی تھی، تیسری دفعہ بدستِ خود جس پر دو آنہ کے ٹکٹ چسپاں تھے۔

(۳) گواہ طلاقنامہ : ۱- اللہ دتہ لکڑہارا سکنہ منٹگمری۔
۲- دوسرا گواہ مجھے اس وقت یاد نہیں۔

(۴) میں نے ہوش وحواس ورضامندی سے طلاق دی ہے۔

(۵) وجہِ طلاق : ۱- لڑکا اور لڑکی آپس میں نکاح پڑھنے پر رضامند نہیں تھے لیکن یہ دونوں سگے بھائیوں کی اولاد ہیں، اسی وجہ سے ان کی دادی نے اپنے بیٹوں کو مجبور کر کے زبردستی ان کا نکاح کروا دیا۔

marfat.com

۲۔ جب لڑکی کو گانا باندھا گیا تو لڑکی نے گانا توڑ دیا بلکہ کئی دفعہ باندھا گیا اور توڑا گیا اور لڑکا بھی بھاگتا رہا۔

۳۔ والدین لڑکے اور لڑکی نے زبردستی ان کا بیاہ کر دیا۔

۴۔ شادی ہونے سے پہلے لڑکی اور لڑکے کے درمیان حالات کشیدگی رہی اور ایک دوسرے کو فضول بکواس کرتے رہے۔ زبانی محمد طفیل۔

۵۔ عزیزہ بیگم قرآن مجید لے کر میرے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہتی تھی کہ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہاری بہن ہوں لہذا مجھے طلاق دے دو، عزیزہ بیگم نے اپنی خودکشی کرنے کے لئے نازیبا حرکات کیں، مثلاً زہریلی گیس، گلی چوبارہ، چوبارہ سے چھلانگ لگانے تک گئی۔

۶۔ مجھے یہ دھمکیاں دیتی تھی کہ میں خودکشی کر کے تم سب کو قید کرا دوں گی۔

۷۔ عزیزہ بیگم کے حقیقی بھائی محمد اقبال، محمد اکرام نے بھی مجھے دھمکیاں دیں اور چاقو وغیرہ مجھے مارنے کے لئے دکھائے اور مجھے طلاق دینے پر مجبور کرتے رہے، پہلی رات لڑکے نے زبردستی بیوی سے محبت کی، طلاق کو تقریباً چھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے، لڑکی اور لڑکا بدستور بیٹھے ہیں۔

۸۔ عزیزہ بیگم نے طلاق نامہ آگ میں جلا دیا ہے روبرو اپنی والدہ اور پھوپھی کے اور کوئی ثبوت اپنے پاس نہیں رکھا۔

۹۔ نکاح، حق مہر اسلامی طریقہ پر پڑھا گیا تھا۔

کیا مذکورہ بالا واقعات کے مدِنظر طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

برائے فتویٰ یہ تمام بیانات، حالات یونین نے قلمبند کئے ہیں جو کہ تمام کمیٹی کے روبرو لئے گئے ہیں (اور بالکل قسمیہ درست ہے)

از طرف دی سلھونتہ یونین شیر گڑھ ضلع منٹگمری

۲۰۔۶۔۵۷ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ میں طلاق یقیناً واقع ہوگئی تفصیل ذیل سے اگر پہلی تحریری طلاق کی عدت گزرنے پر دوسری تحریر ہوئی تو صرف ایک ہی ہوئی اور اگر دوسری تحریر پہلی کی عدت میں ہوئی اور تیسری بعد از عدت تو دو واقع ہوئیں اور اگر تیسری تحریر بھی عدت میں ہی ہوگئی تو تین طلاقیں واقع ہوئیں۔ بہرحال طلاق ضرور واقع ہو چکی اور نکاح ختم ہو چکا ہے، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶۳ میں ہے وان کانت موسومۃ یقع الطلاق نویٰ او لم ینو، نیز ص ۵۰ میں ہے متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو او بغیر حرف الواو یتعدد الطلاق وان عنی بالثانی الاول لم یصدق بالقضاء، تو اگر ایک یا دو طلاقیں واقع ہوئی ہیں تو نئے سرے سے نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں تو نکاح بھی نہیں ہو سکتا ہاں اگر عزیز بیگم کسی دوسرے خاوند کے ساتھ صحیح طور پر نکاح کرے اور باقاعدہ ہم بستری کرنے کے بعد وہ نیا خاوند طلاق دے دے اور پھر عدت بھی گزر جائے تو محمد طفیل سے نکاح کر سکتی ہے، قرآن کریم میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ و لحدیث العسیلۃ المشھورۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۸ ذی الحجہ ۷۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص

marfat.com

اپنی زوجہ کے ساتھ جھگڑتے جھگڑتے روبرو گواہاں کے کہتا ہے کہ تو میری ماں ہے اور بہن ہے اور میرے اوپر تو حرام ہے، میری طرف سے تجھے طلاق ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ غصہ میں کہتا ہے، ایک ماہ کے بعد ایک آدمی کو اپنی بیوی کے پاس معافی کے لئے بھیجتا ہے مگر بیوی نے نہیں مانا، انکار کر دیا، اس کشمکش میں کسی مقدمہ کی وجہ تین سال قید ہو جاتا ہے، آتے ہی اس مسئلہ کی بابت تحقیق کیلئے سوال پیش کر رہا ہے مگر اب عورت بھی رضامند ہے کہ میں اپنے شوہر کے گھر آباد ہو جاؤں۔

تحریر کنندہ محمد اسحٰق از لدھیوال

نوٹ: زوجہ مدخول بہا ہے اور اس واقعہ سے پہلے کافی مدت تک مرد کے گھر آباد رہی ہے۔

گواہ شد: اللہ بخش ولد مولوی عبدالحکیم سکنہ محل داخلی لدھیوال

گواہ شد: جہانہ چوکیدار سکنہ لدھیوال

گواہ شد: پیر بخش ولد محمد قوم ماچھی

محمد شریف بقلم خود از لدھیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو زوجہ پر یکے بعد دیگرے تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں کہ جملہ "میرے اوپر تو حرام ہے" طلاقِ صریح ہے کما فی الشامیۃ والھندیۃ وغیرھما، پھر جملہ "میری طرف سے تجھے طلاق ہے" بھی صریح طلاق ہے، اور جب یہ جملہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ کہہ چکا ہے تو تین طلاقیں یقیناً واقع ہو گئیں اور جو تین سے زائد کہیں، وہ لغو ہو گئیں، سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۷ میں ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی کہ میں نے اپنی

marfat.com

بیوی کو ہزار طلاق دی ہے تو آپ نے فرمایا تاخذ ثلاثا و تدع تسعمائۃ و سبعۃ و تسعین۔ اور یونہی سو طلاق دینے والے کو بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا عصیت ربک و بانت منک امرأتک، ان سب کا یہی حاصل کہ تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں تو بلا حلالہ ان کا نکاح اگرچہ عورت رضامند ہو، ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (ترجمہ از شاہ رفیع الدین صاحب" پس اگر دے تیسری طلاق دے اس کو پس نہیں حلال ہوتی واسطے اس کے پیچھے اس کے یہاں تک کہ نکاح کرے اور خصم سے سوائے اس کے"

باقی سائل نے غصہ کا ذکر کیا ہے تو واضح رہے کہ غصہ کی حالت مانعِ طلاق نہیں بلکہ عموماً غصہ کی حالت میں ہی طلاق دی جاتی ہے بلکہ ہمارے ائمہ و مشائخ عظام نے تو صاف صاف تصریح فرمائی کہ غصہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۴۷، شامی ج ۲ ص ۵۹۷ میں ہے (والنظم لملک العلماء) حال الغضب و مذاکرۃ الطلاق دلیل ارادۃ الطلاق الخ والتحقیق فی فتاوٰینا بتوفیقہ وفضلہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ، مؤرخہ ۳۰ جمادی الاخریٰ ۷۹ھ

الاستفتاء

بخدمت حضرت قبلہ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب النعیمی
بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ، ۔

معروض کہ عرصہ تقریباً چار سال ہوا میری شادی مسماۃ فجاں دختر شاماں ساکن

marfat.com

چک پُران کے ساتھ بطور شرعی نکاح بلا اندراج رجسٹر ہوئی تھی اور مسماۃ مذکورہ میرے گھر ہرگز آباد نہیں ہوتی اور نہ ہی میں نے آج تک چھوا تک ہے اور نہ ہی ہم دونوں الگ کمرے میں خلوت پذیر ہوئے ہیں بلکہ نکاح خوانی کے بعد ہی ہماری آپس میں ناچاکی شروع ہوگئی تھی اور مسماۃ مذکورہ کے والد شاماں نے مجھ سے اپنی بیٹی کی طلاق طلب کرنی شروع کردی تھی، جس پر عرصہ قریباً تین سال ہوا کہ میں نے اسے ایک طلاق دے دی تھی جس کے بعد مسماۃ مذکورہ نے کسی دیگر شخص کے ساتھ آج تک نکاح نہیں کیا، لہذا کیا اب مسماۃ مذکورہ کے ساتھ میرا دوبارہ نکاح کر لینا جائز ہے یا نہیں ؟

گواہ شد

(دستخط بحروفِ اردو)

عبدالحق، امام مسجد ٹپلانی

۶۶۔۱۰۔۲۱

گواہ شد

نشان انگوٹھا

بہادر ولد مولا بخش نہاریہ ٹپلانی

۶۶۔۱۰۔۲۱

نشان انگوٹھا

شاماں ولد نظام، قوم کھوکھر

ساکن موضع ٹپلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صرف ایک ہی طلاق دی تھی تو نکاح بلا شک وشبہ وریب جائز ہے کسی دوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ تین طلاقیں ہو جائیں، تعجب ہے کہ ایسی واضح صورت میں سوال کی کیا ضرورت ہے، بہر صورت صرف ایک یا دو طلاقیں ہوں تو دوبارہ بلا حلالہ نکاح جائز ہے۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم

وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۶ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ ۲۲/۱۰/۶۶

الاستفتاء

مؤدبانہ گذارش ہے کہ:

سائلہ حنفیہ مذہب مسلمان عورت ہے، یہ کہ عرصہ ۵ سال کا ہوا میرا نکاح مسمی محمد اقبال تھانیدار پولیس کے ساتھ ہوا تھا جو کہ بالکل میری بلا مرضی تھا کیونکہ اس وقت میری عمر ۱۴ سال اور اس کی عمر ۴۸ سال کی تھی اور یہ نکاح محض دباؤ سے ہوا تھا۔

یہ کہ فدویہ نے ایس پی صاحب منٹگمری کی خدمت میں واقعات بالا کی درخواست دی اور انہوں نے بذریعہ انسپکٹر صاحب پولیس تحقیقات فرمائی جو درست ثابت ہوئی،

چنانچہ مذکور نے ۱۹۶۲ء میں مبلغ دوسو روپیہ کے کاغذ پہ فدویہ کو تین طلاق طلاق طلاق روبرو گواہاں دے دی، بعد گذرنے عرصہ چھ ماہ کے مذکور بہمارے ملحقہ تھانہ میں تعینات ہوکر آگیا اور میرے غریب رشتہ داروں پر پھر دباؤ ڈالا اور کہا کہ ہمارا سابق نکاح جائز ہے اور سابق طلاق ناجائز ہے چنانچہ میں اس کے ساتھ بطور بیوی روانہ کردی گئی اور تھوڑا عرصہ اس کے گھر رہنے کے بعد واپس آگئی،

آنحضرات علمائے دین سے استدعا ہے کہ فدویہ کو فتاویٰ صادر فرمایا جائے کہ:-

۱۔ تین طلاق ہو جانے کے بعد اور عدت گزر جانے کے بعد سابق نکاح جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ میرا اس کے گھر بطور بیوی آباد ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

۳۔ اندریں حالات وہ میرا جائز شوہر ہے یا نہیں ؟

marfat.com

مکرر آنکہ واقعہ ہذا عائلی قانون نافذ ہونے سے پیشتر تین طلاقیں ہوئی تھیں۔

سائلہ : نور بانو دختر محمد ہاشم قوم کھوکھر قصاب ساکن بصیر پور ضلع منٹگمری

دستخط نور بانو بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

طلاق اگرچہ ایک ہی ہو، عدت پوری ہونے کے بعد بطور بیوی بلا نکاح جدید سابق خاوند کے گھر آباد ہونا حرام کر دیتی ہے تو جبکہ تین طلاقیں ہو چکیں جو مغلظہ ہیں تو پھر کس طرح اجازت ہو سکتی ہے؟

اگر سائلہ کا بیان صحیح اور واقعی ہے تو اس پہ فرض کہ سابقہ خاوند کے گھر آباد نہ ہو، ہاں اگر حلالہ کے بعد جائز نکاحِ جدید کریں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ فیصلہ قرآنِ کریم اور حدیث شریف اور فقہِ حنفی کا فیصلہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ دوھایا ولد محمد قوم بلوچ چک ۴/۳۶ - ۔ لے تحصیل اوکاڑہ نے مسماۃ سکینہ بی بی دختر صادق قوم بلوچ چک ہذا کو تین طلاق بذریعہ یونین کونسل روبرو گواہوں کے تحریری وتقریری دی، اور تین نوٹس بخدمت چیئرمین صاحب روانہ کئے اور تین نوٹس طلاقنامہ مسماۃ مذکورہ کو بذریعہ سرکاری ڈاک روانہ کئے لیکن ہر چھ نوٹس یعنی چیئرمین صاحب اور مسماۃ نے واپس اللہ دوھایا مذکور کر دئے، آنجناب تحریر جواب بمع مصدقہ ثبوت قرآن شریف و

احادیث شریف کے کریں کہ سماۃ مذکورہ مسمی مذکور کے ہاں دوبارہ بیوی بن سکتی ہے یا نہ؟ کیونکہ اس کو تین طلاق ہو چکی ہیں اور میعاد بھی ختم ہے، جواب دیجیے عنداللہ ماجور ہوں۔
السائل محمد اسمٰعیل ولد سلطان قوم بلوچ چک ۳۶/۴۲ - ایل ڈاکخانہ ۳۴/۳/۴۲ ایل
تحصیل اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اللہ دوھایا کے ہاں سماۃ سکینہ بی بی دوبارہ بیوی بن سکتی ہے مگر اس شرط پر کہ کسی اور شخص کے ساتھ سکینہ بی بی صحیح نکاح کرے اور وہ شخص باقاعدہ پوری طرح ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دے اور اس طلاق کی عدت گزر جائے یا مر جائے اور عدت پوری ہو جائے تو اللہ دوھایا کے ساتھ حسبِ دستورِ شرع نکاح کر سکتی ہے یہ حکم قرآنِ کریم اور حدیث شریف کا حکم ہے اور فقہ پاک کا مضبوط فیصلہ ہے۔ قرآنِ کریم پارہ دوم ع ۱۳ آیت نمبر ۲۳۰ میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ صحیح بخاری شریف ص ۹۱، میں ہے ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهدایۃ اور اسی پر حضراتِ ائمہ اربعہ وغیرہم کا اجماع واتفاق ہے۔ میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۹، رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۵۶ میں ہے والنظم منها اتفقوا علی ان من طلق زوجتہ ثلاثا لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأها فی نکاح صحیح وان المراد بالنکاح ھنا الوطی وانه شرط فی جواز حلها للاول۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور بقلم خود
۴ شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مفتیان اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بنام اسمار بی بی دختر رحماں قوم بلوچ چک ۴/۳۶-ایل تھانہ شاہجو تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال کی شادی مسمی حشمت علی ولد دریام قوم بلوچ چک ہذا سے عرصہ سات آٹھ سال کا ہوا، ہوئی لڑکی نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھی اور اس کا شوہر مذکورہ زانی یعنی وہ غیر عورتوں سے ناجائز تعلق رکھتا تھا، اسمار بی بی مذکورہ یہ اپنے شوہر کو بار بار روکتی رہی جس پر حشمت علی نے اسے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا تو مسمی رحماں والد اسمار بی بی نے چند آدمی بطور پنچایت حشمت کے پاس بھیجے کہ وہ اپنی مسمات اسمار بی بی کو اپنے گھر لے آئے جس پر مسمی حشمت علی نے ان آدمیوں کو کہا کہ میں نے اپنی زوجہ مسماۃ اسمار بی بی کو طلاق طلاق طلاق یعنی تین طلاق دے دی ہیں، میرا اس کا معاملہ ختم ہے، جناب مفتیان صاحب عرصہ ۵ سال سے مسماۃ اپنے باپ کے ہاں بیٹھی۔ آپ کتب فقہ فتاویٰ سے مدلل ثبوت دیں تاکہ مسماۃ اسمار بی بی دیگر نکاح کر کے اپنی بقایا زندگی گزار سکے۔

السائلان وگواہان

العبد
نوشیر ولد عطیہ قوم بلوچ
۴/۳۶-ایل

مہر محمد نمبردار ولد محرم خاں بلوچ
۴/۳۶-ایل

گاہرا ولد دلو قوم بلوچ
۴/۳۶-ایل

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو مسماۃ اسما ربی بی پر تین طلاقیں پڑ چکی ہیں اور اپنے سابقہ خاوند حشمت علی پر ایسی حرام ہو چکی ہے کہ اب حلالہ کے بغیر اس سے نکاح بھی نہیں کر سکتی لہٰذا عدت پوری ہونے کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس کے لئے کتبِ فقہ کے کافی حوالے ہیں مگر یہ ایسا مسئلہ ہے کہ قرآنِ کریم کی واضح آیات سے ثابت ہے، دوسرے پارے کے تیسرے پاؤ کے آخری رکوع میں دیکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ و اصحٰبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ۲۵/۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں مسمی لال دین ولد چراغ دین قوم ارائیں چک ۹۳ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور کا ہوں، یہ کہ مجھے ایک شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہے جو ذیل عرض ہے۔

یہ کہ میں عرصہ دو ماہ اور دس دن ہوئے یعنی ۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کو اپنی بیوی مسماۃ صابراں بی بی دختر محمد شریف چک ۲۱۹/ای۔بی تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال کو بیک وقت تین طلاقیں دے کر زوجیت سے علیحدہ کر دیا ہوا ہے، ازاں بعد مجھے میرے وارثان و رشتہ داران نے مجبور کر کے صلح کرا دی ہے اور میں نے اپنی مرضی سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ میرا میری بیوی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں تھا، صرف معمولی سی بات پر میں نے اشتعال میں آکر طلاق بھیج دیا تھا جس پر میں خود مغموم ہوں لہٰذا علمائے دین سے سوال ہے کہ بوجوہات مذکورہ بالا یہ رجوع میرا شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں، جواب دے کر

marfat.com

عنداللہ ماجور رہوں۔ ثبوت موجود ہے کذب بیگانی ہوگی تو میں ذمہ دار ہونگا، تصدیق فرمائی جاوے۔

۳/۷۰ ۷۰ ۷۰
مسمی لال دین مذکور

(نوٹ) جواب ذیل بھی سوال کے ساتھ ہی آیا ہے۔ ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب

اما بعد، بشرطیکہ صورت مسئولہ مذکورہ مطلوب الجواب صداقت پر مبنی ہے تو ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاق دینے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے، فرمایا یہ ایک طلاق رجعی کی حیثیت رکھتی ہے جس میں رجوع جائز ہے اور اگر خاوند طلاق سہ بار کے بعد اندر میعاد رجوع کرے تو طلاق کالعدم ہو جاتا ہے اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ دیکھو حدیث وعن محمود بن لبید اخبر رسول اللہ عن رجل طلق امرأۃ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتٰب اللہ عزوجل وانا اظہرکم حتی قام رجل فقال رسول اللہ الا اقتلہ، رواہ النسائی، مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۸۴۔

دوسری جگہ حدیث ملاحظہ ہو: عن عبد اللہ بن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی ھید المطلب مراتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ کیف طلقتہا فقال طلقتہا ثلاثۃ فقال فی مجلس واحد قال نعم انما تلک واحدۃ ارجعہا ان شئت قال فی اجعہا۔ (مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۶۵)

پس حاصل کلام کا اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور جو شخص ایک مجلس میں تین طلاق

marfat.com

دے دے، وہ اگر رجوع کرے تو وہ تین ایک ہی طلاق رجعی تصور ہوگی جس میں رجوع جائز ہے اور نکاح پہلا ہی بدستور قائم ہے، مزید ضرورت نہیں ہے اور جو حضرت عمر نے لوگوں کو بطور تنبیہ فرمایا تھا کہ اب اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو میں رجوع نہیں کرنے دونگا صرف عبرت واسطے ایک سیاسی حکم تھا، شریعت میں تھا کیونکہ نبی اکرم کا حکم قیامت تک شریعت ہے۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالغیب۔ مورخہ ۲۳-۴-۴

المؤلف: عبدالغفور خطیب جامع معارف القرآن دارالافتاء مفتی عالم رجسٹرڈ گورنمنٹ پاک چک ۲۴۰ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور

از فقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ رجوع صحیح نہیں ہے کیونکہ جب تین طلاقیں آجائیں، ایک وقت اور ایک مجلس یا ایک طہر یا تین طہروں میں جیسے بھی آئیں تو عورت بائن ہو جاتی ہے اور رجوع تو رجوع دوبارہ نکاح بھی حلالہ کے بغیر نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں ہے فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور یہی فتویٰ ہے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا، دیکھو سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۳ سے ص ۳۴۰ تک حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن عمر، مغیرہ بن شعبہ، حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مسند حدیثیں اور فتوے۔ اور یہی مذہب ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا، رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۸۰، میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶

مفتی صاحب نے یونہی لکھا اور اپنی جہالت ظاہر کی ۱۲ منہ غفرلہٗ

marfat.com

میں ہے و النظم من الرحمۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علیٰ ان الطلاق فی الحیض لمدخول بہا او فی طہر جامع فیہ محرم الا انہ یقع وکذٰلک جمع الطلاق الثلاث محرم و یقع اور یہی جمہور اہلِ اسلام سلف صالحین کا مذہب ہے، احکام القرآن ج ا ص ۴۵۹ میں ہے فالکتاب و السنۃ واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معا اس کی شہادت غیر مقلدین حضرات کے مسلم امام بھی دے رہے ہیں، تفسیر فتح القدیر ج ا ص ۲۱۲ میں قاضی شوکانی اور تفسیر فتح البیان ج ا ص ۳۷۰ میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں وقد اختلف اھل العلم فی ارسال الثلاث دفعۃ واحدۃ ھل تقع ثلاث او واحدۃ فقط فذھب الی الاول الجمھور۔

رہی حدیثِ فتویٰ ۱ تو اس میں کوئی ایسی تصریح نہیں اور حدیث ۲ کے متعلق امام بیہقی کا ارشاد ہے کہ یہ قابلِ استدلال نہیں کیونکہ اس کے راوی حضرتِ ابنِ عباس کا فتوے جسے آٹھ راوی روایت کرتے ہیں، اس کے خلاف ہے اور خود رکانہ کی اولاد راوی ہے کہ رکانہ نے ایک طلاق دی تھی۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹ میں ہے وھٰذا الاسناد لا تقوم بہ الحجۃ مع ثمانیۃ رووا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فتیاہ بخلاف ذٰلک ومع روایۃ اولاد رکانۃ ان طلاق رکانۃ کان واحدۃ وباللہ التوفیق۔

پھر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کہ شریعت پاک کے خلاف سیاسی حکم دیا ایک افسوسناک چیز ہے جو اس نازک دور میں حکومت کو یہ سبق دینا ہے کہ سیاسی احکام قرآن و حدیث کے خلاف جائز ہیں، یہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے؟ معاذاللہ معاذاللہ! حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شرعی احکام ہی نافذ فرماتے تھے جس کی شہادت کفار بھی دیتے ہیں۔

الحاصل قرآنِ کریم اور حدیث شریف، صحابہ کرام اور جمہور اہلِ علم سلف صالحین کے ارشادات کے موافق ہمارے حنفی مذہب پر فتویٰ یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اور رجوع حلال نہیں بلکہ حلالہ کے بغیر نکاح جدید بھی جائز نہیں کما

marfat.com

فی اسفار المذهب المهذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم

وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی ومہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
ضلع ساہیوال ۷۳-۵-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اندریں مسئلہ کہ ایک عورت کو اس کا خاوند تین طلاقیں دینے کے بعد واپس نکاح میں لانا چاہتا ہے، اس کی کیا صورت ہو گی؟ اور اگر چند آدمی مل کر اس عورت کو اس کے خاوند کے پاس بھیج دیتے ہیں، میاں بیوی کے تعلقات کی بناء پر تو ان آدمیوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہوگا؟ اور اس حالت میں اگر دوبارہ نکاح کر لیں تو اس بارے میں کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

السائل: منظور احمد شاہ چک ۲۱ ٹھیکواں والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اس کی صورت حلالہ ہے یعنی عدت پوری ہونے کے بعد کسی اور سے صحیح نکاح کرے اور اگر وہ جماع کے بعد طلاق دیدے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے، جو شخص بلا نکاح پہلے خاوند کے پاس بطور بیوی بھیج دیں تو وہ شخص بڑے ظالم اور فاسق اور بدکار ہیں، مستحق نار و سزاوارِ غضبِ جبار و قہار ہیں، حکومتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دے تاکہ دوسروں کیلئے بھی عبرت ہو، بلا حلالہ دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا، اگر کریں تو وہ بھی سخت ترین مجرم و ظالم ہیں اور سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

marfat.com

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہ؛ از بصیر پور

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ شرعیہ کے کہ زید نے اپنی بیوی کو جھگڑے کے دوران ایک وقت میں تین مرتبہ طلاق دی، تفصیل یوں ہے کہ زید کی بیوی نے اسے خنزیر کہا تو اس نے پہلی طلاق دی، اس پر بھی بیوی خاموش نہ ہوئی تو اس نے دوسری مرتبہ طلاق دی، پھر بھی اس کی بیوی چپ نہ ہوئی تو زید نے تیسری طلاق دی جس کا مطلب اور آخری تھا، یہ سب کچھ بقائمی ہوش وحواس ہوا، اب زید کی بیوی رجوع چاہتی ہے، فقہ حنفی کی رُو سے اس کا کوئی حل ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا؟ براہِ کرم وضاحت فرمائیں۔ سائل: حاجی بشیر احمد بٹ مکان ۱۱/۱۵ بیرون قاضی محلہ لاہور چھاؤنی صدر بازار

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً ہرگز ہرگز حلال نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ وہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ باقاعدہ ہم بستری کے بعد طلاق دے اور پھر عدت گزارنے کے بعد زید کے لئے اس کا نکاح حلال ہے، یہ حکم فقہ شریف اور حدیث شریف اور قرآن کریم کا ہے، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسمی محمد یوسف ولد شادی شاہ نے چند معزز آدمیوں کے سامنے اپنی منکوحہ مسماۃ نسیم اختر دختر محمد صدیق شاہ کو یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، میری بچی مجھے واپس کر دو، میں نے تجھے طلاق دے دی اور طلاق دینے کے متعلق واضح الفاظ میں متعدد بار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، کیا شرع کے نزدیک طلاق ہو چکی؟

السائل: محمد صدیق شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً طلاق ضرور واقع ہو گئی اور الفاظ "میں نے تجھے طلاق دے دی" اگر صرف دو بار کہے تو رجعی ہے یعنی خاوند عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور اگر تین بار کہے تو طلاق مغلظ واقع ہو گئی، یعنی دوبارہ محمد یوسف مسماۃ نسیم کے ساتھ نکاح بھی نہیں کر سکتا جبکہ حلالہ نہ ہو کما فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر: محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ ۱۰/۴/۷۲

الاستفتاء

بخدمت حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کے بعد عرض ہے کہ مسمی محمد شریف ولد اکبر قوم باولی کسی وجہ سے اپنی عورت کو برائے رنج وغصہ میں آ کر طلاق ثلاثہ یکبار لکھ چکا ہے اور

marfat.com

اب اپنی ہوش وحواس کو قائم کر کے دونوں گھر آپس میں صلح کرتے ہیں اور ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ آیا وہ عورت اس پر حلال ہے یا نہیں، اگر حلال ہو تو کیا بات کر کے حلال کرنی چاہیے کیونکہ آپ کا فتویٰ ہر ایک کو منظور ہے۔ فقط

گواہ شد — چوہدری سکندر علی بقلم خود
گواہ شد — چوہدری محمد شریف بقلم خود

دونوں چوہدری کہتے ہیں کہ فتویٰ ضرور بر ضرور لکھ دیویں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

تین طلاق کے بعد عورت کب حلال ہو سکتی ہے، جب عدت گزار کر کسی اور کے ساتھ نکاح کرے اور وہ دوسرا خاوند ایک جماع کے بعد طلاق دے تو حسب دستورِ شرع دوبارہ نکاح عدت گزارنے کے بعد ہو سکتا ہے، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ اور حدیثِ عسیلہ بھی مشہور حدیث ہے اور سب فقہائے کرام اور مشائخِ عظام نے بھی یہی فرمایا ہے کما فی الهندیة والهدایة وغیرهما من اسفار المهذب المهذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

(نوٹ) غصہ کوئی عذر نہیں، طلاق ہوتی ہی ناراضگی پر ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۵ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۹/۲۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید اپنی بیوی سے

marfat.com

کہتا ہے کہ میں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ تجھے طلاق ثلاثہ دیتا ہوں اور اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں اور یہ الفاظ تحریر بھی کر دیتا ہے، عدت بھی گزر چکی ہے، کیا طلاقِ ثلاثہ اس طرح مؤثر ہو جاتی ہے اور بدوں حلالہ رجوع کی کوئی صورت بمطابق شریعتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء باقی ہے، بینوا توجروا۔

المستفتی : حافظ محمد یوسف عفی عنہ نکاح رجسٹرار بصیر پور ضلع ساہیوال ۲۹؍۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ و ریب زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور مؤثر بن گئی ہیں، زید پر اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے چنانچہ خود زید نے بھی تحریر طلاق میں تصریح کی ہے لہذا حلالہ کے بغیر اس عورت کے ساتھ نکاح جدید نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صرف رجوع کرے چنانچہ ائمۂ اربعہ امامِ اعظم ابوحنیفہ، امامِ مالک، امامِ شافعی اور امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک یہ متفق علیہ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ بیوی جائز نہیں، چنانچہ میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ اور رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۸۰ میں ہے والنظم من المیزان اتفقوا (الیٰ ان قال) وکذلک جمع الطلاق الثلاث یقع اور ہمارے تمام متون وفتاوٰے حنفیہ میں بھی ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۶ میں ہے فالذی یعود الی العدد ان یطلقہا ثلاثا فی طہر واحد بکلمۃ واحدۃ (الیٰ ان قالوا) فاذا فعل ذلک وقع الطلاق بلکہ امام محررِ مذہبِ حنفیہ امام محمد علیہ الرحمہ سے شامی ج ۲ ص ۶۲۵ میں ہے ونص محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قال واذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا جمیعا فقد خالف السنۃ واثم ان دخل بہا اولم یدخل سواء بلغنا ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن علی وابن مسعود و

marfat.com

ابنِ عباس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجموعۂ قوانینِ اسلام جلد دوم مصنفہ۔ مشیر قانون مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، راولپنڈی کے صفحہ ۷۰۳ میں ہے "جمہور فقہاء کے نزدیک طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ اس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں لفظِ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دیدے اور اس کے پہلے طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ کا یہ حکم بیان کیا کہ ایسی طلاق مراد ہے جس کے نتیجہ میں اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کرکے الخ"

اور یونہی اس کے ج ۲ ص ۴۹۶ میں ہے " اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو بیک وقت ایک کلمہ سے طلاق دے یا متفرق کلمات سے تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہے تو اسی وقت تین طلاق بائن (مغلظہ) واقع ہوجائیں گی اور وہ اپنی زوجہ سے رجوع نہیں کرسکے گا الا یہ کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے الخ"

اور یونہی کتبِ حدیث شریف سننِ بیہقی وغیرہا میں کئی متعدد حدیثوں میں صحابہ کرام سے تشریحاً ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ آفتابِ عالمتاب سے بھی زیادہ واضح ہے، کہ بلا حلالہ نکاح بھی نہیں کرسکتا اور خود قرآنِ کریم پارہ دوم سے بھی ثابت ہے، ارشاد ہوتا ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ سیدنا حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۷ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ ۲۹/۵/۷۹ء

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا علامہ الحاج پیرِ طریقت راہبرِ شریعت مفتیٔ اعظم پاکستان ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی قادری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :- مزاجِ گرامی!

marfat.com

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے غصے میں آکر اپنی بیوی کو کہا طلاق، طلاق، طلاق، اب تو مجھ پر حرام ہے، اب وہ رجوع کرنا چاہتا ہے، کیا وہ حلالہ کے بغیر نکاح کر سکتا ہے یا کہ نہیں بجواب سے مشکور فرماویں۔

السائل: قاری بشیر احمد قمر عرف گڈی ولد مستری نور احمد صاحب
بمقام چک دھرمیوالا تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:-

اب حلالہ کے بغیر کوئی صورت نہیں، حلالہ کے بعد ہی نکاح ہو سکتا ہے۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۲۰۳۰۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

۱- یہ کہ میرا خاوند جب بھی میرا اس سے کسی بات پر کوئی تنازعہ ہو جائے تو مجھے بے ساختہ غیر مردوں اور عورتوں کے سامنے طلاق دینا شروع ہو جاتا ہے اور طلاق کا لفظ بیک وقت کئی کئی مرتبہ کہہ جاتا ہے جس کے گواہ بھی موجود ہیں اور پھر طلاق پر بھی صبر نہیں کرتا، مجھے بیک وقت ماں بہن کہنا شروع ہو جاتا ہے اور غیر مردوں اور عورتوں کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔

۲- ہمارا میاں بیوی کا جب بھی کبھی کسی بات پر جھگڑا ہوتا ہے تو مجھے بات بات پر طلاق دیتا ہے اور بات بات پر ماں بہن کہتا ہے کہ تم آج سے میری ماں ہو!

marfat.com

۳۔ میرے خاوند کے بار بار طلاق دینے اور ماں بہن کہنے کے باوجود بھی میرا خاوند زبردستی میرے ساتھ میاں بیوی والے تعلق قائم کیے ہوئے ہے، اگر میں بولوں تو مجھے گھر والے تنگ کرتے ہیں۔

۴۔ کیا میرے خاوند کے بار بار طلاق دینے سے ہمارا نکاح رہ جاتا ہے کیونکہ میرا خاوند کہتا ہے کہ بیوی کو بار بار طلاق دینے اور ماں بہن کہنے سے نکاح اور مضبوط ہوتا ہے مگر لوگ بھی اس کے برعکس بتلاتے ہیں۔

۵۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتلا دیں کہ متذکرہ بالا الفاظ کہنے سے بیک وقت پہلے طلاق دینے سے اور ماں بہن کہنے سے ہمارا نکاح قائم رہ جاتا ہے؟ اگر ہمارا نکاح ختم ہو گیا تو کیا پہلے عدت پوری کر کے دوسرا نکاح کرنا چاہیے۔

۶۔ مذکورہ بالا سوالات میں نے خدا اور رسول کو حاضر ناظر جان کر بالکل حرف بحرف کیے ہیں اور میں نے اپنی طرف سے کوئی جھوٹ نہیں کہا ہے جس کا خدا گواہ ہے یا وہ حضرات جنہوں نے میرے خاوند سے متذکرہ بالا سوالات کے متعلق دریافت کیے اور میرے خاوند نے ان کی موجودگی میں ہاں کی ہے کہ میں نے کئی بار اپنی بیوی کو ماں بہن کہا ہے اور کئی مرتبہ طلاق دی ہے۔

نشان انگوٹھا   مسماۃ سیدن زوجہ قاسم علی ولد محرم خان دختر ابراہیم

معرفت قاری غلام رسول امام مسجد عارف والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو جب خاوند نے تین بار لفظ طلاق عورت کو بیک وقت یا کئی وقتوں میں کہہ دیا تو عورت اس پر سخت حرام ہو گئی اور عدت گزار کر بھی اس خاوند سے نکاح نہیں ہو سکتا جبکہ شرعی حلالہ نہ کیا جائے۔ یہ جاہلیت کے زمانہ میں مشرکوں کا رواج تھا کہ کئی کئی بار طلاق دیتے اور رجوع کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا الطلاق

marfat.com

ھو سکتی کہ صرف دو طلاقوں سے رجوع ہو سکتا ہے اور تیسری مرتبہ طلاق دینے سے ہمیشہ کے لئے عورت حرام ہو جاتی ہے اور حلالہ کے ماسوا اس خاوند سے نکاح بھی نہیں ہو سکتا، دیکھو دوسرا پارہ سورہ البقرہ آیت ۲۲۹ اور ۲۳۰ رکوع ۱۳، اور یونہی حدیث پاک میں آیا ہے اور اس پر ساری امت کا اجماع ہے لہذا بیوی والے تعلقات رکھنے حرام ہیں اور سخت ترین گناہ ہے ہاں قانونی طور پر اجازت حکومت سے حاصل کر لے تو بہتر کہ حکومت کی پکڑ سے بچے ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عورت آزاد ہے، عدت گزار کر شرع کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے بحکم قرآن کریم و حدیث پاک اور فقہ کے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
بانی ومہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
ضلع ساہیوال بقلم خود
۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۰ھ ۴/۳/۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں صورت کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق کا نوٹس اول دیا، بعد ازیں ایک ماہ کے اندر ہی دوسرا نوٹس برائے رجوع از طلاق اپنی بیوی کو بھیج دیا جن کی نقلیں ہمراہ استفسار ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ باعتبار اس نوٹس کونسی طلاق واقع ہو گی اور رجوع ہو گیا یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا حلالہ کی ضرورت ہو گی؟ فقط

نوٹس طلاق ۷۶-۴-۱۹ کو دیا گیا، نوٹس رجوع ۷۶-۵-۱۵ کو دیا گیا۔

السائل محمد زمان ولد محمد بخش بکہ ۹/۱۰-۹ معرفت حاجی محمد ابراہیم محمد شفیق گوشتیاں عوندنا شیخوپورہ آباد فیروز والہ
تحریر ۷۶-۷-۹

marfat.com

نوٹس طلاق زیر دفعہ ۷ عائلی قانون آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۱ء

بنام زبیدہ بی بی دختر غلام رسول قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴-R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

منکہ محمد زمان ولد محمد بخش قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴-R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

۱- یہ کہ میری شادی عرصہ تقریباً ۵ سال قبل آپ کے ساتھ سرانجام پائی تھی، کچھ عرصہ تک اپنے درمیان تعلقات بہت اچھے رہے اور بعد ازاں عرصہ تقریباً ۲ ½ سال سے اپنے درمیان گھریلو اختلافات پیدا ہو گئے اور باوجود برادری کی کوشش کے کوئی ایسی صورت نہ نکل سکی جس سے تعلقات خوشگوار ہو سکیں اور کوئی مزید ایسی صورت بھی نظر نہیں آئی جس سے ہمارے ازدواجی تعلقات بحال ہو سکیں اور سوائے علیحدگی کے اور کوئی صورت نہ رہی۔

۲- یہ کہ میں آج سے تمہیں طلاق اول دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں اور آج کے بعد تم میری بیوی نہیں ہو، تمہیں یہ آزادی ہے کہ تم جہاں چاہو اپنی من پسند شادی کرو۔

۳- یہ کہ تم اپنا سامان واپس لے سکتی ہو بشرطیکہ میرے زیورات وغیرہ واپس کرو۔

العبد : محمد زمان ولد محمد بخش قوم ارائیں سکنہ چک ۶۸/۴-R
تحصیل ہارون آباد، ۷۶-۴-۱۹

نوٹس منسوخی طلاق

بنام زبیدہ بی بی دختر غلام رسول قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴.R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

یہ کہ میں نے مؤرخہ ۷۶-۴-۱۹ کو آپ کو طلاق اول کا نوٹس دیا تھا جو کہ میں اب نوٹس ہذا واپس لے کر آپ سے رجوع کرنا چاہتا ہوں، اس امر کی اطلاع چیئرمین مصالحتی عدالت چک ۶۲/۴.R یونین کونسل ۲۸ کو بھی دے رہا ہوں۔

العبد : محمد زمان ولد محمد بخش قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴.R
تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

marfat.com

الجواب اللّٰہم اجعل لی النور والصواب

نوٹس اول تحریہ مؤرخہ ۷۶-۴-۱۹ دیکھا، ظاہر یہی ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ لفظ طلاق اول سے قبل اس نے لکھا ہے کہ سوائے علیحدگی کے اور کوئی صورت نہ ہے اور بعد میں لکھا ہے "دیکھا اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں الخ" تو روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ طلاقِ بائن دے رہا ہے لہٰذا یہ ایک طلاق بائن ہے، حسب دستور شرع نکاح ہو سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں کیونکہ طلاق صرف ایک ہے، تین نہیں، کیونکہ بعد کے الفاظِ کنایہ لاحق نہیں ہوتے بلکہ بائن ہونا اسی طلاقِ اول کا اظہار ہے، شامی ج ۲ ص ۴۳۶ میں ہے (قولہ لایلحق البائن) المراد بالبائن الذی لایلحق ھو ما کان بلفظ الکنایۃ لانہ ھو الذی لیس ظاھرا فی انشاء الطلاق۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ من دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۶ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۷۶-۱۰-۲۱

الاستفتاء

بخدمت اقدس اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب قبلہ نعیمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاجِ اقدس!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں زبانی ایک ہی وقت میں دی تھیں جس کو عرصہ تقریباً ایک سال ہو چکا ہے اب زید مذکور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے کا خواہشمند ہے تو فرماویں اب کیا صورت ہو سکتی ہے جس سے سائل شرع محمدی کے مطابق نکاح کر سکے، فقط والسلام

سلطان محمود امام مسجد اردڑ پوالہ جاگیر

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں یقیناً جائز ہے، قرآنِ کریم وحدیثِ پاک اور فقہ کے متفقہ حکم سے پارہ دوم کے بارہویں رکوع کی آخری آیت ۲۲۸ میں ہے وبعولتھن احق بردھن یعنی مطلقہ عورت کا طلاق دہندہ خاوند واپس کرلے کا زیادہ حق دار ہے، حسب دستورِ شرع باقاعدہ نکاح کرلیں، یہ مطلقہ ایک طلاق والی ہو یا دو والی، سب کو عام ہے، البتہ اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو حلالہ کے بغیر جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از بصیر پور شریف ۲۷۰۱۱۰۷۸

الاستفتاء

السلام علیکم : بعد تسلیمات عرض ہے کہ بندہ کو مندرجہ ذیل مسئلہ میں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے اور بعد التماس ہے کہ جناب والا آپ نے خداداد علم کی روشنی میں بمطابق شرع فتویٰ صادر فرمائیں۔

۱۔ ایک آدمی غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین بار (یا اس سے زیادہ دفعہ) اس حالت میں طلاق دیتا ہے کہ بیوی گھر میں موجود نہیں لیکن چند اہلِ خانہ مثلاً بیوی کی ساس یا دیور موجود ہیں۔

۲۔ بیوی کو اس طلاق کے متعلق کوئی پتہ نہیں چلتا، نہ ہی خاوند بتاتا ہے، اور نہ ہی ساس یا کوئی اور فرد، بیوی دو تین ماہ گھر میں رہتی ہے اور اس دوران میاں بیوی حقوقِ انسانی بھی ادا کرتے ہیں۔

۳۔ دو تین ماہ بعد میاں بیوی کے درمیان کسی اور مسئلہ پر اختلاف ہو جاتا ہے،

marfat.com

بیوی ناراض ہو کر میکے چلی جاتی ہے اور اس کے والدین طلاق کی فرمائش کرتے ہیں، خاوند بیوی کو عدم موجودگی میں زبانی طلاق دے دیتا ہے حتیٰ کہ وہ دوسری شادی کر لیتا ہے۔

۴- ازاں بعد بیوی گھر لوٹ آئی ہے، خاوند اسے بتاتا ہے کہ میں نے تو تمہیں طلاق دے دی ہے لیکن بیوی جواب دیتی ہے کہ مجھے تو اس کا آج تک علم نہیں ہوا۔

براہ کرم اس مسئلہ میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر طلاق ہوئی ہے تو کونسی طلاق؟

العبد : محمد رفیق از رشید آباد تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر فی الواقع خاوند نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے جو بغیر حلالہ شرعیہ کے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی کما فی الفتاویٰ الحنفیہ کلہا۔

واللہ اعلم وصلی اللہ علیہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ ذوالقعدۃ المبارکہ ۱۴۰۰ھ ۲۶ ۹/۸۰

الاستفتاء

علامۂ زماں بیہقیٔ دوراں شیخ الحدیث فقیہ اعظم جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، :- مندرجہ ذیل مسائل کا حل از حد مطلوب ہے،

marfat.com

مہربانی فرما کر ان مسائل کو ہم پر عیاں کر دیں :-

۱- زید کا ایک بیوہ سے ناجائز تعلق ہے، بیوہ کی پہلے خاوند کی لڑکیاں ہیں، کیا بیوہ کی لڑکی زید کے بھائیوں کے نکاح میں آسکتی ہیں اور زید کی بہنیں بیوہ کے لڑکوں کے نکاح میں آسکتی ہیں ؟

۲- نکاح خواں ایک نکاح پر نکاح دیدہ دانستہ پڑھاتا ہے اور گواہوں کو پہلے نکاح کا علم نہیں یا گواہوں کو پہلے نکاح کا علم ہے مگر نکاح خواں کو علم نہیں، ہر دو صورتوں میں باوجود علم نکاح کے نکاح پر نکاح پڑھانا یا گواہ بننے والوں کی کیا سزا ہے ؟

۳- غیر مدخولہ بالغہ مطلقہ عورت بغیر حلالہ کے طلاق دہندہ کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہ ؟ زید کہتا ہے صاحبِ فتاویٰ نورالہدیٰ نے جائز لکھا ہے لہٰذا بغیر حلالہ کے نکاح جائز ہے، بعد دعوے کے یہ کہتا ہے کہ میں پڑھاؤں گا، بکر اس کی سخت تردید کرتا ہے، ان دونوں میں سچا کون ہے، اگر زید جھوٹا ہے تو از روئے شریعت اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔

السائل : سید محمد عبدالغفار شاہ غفرلہٗ، سکنہ بقانہ ساہوکا بقلم خود

۴- ایک نقشہ اوقاتِ نماز انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ تمام مقامات کے اوقات کی کمی بیشی کی مکمل معلومات و مسائل کے لیئے رسالہ مبارکہ موذن الاوقات ملاحظہ فرمائیں، اس رسالہ کے بارہ میں آنجناب سے سوال ہے کہ رسالہ مذکورہ کس صاحب کی تصنیف ہے اور کہاں سے مل سکتا ہے، اوقاتِ نماز معلوم کرنے کے لیئے کوئی مخصوص حساب ہو تو اس بارہ میں آگاہ فرمادیں۔

marfat.com

سائل : اللہ بخش پوشل پنشر مسجد بیت الرحمن، ٹھانہ ساہوکا
معرفت سید محمد عبد الغفار شاہ غفرلہ سکنہ ساہوکا ،
ڈاک خانہ خاص تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

۱- اس بیوہ کی لڑکیاں زید کے بھائیوں کے نکاح اور یونہی زید کی بہنیں اس بیوہ کے لڑکوں کے نکاح میں آسکتی ہیں، قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذٰلکم۔

۲- نکاح خواں کا دیدہ دانستہ نکاح پر نکاح کرنا ایسے ناجائز نکاح کا دیدہ دانستہ گواہ بننا گناہ کبیرہ ہے، اگر حرام جان کر ہوا ور اگر حلال جانے تو کافر ہے، باقی رہی سزا تو وہ اسلامی حکومت کا کام ہے جس کے قائم کرنے کی جدوجہد ہم کر رہے ہیں، اندریں حالات تو برادری طور پر جتنا دباؤ ڈال سکتے ہیں ڈالیں حتیٰ کہ درست ہو جائیں اور یونہی زید اور اس بیوہ کو بھی مجبور کریں کہ بُرے تعلقات ختم کریں۔

۳- غیر مدخولہ بالغہ یا نابالغہ کو ایک یا دو طلاقیں آئیں تو بلا حلالہ نکاح ہو سکتا ہے اگر تین طلاقیں ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ الگ الگ طلاقیں دے، ایک وقت یا اوقاتِ مختلفہ میں مثلاً کہے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے اور دوسری صورت یہ کہ

marfat.com

ایک لفظ میں اکٹھی تین طلاقیں دے مثلاً کہے کہ تجھے تین طلاقیں دیتا ہوں تو پہلی صورت میں صرف ایک پہلی طلاق واقع ہوئی اور باقی لغو جاتی ہیں تو بلا حلالہ نکاح ہو سکتا ہے اور دوسری صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں لہٰذا بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تین طلاقیں پڑ جائیں تو بحکم قرآنِ کریم حلالہ کے بغیر طلاق دہندہ نکاح نہیں کر سکتا، قرآنِ کریم میں ہے: فان طلقها فلا تحل له الآیۃ۔

۴۔ وہ رسالہ حضرت مولانا ظفرالدین صاحب کی تصنیف ہے اور انجمن حزب الاحناف لاہور سے ملا کرتا تھا اور اب امید ہے کہ مل جائے

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ من دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ ۱۲

باب تفریق القاضی

فاضلِ اجل مولانا الاکمل

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم ؛ بعد ادائے سنتِ اسلام واضح رائے شریفہ باد کہ اس جگہ خیریت، حضور کی مطلوب، صورتِ احوال یہ ہے کہ ایک مسئلہ کی آپ کو تکلیف دیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک بالغہ لڑکی کا نکاح کیا گیا، ایک یا دو ہفتہ خاوند کے گھر اتفاق سے رہی، بعدہ بسبب لڑائی اور فساد کے اپنے والد کے گھر آگئی، کچھ مدت کے بعد اس کے خاوند نے دوسری شادی کر لی۔ جب اس لڑکی کو اپنے والد کے گھر بارہ یا بارہ سال گزر چکے تو اس نے اپنے خاوند پر دعویٰ طلاق اور خرچہ لینے کا عدالت میں کیا ہم فیصلہ کا عدالت نے اس طرح سنایا کہ تو نکاح سے بَری ہے اور جس شخص سے تو چاہے بغیر طلاق کے نکاح کر سکتی ہے اور خرچہ کی ڈگری کا حکم بھی سنایا گیا اب وہ لڑکی حکمِ شرع کی طلبگار ہے، آیا وہ لڑکی بغیر طلاق لئے شرع کے حکم سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ تحریر فرما کر بندہ کو سرفراز فرمائیں کیونکہ بندہ کے پاس کتابیں موجود نہیں۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

الراقم: محمد اسمٰعیل از نہال مہار، بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شریعتِ غرّا نے نکاح خاوند کے قبضہ میں رکھا ہے، قرآنِ کریم کا فرمانِ مبین ہے او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح اور جب خاوند کے قبضہ میں ہے تو دوسرا یہ حکم شرعاً نہیں دے سکتا کہ عورت نکاح سے بَری ہے جہاں چاہے،

marfat.com

نکاح کرے۔ ایسی صورت میں شرعاً عورت کو یہ اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر سکے، حضرت رب العالمین کا ارشادِ متین روزِ روشن کی طرح موجود ہے والمحصنٰت من النساء یعنی نکاح والی عورتیں حرام ہیں تو لازم اور سخت لازم کہ بلا طلاق حاصل کیے عورتِ مذکورہ نکاحِ ثانی کا ارادہ نہ کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ، ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ

المجیب مصیب

نعیم الدین بقلم خود از رکن پورہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں کہ ہندہ زوجۂ عمرو کو اس کے والد نے عیسائی بنایا تاکہ نکاح عمرو سے بری ہو تو کسی حاکم برطانوی نے اسے برأت از نکاح کا حکم دیا تو اس ہندہ کا نکاح بکر سے کیا گیا، نکاح خواں اور گواہوں کو معلوم تھا کہ ہندہ کا نکاح شرعاً عمرو کے ساتھ قائم ہے صرف قانوناً فسخ قرار دیا گیا ہے۔ پس ہندہ کا پہلا نکاح باقی ہے یا نہیں اور نکاح و گواہانِ نکاحِ ثانی کا حکم کیا ہے اور بکر کا باپ امامت کرتا ہے اور بکر کے ساتھ پورے پورے تعلقات رکھتا ہے تو اس کی امامت جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

المستفتی، محمد رمضان از ٹھٹگنی داخلی کوٹھہ تحصیل فاضلکا ضلع فیروزپور

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور الصواب

ہند کا پہلا نکاح ثابت و قائم ہے، بدستور عمرو کی بیوی ہے، بنا بر قولِ مفتیٰ بہ در المختار و رد المحتار میں ہے وافتی مشائخ بلخ لعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیر الاسیما التی تقع فی المکفر تنکر قال فی النھر والافتاء بہذا اولیٰ، فتح القدیر میں ہے وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتوا فی ردتہا بعدم الفرقۃ حسما لاحتیالہا علی الخلاص باکبر الکبائر و ھکذا فی البحر الرائق بحر فتح القدیر باب احکام المرتدین اور رد المحتار میں ہے وقد افتی الدبوسی و الصفار وبعض اھل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیہا اور ایک قول پہ نکاح فسخ تو ہوا مگر پہلے ہی کے ساتھ کیا جائے، دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہیں۔ فتح القدیر، بحر الرائق، در المختار، رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنص من الفتح و عامۃ مشائخ بخارا افتوا بالفرقۃ وجبرھا علی الاسلام و علی النکاح مع زوجہا الاول لان الحسم بذلک یحصل ولکل قاض ان یجدد النکاح بینہما بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا لغرخمسۃ و سبعین۔ بحر الرائق، عالمگیری، در المختار شامی میں ہے والنظم من الدر باب التعزیر ولا تتزوج لغیرہ یعنی ملتقط۔

بہرحال ہند کو نکاح ثانی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں اور نکاح پر نکاح پڑھنے والا اور اس نکاح کے گواہ و ناکح اس نکاح کو حلال یقینی اور پہلے نکاح کو بدستور قائم سمجھ کر بلاشبہ ایسا کر رہے ہیں تو نہایت گنہگار ہیں اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے، از سرِ نو تائب ہو کر اپنے اپنے نکاح کریں اور اگر ایسے ہوں کہ ان کی عورتیں نہیں تو کیا

marfat.com

نہایت ہی سخت گنہگار ہونا آسان ہے کہ جہاں ایسے مواقع میں ان لوگوں کو نکاح خواں اور گواہ بناتے ہیں اور صورتِ مسئولہ میں یہی ظاہر کہ وہ شبہہ میں ہوں گے لظاھر الاختلاف والتفوہ کما لایخفی علیٰ خادم الفقہ توصرف توبہ ہی کافی ہے اور اجرائے تعزیر وحدود اس دار الفتن ملکِ ہند میں متعذر ہے تو کیا بتایا جائے کہ عورت کو کچھ کوڑے مارے جائیں اور عیسائی کرانے والے تائب نہ ہوں تو قتل کئے جائیں اور ناکح اور گواہوں کو یہ یہ تعزیریں لگائی جائیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہاں یہ ضرور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جو عیسائی بنانے میں ساعی یا رضامند ہوں وہ بحکم شرع مرتد ہو جاتے ہیں، ان کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں، اہلِ اسلام ان سے میل جول، کھانا پینا، بیٹھنا اٹھنا، بول چال غرضیکہ تمام احوال میں پورا پورا بائیکاٹ کریں جب تک تائب نہ ہوں، شرح عقائد نسفی و بحر الرائق میں ہے والنظم من البحر ویکفر بتلقین کلمۃ الکفر لیتکلم بھا ولو علیٰ وجہ اللعب وبامرہ بامرأۃ بالارتداد لتبین من زوجھا وبالافتاء بذلک والا لم تکفر المرأۃ علیٰ ان الرضاء بکفر غیرہ کفر، قرآنِ کریم میں ہے لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیمۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الاساء ما یزرون۔ اور بچہ کے باپ کی امامت جائز نہیں، ہاں اگر خالص دل سے توبہ کرے اور اپنے لڑکے سے ہند مذکورہ کو جدا کرائے یا بچہ نہ مانے تو اس سے تعلقات منقطع کرے تو جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

marfat.com

الاستفتاء

محترم المقام ذوالعزۃ والاحتشام سراپا تقدس واحترام سلمہ اللہ الی یوم القیام
قبلہ فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب نعیمی
قادری دامت فیوضکم العالیہ

نیاز مندانہ سلام ومحبت مسنون : مزاج شریف، خیریت مطلوب، معروض آنکہ چند مسائل دریافت طلب ہیں لہٰذا براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات سے سرفراز فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ سوالات درج ذیل ہیں :۔

۱۔ : بالغہ کنواری اغوار شدہ کا نکاح جو کہ مغوی کے ساتھ ورثا اور وکلاء کی عدم موجودگی میں ہوا، عندالشرع جائز اور صحیح ہے یا نہیں ؟

۲۔ : اگر مذکورہ نکاح صحیح ہے تو مغوی اگر کسی بھی صورت میں کسی وقت بھی اغوار شدہ کو طلاق نہ دے تو عدالتی قانونی طلاق نامہ پر عقدِ ثانی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

۳۔ : جس امام پر زانی ہونے کا شک ہو اپنی آنکھوں سے عندالشرع جرائم میں سے کوئی بھی جرم دیکھا نہ گیا ہو اور نہ ہی کوئی گواہ ہو، صرف شاہد پر شک ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

۴۔ : مذکور امام عائد کردہ الزامات سے بریت کے سلسلہ میں تین دفعہ حلفاً صفائی دے اور سننے والے محض پیپلز پارٹی کو ووٹ کی انکاری وغیرہ کے ذاتی عنادات کی بنا پر نماز نہ پڑھیں اور مطمئن نہ ہوں اور برملا یوں کہیں کہ یہ امام اگر سات دفعہ باوضو مسجد میں سر پہ قرآن اٹھائے اور اپنے معصوم ہونے کا ثبوت دے تو ہمیں اعتبار ہی نہیں حالانکہ امام اہل سنت کے مرکزی ادارے کا مستند اور محقق عالم ہو اور درویش ہو، کہنے سننے والے مذکورہ افراد عندالشرع مومن ومسلم ہیں یا نہیں ؟ کاش کہ سیدی وسندی استاذی المکرم سید السادات علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب

marfat.com

قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اور واجب الاحترام مولانا صوفی محمد نصر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو ان سے بھی یہ مسائل دریافت کرتے مگر صد افسوس کہ وہ دارِ فانی سے کوچ کرتے ہوئے ہمیں ہمیشہ کے لیئے داغِ مفارقت دے گئے، قبلہ! یہ وہ علم کے سمندر تھے جس سے ہر پیاسے نے بقدرِ ظرف پیا، رضا بالقضا راللہ تعالیٰ، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، ان کے چلے جانے سے علم کا بحران پیدا ہو گیا ہے۔

مولا کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا کریم رب العزت صدقہ اپنے حبیبِ کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی پاک تربتوں پر اپنی خاص رحمت کے ہزاروں لاکھوں کروڑوں پھول نچھاور فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ فقط والسلام

السائل، خادم العلماء دعا جو ابوالرضا محمد البشیر چشتی نظامی فخری مجردی

حال مقیم گنج آرمی سٹڈ فارم پروین آباد تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

(نوٹ) یہاں کے چند افراد جو ہر دینی، دنیاوی جائز و ناجائز مسائل کے جوابات اپنی ہی مرضی کے مطابق چاہتے ہیں اس سلسلہ میں اور کچھ آپ کی وجہ سے سابقہ الیکشن سے لے کر آج تک میرے درپئے آزار ہیں کہ کسی طرح اسکو یہاں سے نکالا جائے، چونکہ بھٹو نہیں رہا، اس کو ہم بھی یہاں نہیں رہنے دیں گے لیکن بحمدہ تعالیٰ آپ حضرات کی دعاؤں کے صدقے ڈٹا ہوا ہوں اور منیجر صاحب کرنل سجاول خاں آرمی سٹڈ فارم اور فیلڈ سٹاپ کا پورا پورا تعاون حاصل ہے، آپ اپنی رائے دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور مذکورہ چند افراد کا آپ بھی خیال رکھیں، ایک طرف آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ سے مسائل کے جوابات طلب کرتے ہیں، یہ حیران کن چیز ہے۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱ـ بالغہ کنواری اغوا ء شدہ کا نکاح ورثاء اور وکلاء کی عدم موجودگی میں اغواء کنندہ کے ساتھ لڑکی کی رضا سے ہوا تو اگر اغواء کنندہ اس کا ہم کفو ہے اور مہر مثل مقرر کیا اور لڑکی کے ورثاء کی اجازت ہو حالانکہ وہ اپنے گھروں میں ہیں تو جائز اور صحیح ہے کما فی عامۃ المتون اور اگر ہم کفو نہیں تو مختار فی الفتویٰ یہ ہے کہ نکاح ناجائز ہے اور صحیح نہیں، فتاوٰی عالمگیری ج ۲ ص ۱۳ میں ہے و روی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط والمختار فی زماننا للفتویٰ روایۃ الحسن، تنویر الابصار اور اس کی شرح در المختار میں ہے (ویفتی فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوٰی لفساد الزمان)، اور یہی فتاوٰی رضویہ کتاب النکاح ج ۵ حصہ دوم کے صفحہ ۶۹ میں ہے۔

۲ـ نکاح مذکور کی صحت کے وقت عدالتی قانونی حاصل کردہ طلاق میں کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، بعض میں اس طلاق پر نکاح ثانی کر سکتے ہیں اور بعض میں نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ـ جس امام پر زانی ہونے کا شک ہو اور کسی نے اپنی آنکھ سے کوئی جرم بھی نہیں دیکھا، صرف شنید پر شک ہے، ایسی تہمت لگانی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسی تہمت لگانے والے جھوٹے اور فاسق ہیں، ان کو حد قذف کے اسّی اسّی کوڑے لگائے جائیں۔ قرآن کریم پارہ ۱۸ رکوع ۸، آیۃ ۱۳ میں ہے لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکذبون ۔ نیز رکوع ۷، آیت ۴ میں ہے

marfat.com

ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفٰسقون۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے " اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے کہ جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں،، دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے " پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں" اور یونہی تمام کتب شرعیہ معتبرہ میں ہے، تو نماز بلا شک وشبہ جائز ہے۔

۴۔ جب ثابت ہو چکا کہ امام مذکور پر ایسے الزامات غلط ہیں اور الزام لگانیوالے جھوٹے اور فاسق ہیں تو امام کو قسم اٹھانے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر جب تین دفعہ حلفیہ صفائی بھی دے دی تو ذاتی عنادات کی وجہ سے مطمئن نہ ہونا بالکل غلط ہے اور بر ملا یوں کہنا کہ اگر امام سات دفعہ باوضو مسجد میں سر پہ قرآنِ پاک اٹھائے اور اپنے معصوم ہونے کا ثبوت دے تو ہمیں اطمینان نہیں، ایسا کہنا غلط در غلط ہے اور پیپلز پارٹی کو ووٹ کی انکاری وغیرہ کے ذاتی عنادات بالکل حرام ہیں، پیپلز پارٹی والوں کا کام ہی یہی ہے کہ کسی شریف پہ کیچڑ اچھالتی ہے، بالکل لغو اور بیہودہ ہے، اگر وہ لوگ قرآنِ کریم کے مذکورہ بالا احکام کا انکار کریں اور نہ مانیں تو وہ مسلم مومن نہیں، ایمانداروں پہ لازم ہے کہ ایسے بیہودہ لوگوں کی بیہودہ گوئی پر کان نہ دھریں، یہ حکم بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر النعیمی بیدہٖ ۶ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ ۸ اکتوبر ۷۸ء

marfat.com

باب طلاق الحوامل

استفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ بعد یہ عرض ہے کہ آپ کی خدمت میں بندہ غریب عرض کرتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ثلاثہ طلاق دی، تاریخ شعبان کی ۲۱ میں طلاق دی ہے اور میں نے اپنی رضامندی سے طلاق نہیں دی، قبیلہ اور مجلس کی رضا سے طلاق دینی پڑی، طلاق دینے کی تاریخ کے دوسرے دن میری زوجہ کو ہوش عقل قائم ہوا کہ میں بھول گئی میں دوبارہ اسی خاوند کے گھر میں بیٹھنا منظور ہے اور دوسری وجہ یہ ہے جس وقت طلاق میں نے دی مجھے حمل کی خبر نہیں تھی، دوسرے دن بعد خبر ہوئی میری زوجہ کو حمل ہے اور اس وقت تک حمل خارج نہیں ہوا، محرم کے مہینہ میں حمل خارج ہوگا۔ جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، کوئی ایسی صورت ہو جس میں حلالہ نہ ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ طلاق ثلاثہ نہیں اس کو بائن کہتے ہیں، ایک وقت پر تین طلاق طلاق طلاق دین شریعت میں حرام ہے کیونکہ ہر مہینہ ایک طلاق دینی چاہیئے یا کوئی حمل کی وجہ سے بعضے عالم فرماتے ہیں حاملہ عورت کو طلاق نہیں ہوتی، ان صورتوں میں کچھ بحث ہو جس میں حلالہ نہ ہوئے یا صدقہ ہوئے یا روزہ رکھنا ہوئے، آپ حضرت مہربانی فرما کر مضمون کو دیکھ کر جو شریعت کا فیصلہ ہو وہ تحریر کر دیویں تاکہ سند رہے۔ ختم شد

سائل :۔ آپکا تابعدار مسکین حافظ محمد الدین محمد یوسف کا بھائی سکنہ محب علی او ناڑ میں بخار کی وجہ سے تکلیف ہے میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

ماہ ذوالحجہ ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

ایک وقت میں تین طلاقیں دینی، گو بہتر نہیں مگر واقع ضرور ہو جاتی ہیں، ائمۂ اربعہ اور جمہور اہلِ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے اور یہی منصوص ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے الطلاق مرتان اور آگے ارشاد ہوتا ہے فان طلقھا یہ تیسری طلاق ہے، جمع و تفریق اور حمل و عدمِ حمل سب کو شامل ہے کہ مطلق ہے والمطلق یجری علی اطلاقہ قاعدۂ مسلمہ ہے، رحمۃ الامۃ ج ۲، ص ۸۰، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ میں اتفاقی اور اجماعی مسائل کے بیان میں ہے والنظم من المیزان وکذلک جمع الطلاق الثلاث یقع مع النھی عن ذٰلک نھی تحریم عند بعضھم ونھی کراھۃ عند بعضھم اور اگر حاملہ کو طلاق نہیں پڑتی تو قرآنِ کریم میں حاملہ کی عدت کے متعلق واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کیوں آیا، ان بعض کا کہنا صحیح نہیں لہٰذا بغیر حلالے کے کوئی صورت نہیں، قرآنِ کریم کا یہ فتویٰ کسی عالم کہلانیوالے مدعی کے ٹالنے سے ٹل نہیں سکتا اور طلاق ابغض الحلال عند اللہ تعالیٰ ہے اور ناراضگی ہی میں ہوتی ہے، رضا و عدمِ رضا کا اثر نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۵ ذوالحجہ ۶۷ھ

الاستفتاء

کیا دورانِ حمل میں طلاق جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مستفتی: نور احمد طاہر بقلم خود: ساکن لدھیوال ضلع منٹگمری

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ و گنجائشِ ریب یقیناً حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، تمام کتب فقہ میں یہی ہے، چاروں اماموں کا مذہب ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع ہو جاتی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں، اگر جائز نہ ہوتی تو قرآن کریم نے یہ کیوں بتایا کہ حمل والی کی عدت وضع حمل ہے، سورۂ طلاق پارہ اٹھائیسواں میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۶ میں ہے وطلاق الحامل یجوز۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ فقیہ اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر لڑ کر اپنے میکے آگئی، عرصہ تقریباً چار ماہ والد کے گھر رہی، اس عرصہ میں کسی غیر محرم مرد کے ساتھ اس عورت کے ناجائز تعلقات ہوئے، آخر اس مرد کے ساتھ چلی گئی، اس کے والدین اور سسرال گھر ہی تلاش کرتے رہے، تقریباً دو ماہ کے بعد ہاتھ آئی تو اس کے خاوند نے تنگ آکر معاوضہ لے کر طلاق دے دی، جو آدمی عورت کو لے گیا تھا، اس آدمی نے کچھ رقم دے کر طلاق لی، جو طلاق کی رقم بھر کر

marfat.com

لی جائے، اس کی عدت کتنی اور کب نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔

السائل: آپ کا تابعدار محمد باقر نوشاہی القادری

چک ۲۳۹ ای بی تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ جوان عورت یعنی جس کو حیض آتا ہو، اس کی عدت قرآنِ کریم کے حکم سے حیض ہے اور جس کو حمل ہو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے و المطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔ (البقرہ دوسرا پارہ آیت ۲۲۸ اور سورۃ الطلاق پ۲۸ آیت ۴ میں واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ہے اور فتاوٰی عالمگیری میں بھی یونہی ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کسی خریدار سے پیسے لیکر طلاق دے یا یونہی دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی ومہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۲ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ ۸۰-۸-۱۵

الاستفتاء

بخدمت فیضدرجت ابر کرامت بحرِ سعادت جناب حضرت مولانا صاحب دام ظلکم

السلام علیکم، مزاج مبارک! خلاصہ درج ذیل مسئلہ کی تحقیق بموجب شرع شریف بحوالہ

marfat.com

کتب سنن و قرآن شریف فرما کر مشکور فرمائیں ، بینوا توجروا۔

زید اپنی منکوحہ بیوی کو بوجہ عدم موافقت طلاق دینا چاہتا ہے مگر بیوی حاملہ ہے حمل ظہور ہو چکا ہے، کیا بموجب شرع شریف اس صورت میں مرد طلاق دے سکتا ہے؟ نیز طلاق مؤثر بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ طلاق نہ دینے کی صورت میں مزید حالات ہونے کا اندیشہ ہے۔ زیادہ دعا آداب نیاز مند :۔ درویش احمد وٹو ولد جہانگیر خاں وٹو ہیو شحو کا

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً حاملہ کو بھی طلاق دی جا سکتی ہے، قرآنِ کریم اٹھائیسویں پارہ سورۃ الطلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور سننِ بیہقی ج ۷، ص ۴۲۱ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز رکھا اور فرمایا بلغ الکتاب اجلہ نیز اسی سنن ج ۷، ص ۳۲۵ میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس نے فرمایا فاما الحلال فان یطلقھا طاھرا من غیر جماع او یطلقھا حاملا مستبینا حملھا اور سننِ دار قطنی ص ۴۲۷ میں حضرتِ عبداللہ بن مسعود سے ہے الطلاق للسنۃ ان یطلقھا طاھرا من غیر جماع او عند حبل قد تبین، بہر حال حاملہ کی طلاق جائز ہے جو بالاجماع واقع ہو جاتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وعلیٰ آلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

۶ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ ۲۵/۱۱/۷۱ الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ

باب العدّۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ خاوند نے مراہقہ کو بعد مجامعت کے طلاق دی، آیا اس صورت میں عدت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب عدت واقع ہوگی اور وہ تین ماہ ہے کما فی القرآن الکریم اور اگر ان تین ماہ پورے ہونے سے پہلے حیض آگیا تو تین حیض پورے کرنے ضروری ہیں کہ ذوات الحیض کی عدت تین حیض ہے کما القرآن الکریم واسنا الفقہ المطہر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

سائل زبانی مظہر کہ غیر بالغہ کا نکاح کیا گیا اور بلوغ سے پہلے ہی دخول و خلوت سے قبل طلاق دی گئی تو آیا اس مطلقہ کا نکاح بلاعدت ہوسکتا ہے؟

سائل: امیر امیرائی از بھونڈی ریاست بہاولپور
یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال درست ہے تو بلا شک وشبہ وریب بلا عدت نکاح جائز ہے کہ ایسی مطلقہ پر عدت نہیں ہے، قرآنِ کریم کے بائیسویں پارے کے تیسرے رکوع میں ہے ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

ایک مطلقہ کم از چالیس برس عمر والی کا حیض دس سال سے بند ہے، اب اس کی عدت کیا حیضوں سے ہے یا ماہوں سے؟

(حضرت مولانا) جلال الدین صاحب، جیون شاہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

مذہب حنفی میں مفتیٰ بہ یہ ہے کہ اس کی عدت حیضوں سے ہی ہے حتیٰ کہ سنِ ایاس کو پہنچے، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے لو رأت ثلثۃ دم ثم انقطع فعدتھا بالحیض وان طال الی ان ایست کذا فی العتابیۃ اور سنِ ایاس پچپن ہے، ہندیہ ج ۱ ص ۱۹ میں ہے الایاس مقدر بخمس وخمسین سنۃ وھو المختار کذا فی

الخلاصۃ الخ البتہ شرح الوہبانیہ سے در المختار شامی ج ۲ ص ۸۲۸ اور بحر الرائق ج ۴ ص ۱۳۱ میں شرح المنظومہ سے ہے و النظم من البحر لانہ ابسط ان عدۃ الممتد طہرہا تنقضی بتسعۃ اشہر کما فی الذخیرۃ معزیا الی حیض منہاج الشریعۃ و نقل مثلہ عن ابن عمر قال و ہذہ المسئلۃ یجب حفظہا لانہا کثیرۃ الوقوع و ذکر الزاہدی و قد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ہٰذہ المسئلۃ للضرورۃ خصوصا الامام والدی۔ شامی ج ۲ ص ۸۲۸ ، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۳۰ ، ۱۳۱ میں ہے والنظم من البحر ومن الغریب ما فی البزازیۃ قال العلامۃ والفتوی فی زماننا علی قول مالک فی عدۃ الآیسۃ مگر بحر الرائق اور در المختار میں ہے مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ نعم لو قضی مالکی بہ نفذ، پھر شامی نے فرمایا قلت لکن ہٰذا ظاہر اذا امکن قضاء مالکی بہ او تحکیمہ اما فی بلاد لا یوجد فیہا مالکی یحکم بہ فالضرورۃ متحققۃ وکان ہٰذا وجہ ما مر عن البزازیۃ والفصولین فلا یرد قولہ فی النہر انہ لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد انہ خطأ یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم بہ آہ تامل ولہٰذا قال الزاہدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ہٰذہ المسئلۃ للضرورۃ آہ ثم رأیت ما بحثتہ بعینہ ذکرہ محشی مسکین عن السید الحموی وسیأتی نظیر ہٰذہ المسئلۃ فی زوجۃ المفقود حیث قیل انہ یفتی بقول مالک انہا تعتد عدۃ الوفاۃ بعد مضی اربع سنین۔

بہر حال مذہب وہی ہے اور ضرورتِ شدیدہ کے وقت یہ بھی فرمایا گیا ہے

جاوید مذکور ہوا، یہ فتویٰ نہیں دیا جارہا مگر ضرورتِ شدیدہ کے وقت اس پر کوئی عمل کرے تو امید کہ گنہگار نہ ہوگا کہ فتاویٰ خیریہ ج ا ص ۶۱ میں ہے لاشك انہ اذا قضی مالکی المذھب فی ممتدۃ الطھر با نقضاء العدۃ بتسعۃ اشھر ینفذ ولا یجوز نقضہ لانہ لم یخالف الکتٰب ولا السنۃ المشھورۃ ولا الاجماع۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ واصحبہ و بارك وسلم۔

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ ہندہ بالغہ غیر حاملہ کو اس کے زوج نے تین طلاقیں دیں، اب وہ کتنی مدت کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

سائل: شیخ محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بعد از وقوعِ طلاق اول تین حیض پورے ہو جائیں تو نکاح کر سکتی ہے اگرچہ صرف ساٹھ دن ہی پورے ہو جائیں، تین ماہ وغیرہ دوسری عدتیں اور صورتوں میں ہے، قرآنِ کریم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے وھی حرۃ ممن تحیض فعدتھا ثلثۃ اقراء، نیز ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے ولا تصدق فی اقل من ستین یوما۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نصرہ ربہ القوی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک جوان عورت کا جوان مرد کے ساتھ نکاح ہوا اور ہم بستری یا خلوتِ صحیحہ کے بعد چھوڑ کر چلی آئی اور دوسرے مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات بنا کر رہنا شروع کر دیا تو اس نے روپیہ دے کر طلاق حاصل کی اور اس کے گھر آباد ہو گئی اور اس عورت کو حمل بھی نہیں، کیا اس عورت پر عدت ہے ؟

المستفتی : مولوی محمد یار صاحب امام مسجد چک ۱۵۷/۹۔ ڈبلیو تحصیل وہاڑی ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہر مدخول بہا مطلقہ پر عدت لازم ہے اور غیر حاملہ جسے حیض آتا ہے اس کی عدت بعد از طلاق تین حیض پورے کرنے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء اور یہی حکم تمام کتب مستندہ معتبرہ مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں ہے، یہ مسئلہ چمکتے آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے اور قرآنِ کریم کے صاف صاف حکم مذکور لکھنے کے بعد کسی اور حوالہ کی کیا ضرورت ؟ تمہارے کہنے پر صرف ایک حوالہ لکھا جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے، اذا طلق الرجل امرأتہ طلاقا بائنا او رجعیا او ثلاثا او وقعت الفرقۃ بغیر طلاق وھی حرۃ ممن تحیض فعدتھا ثلاثۃ اقراء

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

لہٰذا قبل از انقضاءِ عدت نکاح کرنا حرام ہے اور ایسا نکاح شرعاً نکاح نہیں عورت

marfat.com

بدستورِ سابق اس مرد پر حرام ہی ہے، باقی جو بلاوجہ شرعی مسئلہ بتانے پر ناراض ہو وہ سخت گنہگار ہے۔ حضرتِ ربّ العالمین جل وعلا اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ حنیفاں دختر خلا کو مؤرخہ $\frac{1}{58}$ ۲۵ کو تین طلاقیں دی گئیں حالانکہ اس کو حمل نہیں اور نہ ہی اس کا بچہ پیدا ہوا ہے اور بعد از طلاق تین حیض پورے ہو چکے ہیں تو کیا اس کا نکاح کسی اور خاوند سے شرعاً جائز ہے؟ اور عدت گذر گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: مسمی رانجھا ساکن جھوک خوشال $\frac{42}{5}$ تحصیل دیپالپور $\frac{1}{59}$۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جوان عورت جسے حمل نہ ہو اس کی عدت تین حیض ہیں؛ قرآنِ کریم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء، فتاویٰ عالمگیر میں ہے فعدتہا ثلاثۃ اقراء اور تین حیض ساٹھ دنوں میں پورے ہو سکتے ہیں، فتاویٰ عالمگیر میں ہے قال ابو حنیفۃ لا تصدق فی اقل من ستین یوما اذا کانت حرۃ ممن تحیض، مسماۃ حنیفاں کی طلاق کو آج ۵ جنوری ۱۹۵۹ء بہتر دن ہو چکے ہیں تو تین حیض پورے ہونے کا دعویٰ معتبر اور عدت گزر چکی ہے لہذا کسی اور مسلمان سے نکاح جائز ہے۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ رحمت بی بی کو مؤرخہ ۲۰ ۴/۹۱ کو اس کے خاوند غلام حسین نے تین طلاقیں دے کر فارغ کر دیا اور طلاق کے بعد اسے تین حیض مکمل آچکے ہیں تو کیا اس کا نکاح کسی اور شخص سے حسبِ دستورِ شرع شریف جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: چراغ محمد از کانی پور تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو نکاح جائز ہے کہ عدت تین حیضوں سے پوری ہو جاتی ہے، قرآنِ کریم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء اور آج حسبِ بیانِ سائل طلاق کو اٹھتر دن ہو چکے ہیں، اٹھتر دن میں تین حیض بخوبی آسکتے ہیں لہٰذا نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

marfat.com

الاستفتاء

از بوطیوال ۲۰-۴-۶۳

بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم: مزاج شریف!

معروض آنکہ پیشتر بھی حامل رقعہ بھیجا گیا تھا مگر نہ معلوم ہمیں کوئی یقین والی بات نہیں ملی، حامل رقعہ نے عرصہ تین سال سے محمد دین ولد کریم قوم موچی کو اپنی لڑکی کی شادی کردی تھی جو آجتک آباد نہیں ہوئی، وجہ یہ ہے کہ محمد دین اپنے برادروں کے ساتھ رہ کر خوش تھا اور وہ لڑکی کو تنگ کرتے تھے، اس لیئے دونوں گھر آپس میں خوش نہ تھے، آخر دونوں گھر آپس میں طلاق دینے اور لینے پر رضا مند ہوگئے جس میں خاوند مذکور نے یونین کونسل ۱۹۶ چیرمین میاں محمد یار صاحب کو درخواست دے دی کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

دونوں فریقوں سے روبرو پنچایت دریافت کیا گیا تو دونوں نے بخوشی کہا، محمد دین نے کہا میں طلاق دینا چاہتا ہوں اور مسماۃ شریفاں نے کہا کہ میں طلاق لیتی ہوں جس میں دو تاریخیں میاں محمد یار صاحب نے دیں، پھر مزید تسلی کے لئے پوچھا گیا لیکن محمد دین اور شریفاں دونوں فریقوں نے یہی ظاہر کیا کہ ہم طلاق دینے اور لینے کو تیار ہیں جس میں دو تاریخیں بھی کونسل نے دی ہیں اور دو دفعہ طلاق بھی ہو چکی ہے، لڑکی کے والد نے بعوض اپنی لڑکی، محمد دین سے مبلغ -/۶۰۰ روپیہ لیا ہوا تھا وہ بھی پنچایت نے محمد دین کو واپس دلوا دیا ہے، اب کسی وجہ سے تیسری طلاق سے انکاری ہے۔

حالات پیش خدمت ہیں، شریعت کے مطابق سوچ کر جو فیصلہ ہو وہ تحریر کردیں ان وجوہات کے تحت طلاق بائن ہے یا کہ رجعی؟ فقط والسلام

الراقم: میاں شیخ محمد نمبردار، موضع بوطیوال (دستخط)

نوٹ: سائل حامل رقعہ زبانی مظہر کہ لڑکی مطلقہ کی عدت تین حیض پہلی طلاق

marfat.com

کے بعد پورے ہو چکے ہیں اور اس مدت میں طلاق دہندہ محمد دین نے رجوع بھی نہیں کیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ لڑکی بعد از نکاح حسب دستور خاوند کے گھر گئی۔

السائل : غلام قادر قوم موچی سکنہ بوہلیوال ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا ۲۱.۵.۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی یہی ہے کہ مسمی محمد دین نے اپنی بیوی کو باقاعدہ دو دفعہ طلاق دے دی ہے اور پھر رجوع بھی نہیں کیا اور لڑکی مطلقہ کی عدت بعد از طلاق تین حیض سے پوری ہو چکی ہے تو اس لڑکی پر محمد دین کا اب کوئی حق نہ رہا، شرعاً طلاق ہونے کے لئے یہ شرط ہرگز نہیں کہ تین طلاقیں پوری دے تو طلاق بنے ورنہ نہ بنے بلکہ صرف ایک مرتبہ طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ یہی احسن الطلاق ہے، فتاویٰ عالمگیر ج۱ص ۵۴۸ میں ہے فالاحسن ان یطلق امرأتہ واحدۃ رجعیۃ فی طھر لم یجامعھا فیہ ثم یترکھا حتی تنقضی عدتھا الخ اور محمد دین جب دو طلاقیں دے چکا ہے تو پھر کیا شبہ رہ گیا؟ اور یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں، قرآنِ کریم میں ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد رجوع کا حق رہتا ہے، دو مرتبہ ہے، دوسرے پارے میں ہے الطلاق مرتان، ہاں طلاقِ رجعی میں طلاق دہندہ کو رجوع کا اختیار عدت کے اندر اندر ہوتا ہے اور نہ کرے تو عدت گزرنے پر یہ حق فوت ہو جاتا ہے اور عورت بالکل آزاد ہو جاتی ہے، قرآنِ کریم میں سابقہ کلمات پر مرتب فرمایا فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔

رہا وہ مبلغ -/۶۰۰ روپیہ جو لڑکی کے والد نے اپنی لڑکی کے عوض محمد دین سے لیا ہوا تھا تو شرعاً وہ روپیہ رشوت تھا جس کا واپس کرنا لڑکی کے والدین پر ضروری تھا،

marfat.com

طلاق دینا یا نہ دینا۔ لہٰذا اس کا واپس ولانا طلاق پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور طلاق کا عوض نہیں بن سکتا، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۳ میں ہے والنظم من التنویر والدر اخذ اهل المرأة شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة۔ شامی میں فتاوی بزازیہ سے ہے وکذا لو ابی ان یزوجها فللزوج الاسترداد قائما او هالکا لانه رشوة۔

الحاصل صحتِ سوال کی صورت میں مسمی محمد دین کا اس لڑکی پر حقِ زوجیت ختم ہو چکا ہے اور لڑکی کو حق پہنچتا ہے کہ حسبِ دستورِ شرعِ مطہر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ حاملہ مطلقہ کا چھ ماہ کا حمل ضائع ہو گیا ہے تو اس عورت کی عدت پوری ہو گئی ہے اور وہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: ولی محمد قوم بھوڑ، سکنہ چک بنواز خان ۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ میں بلاشبہ نکاح کرنا جائز ہے، قرآنِ کریم میں ہے واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۲؍رجب المرجب ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق سہ دیں، عدت گزرنے سے پہلے عورت کو زانی کا حمل ہوا، کیا یہ عورت عدت دنوں کی گزارے یا وضعِ حمل کی گزارے، کتنی عدت کے بعد نکاح کرے؟ بینوا توجروا۔

العبد نمبر ۹۴ ضلع شیخوپورہ

ولی محمد وگجھا ذات موچی نشان انگوٹھا ولی محمد

نشان انگوٹھا گجھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

چونکہ وہ عورت حاملہ ہوگئی لہٰذا عدت وضعِ حمل سے پوری ہو جائے گی، قرآنِ کریم میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ بدائع صنائع ج ۳ ص ۲۰۱، عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵، شامی ج ۲ ص ۸۳۱، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۴۲ میں ہے والنظم من البحر، وان حبلت معتدۃ عن ثلاث فعدتہا بالوضع اور دنوں سے جوان عورت کی عدت نہیں ہوتی، حمل نہ ہو تو عدتِ طلاق تین حیضوں سے پوری ہوگئی کما نص علیہ فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ ۱۶؍ذی القعدۃ المبارکہ ۷۳ھ

marfat.com

الاستفتاء

سائل مظہر کہ غیر بالغہ کا نکاح کیا گیا اور اب بالغہ ہونے کے بعد شوہر نے طلاق دے دی اور اس دوران میں دخول یا خلوت نہیں ہوئی تو آیا اس مطلقہ کا نکاح بلا عدت ابھی ہو سکتا ہے؟

سائل: غلام محمد بقلم خود از حویلی لکھا ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال درست ہے تو بلا شک و شبہ ابھی نکاح جائز ہے کہ ایسی مطلقہ پر عدت نہیں، قرآن کریم کے بائیسویں پارے کے تیسرے رکوع میں ہے ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مطلقہ جس کے ساتھ خاوند نے ہمبستری نہیں کی اور نہ ہی کسی مکان میں اکیلے ہوئے، آیا اس کو عدت پڑتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں کما فی القرآن الکریم وسائر الکتب

marfat.com

الفقهية۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا اور تاریخ رخصتی مقرر کر دی۔ دریں اثناء زید کے چند رشتہ داروں نے بکر کو مجبور کیا کہ وہ اپنی لڑکی کو رخصت نہ کرے اور اپنی لڑکی کی طلاق حاصل کرے لیکن زید کے داماد نے طلاق دینے سے انکار کر دیا، انکارِ طلاق کے بعد زید نے اپنی لڑکی اپنے بھتیجے کے گھر ناجائز طور پر بٹھا دی، کچھ مدت گزر جانے کے بعد عورت مذکورہ کو طلاق ہو گیا، طلاق کے وقت عورت مذکورہ زید کے بھتیجا سے حاملہ ہے، اندریں صورت جبکہ عورت مذکورہ بکر سے غیر مدخول ہے، اس کی عدت کیا ہے؟ اور بلا انقضائے عدت زانی جس سے وہ حاملہ ہے، نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا ما جورین من رب العٰلمین۔

المستفتی: لال خاں ولد خیسا نمبردار، بوریوالہ ضلع ملتان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً وہ حمل بکر کا ہی ہے، حدیث پاک میں ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر اور آیت پاک واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اپنے اطلاق سے تمام حمل والی عورتوں کو شامل ہے اگرچہ حمل زنا کا ہی ہو، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۳۵، فتاوی عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے

marfat.com

والنظر من البحر وفی البدائع وقد تنقضی العدۃ بوضع الحمل من الزنا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

ذیل کے مسئلہ کا استفتاء فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخہ میں درج نہیں ہے۔

مسئلہ

میاں بیوی نکاح کے بعد ایک دوسرے کے نزدیک نہ ہوں اور ہمبستری نہ کریں یا اکیلے مکان میں نہ ہوں اور طلاق ہو جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں، پس فوراً نکاح ہو سکتا ہے، دیکھو قرآن کریم پ ۲۲ ع ۲ آیت ۴۹۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

نقل طلاقنامہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وعظام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق ان لفظوں میں دی، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو شرعی و قانونی طور پر طلاق دیتا ہوں اور اس کو اپنی زوجیت سے آزاد کرتا ہوں اب میرا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں، اب یہ شخص دوبارہ اپنی اسی بیوی مطلقہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے، یہ کون سی طلاق واقع ہو گی؟ کیا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ فتویٰ درکار ہے۔

السائل: منور علی خاں از بورے والہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایک طلاق بائن واقع ہو چکی اور چاہیں تو نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بقلمہٖ از دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۱۰ صفر الخیر ۱۳۸۶ھ ۵/۶۷ ۲

الاستفتاء

محافظ شریعت محمدیہ طریقت منبع معرفت جناب حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالیہ

مؤدبانہ گذارش ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو دو طلاق ان کے گھر یعنی سُسر بذریعہ منی آرڈر بھیج دیئے اور ان کو مل گئے، اب وہ برادری اور دوست وغیرہ کے سمجھانے سے سمجھ گیا ہے کہ میرا نکاح کر دو، آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جو شریعت کا اصول ہو، تحریر کریں۔

دعا گو: محمد امین دارے کا ڈٹو، سکنہ اعلیٰ صوبہ سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صرف دو طلاقیں ہی لکھی ہیں اور عورت پہلے خاوند کے گھر آباد رہی ہے، جیسے سائل نے زبانی بیان کیا ہے تو خاوند عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، نئے نکاح کی کوئی ضرورت نہیں اور عدت پوری ہو گئی ہے تو نیا نکاح ہو سکتا ہے مگر ہر دو نوں

marfat.com

صورتوں میں اگر تیسری طلاق خواہ کب ہی دے، عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائیگی اور پھر باقاعدہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں ہو سکے گا، جوان عورت کی عدت حمل ہو تو بچہ ہونے پر پوری ہوتی ہے ورنہ تین حیض پورے آنے سے عدت ختم ہوتی ہے جیسے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی سے واضح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

مہتمم دارالعلوم ہذا الفقیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی غفرلہ از بصیر پور
۱۳ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ
۱۹۶۹ء

الاستفتاء

مسمی محبت علی ولد محمد نواز سکنہ منّو والہ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال نے باہوش وحواس خمسہ اپنی بیوی مسماۃ سکینہ بی بی دختر مانگو سکنہ جسّو کے گوردتہ تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال کو عرصہ قریباً پونے تین سال قبل روبرو گواہان حاشیہ حق مہر ادا کرنے کے بعد ایک طلاق دے دی ہے، اس عرصہ سے آج تک علیحدہ علیحدہ رہ رہے ہیں، آیا دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں؟

سائل : مانگو ولد سوداگر کمبوہ ساکن جسّو کے گوردتہ ۷.۴.۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایک طلاق کے بعد جب عدت گزر جائے تو نکاح بلاشک وشبہ جائز ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف پارہ ۲ رکوع ۱۳، اور یونہی طلاق بائن ہو تو عدت کے اندر بھی جائز ہے اور طلاقِ رجعی میں تو نکاح کی

marfat.com

ضرورت ہی نہیں ویسے ہی رجوع ہو سکتا ہے، الحاصل اگر صورت سوال صحیح ہے تو بلاشبہ نکاح جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از بصیر پور ۶ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ۲۴/۷۶ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ یہ کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو عرصہ دو سال سے بائن طلاق بذریعہ رجسٹری بھجوادی لیکن اب اس عورت نے عدالت فیملی کورٹ میں دعویٰ نان و نفقہ کیا ہوا ہے اور طلاق ہذا کو بے معنی و بے بنیاد ظاہر کر کے نان و نفقہ وصول کرنا چاہتی ہے لہذا بروئے شرع محمدی اس عورت کے لئے کیا جزا و سزا ہے۔

۲۔ یہ کہ اس عورت کی گواہی دینے والے گویا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا کیا ہے؟

۳۔ ایسی بے دین عورت سے دیگر مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیسے برتنا چاہیے؟ لہذا اس کا جواب مدلل دے کر ممنون فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

سائل: غلام قادر ولد میاں رکن دین سکنہ بھٹہ ۱/ عار فوالہ ضلع ساہیوال ۲۶.۸.۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو اس عورت پر طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور نکاح سے نکل چکی ہے اور عدت بھی غالباً پوری ہو چکی ہوگی تو اب اس کا دعویٰ یا مطالبہ نان و

marfat.com

نفقہ بے معنٰی اور بے بنیاد ہے، اس عورت کو گناہ سے توبہ کرنی چاہیئے اور عدت پوری ہونے پر حسبِ دستورِ شرع نکاح کرلینا چاہیئے اور یونہی جھوٹی گواہی دینے والے بھی توبہ کریں اور ایسی بے دین عورت سے دور رہنا چاہیئے اور اسے ہدایت کرنا چاہیئے، قرآنِ پاک مرد کو الذی بیدہ عقدۃ النکاح فرماتا ہے لہٰذا مرد طلاق دے سکتا ہے اور یونہی حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق لہٰذا وہ طلاق جائز ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ
فی عاشر رمضان المبارک سنۃ ثلاث وسبعۃ وتسعین ۲۶ ۸/۲۳

ذبْح

اور

حلال و حرام جانور

marfat.com

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ
الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ
وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

ـــــ البقرة

marfat.com

تعارف

ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی، اور ذبیحہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کی شرعی طریقے کے مطابق رگیں کاٹ دی گئی ہوں —— کتاب الذبائح فقہی کتب کی ترتیب کے مطابق دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی استفتاءات میں ذبح کے متعلق مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں جبکہ اس کے بعد کے فتووں میں حلال و حرام جانوروں کا ذکر ہے۔

مچھلی اور ٹڈی کے سوا باقی تمام جانور ذبح کیے بغیر حلال نہیں۔ اُونٹ کو نحر کرنا مستحب ہے جبکہ دوسرے جانور ذبح کیے جائیں۔

حلق کے آخری حصے میں نیزہ وغیرہ چبھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔

ذبح میں ان چار رگوں کو کاٹا جاتا ہے۔

حلقوم : یہ وہ رگ ہے جس میں سے سانس آتی ہے

مری : جس سے خوراک نیچے اُترتی ہے

ودجین : حلقوم اور مری کے دونوں طرف ایک ایک رگ ہے جنہیں شہ رگ بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں رگوں میں خون گردش کرتا ہے

ان چار رگوں میں سے تین کا کٹ جانا ضروری ہے اس سے کم رگیں کٹیں تو جانور حلال نہ ہو گا۔

ذبح سے جانور حلال ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہے:

(ا) ذبح کرنے والا سمجھدار ہو، مجنون اور بے سمجھ بچے کا ذبیحہ درست نہیں

(ب) ذبح کرنے والا مسلمان ہو

marfat.com

(ج) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے

(د) جس جانور کو ذبح کیا جائے وہ وقتِ ذبح زندہ ہو، یعنی چھری پھرنے کے بعد خون نکلے یا جانور میں حرکت پیدا ہو۔

حلال و حرام جانوروں کی پہچان کے بارے میں کوئی قاعدہ کلیہ تو نہیں تاہم ایک استقرائی قاعدہ ذہن نشین کر لینے سے کافی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے:

جانور دو قسم کے ہیں: ۱۔ دریائی ۲۔ خشکی

مچھلی کے بغیر تمام دریائی جانور مکروہ و حرام ہیں۔ نیز وہ مچھلی جو خود بخود پانی کی سطح پر اُلٹ گئی ہو ناجائز ہے۔

خشکی والے جانور بھی دو قسم کے ہیں پرندے اور درندے ——— پرندے پھر دو قسم ہیں: خون والے، بلا خون ——— ایسے پرندے جن میں خون بالکل نہ ہو یا دمِ مسفوح (بہنے والا خون) نہ ہو ما سوائے ٹڈی کے سب حرام و مکروہ ہیں جیسے مچھر، مکھی، بھڑ وغیرہ۔

ایسے پرندے جن میں دم سائل ہو اور پنجے سے شکار کرنے والے یا موذی و حرام خور ہوں جیسے باز، چیل، کوا وغیرہ سب کے سب حرام ہیں، باقی حلال۔

واضح رہے کہ طوطا اگرچہ پنجے سے پکڑ کر کھاتا ہے مگر شکار نہیں کرتا لہذا اس حکمِ حرمت سے خارج ہے۔

درندے یعنی زمینی جانور دو قسم کے ہیں: خون والے، بے خون۔

وہ تمام جانور جن میں دمِ مسفوح نہیں، حرام ہیں جیسے حشرات الارض، بچھو، سانپ، کیڑے، مکوڑے وغیرہ۔

ایسے تمام جانور جن میں بہنے والا خون ہو ان میں سے درندے یعنی کیلے سے شکار کرنے والے جانور مثلاً شیر، چیتا، کتا وغیرہ حرام ہیں، ان کے علاوہ سب حلال ہیں۔ دانت اگرچہ کیلے والا جانور ہے مگر وہ شکار نہیں کرتا، لہذا اس حکمِ حرمت میں

marfat.com

داخل نہیں)

بھیمۃ الانعام یعنی بے زبان مویشی جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی سب حلال ہیں مثلاً اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

پرندوں کے بارے میں ایک استقرائی اکثری قاعدہ یہ بھی ہے کہ جن کی چونچ مڑی ہوتی ہے، طوطے کے سوا سب حرام ہیں جیسے باز وغیرہ۔ اور جن کی چونچ سیدھی ہے وہ کوے کے بغیر سب کے سب حلال ہیں جیسے کبوتر، فاختہ، گیری، لالی، تیلر وغیرہ۔

مجموعی طور پر کتاب الذبائح میں تقریباً بیس استفادات شامل ہیں۔

(مرتب)

marfat.com

کتاب الذبائح

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس صورت میں کہ ایک عورت نے رات کے وقت بیمار لیلے کو ذبح کیا اور وہ عورت قسمیہ کہتی ہے کہ اس وقت وہ لیلا زندہ تھا، ہاتھ اور پاؤں مارتا تھا اور تین مرتبہ تکبیر پڑھ کر ذبح کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُسنے مرے ہوئے کو ذبح کیا مگر گواہ نہیں یہ صرف زبانی کہنا ہے، ہمیں اس عورت کی قسم کی بنا پر تسلی ہے کہ اس نے زندہ ہی کو ذبح کیا اور عورت کا ذبح کیا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتیان والسائلان از منچریاں

دستخط   انگوٹھا نذر محمد قصاب   جمال دین قصاب   غلام حسین قصاب

پیر طالب علی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور درست یہی ہے جو سائلانِ مندرجہ بالا نے بیان کی تو خواہ مخواہ بلا علم یہ تہمت لگانی کہ مرے ہوئے کو ذبح کیا، محض غلط ہے، قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں سخت ممانعت آئی ہے، باقی رہا یہ مسئلہ کہ عورت کا ذبح جائز ہے یا نہیں تو حدیث شریف میں یہ مسئلہ صاف موجود ہے کہ جائز ہے، مشکوٰۃ ص ۳۵۷ میں ہے عن کعب بن مالک انه کان له غنم ترعی بسلع فابصرت جاریة لنا بشاة من غنمها موتا فکسرت حجرا فذبحتها به فسال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فامرہ باکلها رواہ البخاری، اور ایسے ہی مذہب مبارک حنفیہ میں مصرح کما فی

marfat.com

الشامی والھدایۃ وغیرھا من الاسفار، البتہ ذبح کے لئے سمجھدار ہونا ضروری جیسے کتب فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے اور آئندہ کے لئے سخت احتیاط کی تاکید کی ہے اور نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کا عہد لیا اور گذشتہ سے توبہ کروائی اور ایسے ہی عورت سے بھی توبہ کروائی جائے اور عہد لیا جائے کہ سائلان نے زبانی ان کی خامی ذکر کی ہے۔ــــــ یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ صدقہ وخیرات بھی کر دے کہ بعض حقوق کی ادائیگی ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

النور غفرلہٗ

الاستفتاء

مکرم محترم قبلہ مولوی نور اللہ صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

خاکسار کو ایک فتویٰ کی ضرورت ہے، واپسی فتویٰ لکھ کر بھیجیں مشکور ہونگا واقعہ یہ ہے:۔

(۱) ایک خاتون نے ایک بیلی جو کہ قضائے الٰہی سے رات کو مر چکی تھی (گویا حرام ہوگئی تھی) اس خاتون نے اس کی گردن کاٹ کر باہر پھینک دی، اب ایک اور آدمی گزرا اور اس آدمی نے اس عورت سے وہ لاش مبلغ تین روپے میں خریدنے کا مطالبہ کیا (اس وقت وہ عورت مردہ بیلی کی کھال اتار رہی تھی) آخر قصہ مختصر اس آدمی نے اس عورت سے تین روپے میں وہ مردہ لاش یعنی حرام گوشت مول لے لیا۔ یہ آدمی راستے میں حرام گوشت لئے جا رہا تھا، راستے میں ایک اور آدمی ملا جس نے کہ دریافت کیا کہ میاں یہ آپ کتنے کی خرید کر لئے جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا تین روپے میں تو پھر اس آدمی نے پوچھا کہ آیا یہ حلال ہے یا حرام، اس نے کہا کہ میں فلاں عورت سے خرید کر لایا ہوں، اس عورت نے مجھے حلال کہہ کر بیچی ہے، اس آدمی نے اگلے

marfat.com

گاؤں، بکر گوشت فروخت کر دیا جو کئی اشخاص نے مول لے کر کھا لیا جو آدمی راستے میں ملا تھا اس نے شام کے وقت فروخت کرنے والی عورت سے پوچھا کہ تم نے یہ گوشت تین روپے میں بمع کھال کیوں سستا بیچا (حلال) اب عورت نے جواب دیا کہ بھائی وہ حرام تھا، اس بات کا ۵/۶ دن بعد خریدنے والے نے واویلا کیا کہ جو آدمی مجھے خرید کر کے جاتے وقت راستے میں ملا جس نے مجھے پوچھا کہ کتنے کی خریدی ہے؟ میں نے کہا کہ تین روپے میں، اس نے کہا کہ حرام ہے یا حلال؟ تو میں نے کہا کہ حلال ہے، میں نے تو حلال سمجھ کر خریدی تھی اس لئے اس کا گوشت فروخت کر دیا، اس خریداری کے وقت سوائے خریدنے والے اور بیچنے والی عورت کے کوئی اور گواہ موجود نہ تھا جس سے واقعات کا پتہ چلے۔

اب عورت بیان کرتی ہے کہ اس نے حرام کہہ کر ۳/۰۰ روپے میں دیدی، مرد خریدنے والا کہتا ہے کہ اس عورت نے مجھے حلال کہہ کر فروخت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے سر پر کیڑے پڑ گئے تھے، جب مرنے لگی تو اسے ذبح کیا گیا ہے، خریدار نے جب دھڑ کے ساتھ سری کا مطالبہ کیا کہ اس کا سر بھی دے دو، خاتون نے کہا کہ اس پر کیڑے تھے اس لئے پھینک دیا ہے (وہ کھانے کے قابل نہ تھا) خاتون کے خاوند سے خریدار نے دریافت کیا کہ تمہاری عورت نے مجھے حرام لیلی دے دی ہے، خاوند نے جواب دیا کہ میں گھر موجود نہ تھا، مجھے صحیح علم نہیں، اگر حرام ہوتی تو وہ خود کھال کیوں اتارتی؟ ایسے حالات میں خریداری کے وقت کا کوئی گواہ موجود نہیں، اب عورت بیان کرتی ہے کہ اس نے حرام کہہ کر بیچی ہے، خریدار کہتا ہے کہ اس عورت نے حلال کہہ کر مجھے فروخت کی ہے۔

آپ فتویٰ تحریر کریں کہ ایسے حالات میں عورت گنہگار ہے یا مرد؟ اور وہ کیسی سزا کا مستحق ہے؟ ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے؟ اب جن لوگوں نے گوشت مول لے کر کھایا، ان بیچاروں کو تو کوئی علم نہ تھا کہ گوشت حرام تھا اس لئے وہ کھا گئے، اب ان گوشت کھانے والوں کے متعلق بھی تحریر کریں۔

marfat.com

آپ مفصل فتوے لکھ بھیجیں کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یہ تمام باتیں مجمع عام میں میرے ڈیرہ میں ہوئیں جو کہ اوپر بیان کی گئی ہیں۔

از طرف: سردار محمد صدیق چیئرمین شاہ یکہ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری ۸۹۱ ۶۶۶

۷۸۶
۹۲

محترم المقام جناب سردار محمد صدیق صاحب چیئرمین شاہ یکہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج گرامی!

مسجد کے متعلق فتوے لکھ دیئے مگر دوسرا معاملہ ذرا پیچیدہ ہے لہٰذا ذیل کے استفسارات کا جواب دیں تو کچھ لکھا جا سکتا ہے:-

۱۔ اس لیلی کی عمر کیا تھی؟

۲۔ موٹی تھی یا دبلی؟

۳۔ اس قسم کے گوشت کا وہاں کیا نرخ ہے؟

۴۔ خریدنے والے آدمی نے فروخت کنندہ خاتون کے سامنے ہی کھال اتار کر گوشت بنایا یا گھر لیجا کر؟

۵۔ ایسی کھال کی قیمت وہاں کیا ہے؟

۶۔ تیسرے آدمی نے اتری ہوئی کھال اور بنا ہوا گوشت دیکھا اور نہ سوال کیا یا کھال سمیت لیلی تھی؟

۷۔ اگر گوشت دیکھا تھا اور فروخت کنندہ عورت نے حرام بتایا تو اس شخص نے فوراً کیوں نہ اظہار کیا؟

آپ اسی کاغذ پر سوالات کے سامنے یا نیچے واضح جواب دیں مگر عورت ضرور مجرم ہے کیونکہ حرام جانور کو حرام کہہ کر فروخت کرنا بھی حرام ہے البتہ اگر حلال کہہ کر فروخت کیا تو یہ دوہرا جرم ہوگا۔ والسلام

دعا گو: ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ

۹۔۹۔۶۶

۴۸۶
۹۲

آپ کے سوالات کا جواب حسبِ ذیل ہے :-

۱- لیلی کی عمر تقریباً ۶ ماہ ، وزن تقریباً ۸ سیر۔

۲- قدرے کمزور تھی۔

۳- گوشت کا بھاؤ تین روپے فی سیر ہے۔

۴- سر جسم سے علیحدہ تھا اور باقی کھال بمعہ جسم خریدار اپنے گاؤں لے گیا، اپنے گاؤں میں جا کر کھال اتاری اور گوشت فروخت کیا۔

۵- اس قسم کی کھال کی قیمت تقریباً سات روپے ہے۔

۶- کھال سمیت لیلی تھی مگر سر نہیں تھا۔

۷- تیسرا آدمی دن کے دس بجے اپنے مویشی چرانے باہر جا رہا تھا، راستہ میں خریدار سائیکل پر سوار پیچھے لیلی باندھی ہوئی ملا، لیلی بمعہ کھال تھی، تیسرے آدمی نے دریافت کیا کہ یہ کتنے کی خریدی ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ تین روپے کی خریدی ہے، اور فلاں عورت سے خریدی ہے، فروخت کنندہ عورت تیسرے آدمی کی قریبی رشتہ دار ہے، تیسرا آدمی گوشت فروخت کرنے کا کام کرتا ہے، خریدار مذکور کو بھی تیسرا آدمی کھالیں وغیرہ فروخت کرتا رہتا ہے، تیسرا آدمی جب گھر واپس آیا یعنی مغرب کے وقت تو تیسرا آدمی فروخت کنندہ خاتون کے گھر گیا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ لیلی تین روپے کو کیوں فروخت کی ؟ اس نے کہا کہ حرام تھی، تیسرے آدمی نے کسی سے ذکر نہیں کیا کہ یہ لیلی حرام تھی۔

تابعدار :

محمد صدیق بقلم خود، شاہ بچہ

۱۰ / ۹ / ۶۶

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً وہ عورت اور خریدار مرد اور تیسرا آدمی تینوں گنہ گار ہیں، عورت کا گناہ یہ ہے کہ اس نے حرام لیلی فروخت کی اور خریدار کا گناہ یہ ہے کہ اس نے حرام لیلی خریدی اور پھر حرام گوشت خریداروں کو کئی مرتبہ فروخت کیا، جتنے خریداروں نے اس سے یہ حرام گوشت خریدا اتنی ہی تعداد میں اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا گیا اور یہ ایسے سنگین گناہ ہیں کہ ایک ایک گناہ کی سزا ہی بہت زیادہ ہے کیونکہ اس نے دیدہ دانستہ حرام گوشت مسلمانوں کو درحلال اور خوردنی بنا کر دیا حالانکہ حرام کو حلال کہنا کفر ہے تو واضح ہوا کہ وہ خریدار مرد سب سے زیادہ سخت گنہگار ہے اور تیسرے آدمی کا یہ گناہ ہے کہ جب اسے حرام کا پتہ چلا تو لوگوں کو یا کسی ذمہ دار کو اطلاع دیتا، رہا خریدار کا یہ دعوٰے کہ اس فروخت کنندہ خاتون نے حلال بنا کر فروخت کیا، یہ بظاہر بالکل غلط ہے کیونکہ آپ کی تحریر کے مطابق اس لیلی کا گوشت اور پوست تقریباً ۳۱ روپے کے بنتے ہیں تو اتنی قیمت کی لیلی تین روپے میں فروخت کرنی واضح کر رہی ہے کہ اس عورت نے حلال نہیں بنایا ہوگا اور یونہی خریدار بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اتنی سستی حلال نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ اس کا پیشہ ہی یہی ہے لہٰذا وہ خریدار سب سے زیادہ سخت سزا کا مستحق دنیا میں ہے اور آخرت میں اس کے لئے جہنم کی سخت سزائیں تیار ہیں جبکہ تائب ہو کر نہ مرا۔

اب تک چونکہ پاکستان میں اسلامی قوانین جاری نہیں ہوئے لہٰذا ہم پوری سزا نہیں دے سکتے بنا بریں آپ اپنے اختیارات کی رو سے جتنی سخت سے سخت سزا اسے دے سکتے ہیں، دیں اور اخلاقی دباؤ سے اسے مجبور کیا جائے کہ صحیح معنوں میں توبہ کرے اور اہلِ اسلام سے گڑگڑا کر معافی طلب کرے اور اس عورت اور تیسرے مرد کو بھی توبہ کرائی جائے اور سخت تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بری حرکت نہ کریں۔

marfat.com

بلکہ عورت تو سزا کی بھی مستحق ہے جو خریدار کی سزا سے گناہ کے مطابق کم ہونی چاہیئے، باقی عوام اہلِ اسلام جو بھول کر حرام کھا بیٹھے ہیں تو وہ کسی سزا کے مستحق نہیں مگر ان لوگوں کو دوسرے مسلمانوں کی طرح احتیاط سے گوشت خریدنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وآلہٖ وسلم

ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۱۶-۹-۶۶

الاستفتاء

بخدمت جناب مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جناب کی طرف ایک شخص کو روانہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کٹا ذبح کرنے کے واسطے کسی غیر شخص کو بلا کر ذبح کر دیا ہے ذبح کرنیوالا ایک نماز فجر کی پڑھتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ چار[1] پانچ کی نماز پڑھتا ہے اس نے ذبح کیا ہے اور جو مسلمان ہیں انہوں نے کہا ہے کہ کھانا ٹھیک نہیں، اگر جائز نہیں، پیر شاہ محمد نے ذبح کیا ہے۔

المستفتی: مولوی غلام حسن نشان انگوٹھہ سردار گیلن پتی دار

۲۹ ر رجب المرجب ۱۳۸۶ھ ○

۸۶/۹۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

پیر شاہ محمد اب خود میرے پاس آئے ہیں، حاجی غلام رسول صاحب، منشی محمد بشیر صاحب اور محمد سرفراز وغیرہ کے روبرو کہا اور تسلی سے کہا کہ میں اہل السنۃ اور حنفی مذہب ہوں اور صحابہ کرام اور ازواج مبارکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں اور پیارا جانتا ہوں البتہ پہلے مجلسِ شیعہ میں چلا جاتا تھا اب ہرگز ہرگز نہیں جاؤنگا اور شرع ظاہر ہے تو

[1] سائل نے یونہی لکھا ہے۔ (مرتب)

marfat.com

اندریں حالات اس کتا کا کھانا جائز ہے، وہ حلفیہ بیان کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

ازچاہ عاشق خاں جناب واجب الاحترام حضرت مولانا صاحب

۷۱-۵-۵

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ امابعد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ایک جانور بوجہ بیماری قریب المرگ ہے، اس کا مالک اسے ذبح کرنے کے لئے تیار ہے لیکن وہ جانور بالکل ساقط ہوگیا اور کوئی حرکت نہیں کرتا، چند منٹ بعد اس جانور نے دوبارہ حرکت شروع کی تو مالک نے اسے فوراً ذبح کردیا، ذبح کرنے کے بعد وہ جانور حرکت تو نہیں کرتا لیکن اس کا خون پھوارے کی طرح نکلتا ہے، آپ سے استدعا ہے کہ از روئے شریعت مسئلہ مذکورہ کے متعلق بتائیں کہ مذکور جانور حلال ہے یا حرام احقر از حد ممنون ہوگا۔

فقط والسلام

احقر العباد محمد شریف امام مسجد چاہ عاشق خاں داخلی چک قدرت اللہ ڈاکخانہ چک بیدی تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسی صورت میں اگر خون اس طرح نکلے جیسے زندہ جانور کے ذبح کرنے کے وقت نکلتا ہے تو حلال ہے، درالمختار کے متن وشرح میں ہے (ذبح شاۃ مریضۃ (فتحرکت اوخرج الدم حلت) شامی میں ہے ای کما یخرج من

الحق الخ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال بقلم خود ۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ ۱۰-۵-۷۱

الاستفتاء

(ڈکرسطین سینڈ) گرامی القدر حضرت مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم، مزاجِ گرامی! خیریت بخیریت۔

ہم یہاں تقریباً چار ہزار کے قریب پاکستانی ہیں، خاص کر گوشت کے معاملہ میں ہمیں یہاں گوناگوں مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ یہاں پر حلال وحرام کی تمیز نہیں، یہاں کی تقریباً ۱۰۰٪ آبادی سوئر کا گوشت کھاتی ہے اس لئے ہمیں خاص طور پر محتاط رہنا پڑتا ہے، پہلے تو ہم صرف مچھلی پر گزارہ کرتے تھے لیکن اب تقریباً چار ماہ پہلے اوسلو (صدر مقام) (OSLO) میں ایک دکان پاکستانیوں نے کھولی ہے جس میں حلال گوشت کا انتظام ہے لیکن یہ حلال گوشت اس طرز پر ہے کہ انکو اجازت نہیں ہے کہ جانور کو باہوش حلال کریں بلکہ یہاں کے رواج کے مطابق اس کے سر پہ لوہے کا ہتھوڑا جو کہ اوپر رسی کے ذریعے لٹک رہا ہوتا ہے، جانور کو عین وسط میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور رسی کھول دی جاتی ہے اور وہ ہتھوڑا اچانک جانور کے سر پر آلگتا ہے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس کو حلال کرنے کی اجازت دیتے ہیں، وہاں اوسلو میں کوئی مولوی صاحب ہیں، انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے لیکن یہاں ایک صاحب ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں، اب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے، اوسلو (صدر مقام) یہاں سے ۲۳ کلومیٹر ہے، میں ان صاحب کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا جنہوں نے اس کو مجبوری کی حالت میں جائز قرار دیا ہے، آپ براہِ کرم اس معاملہ میں ہمیں صحیح

marfat.com

جائز اور ناجائز سے مطلع فرمائیں، فقط والسلام۔

QADIR BUKHSH ناچیز قادر بخش
HOLBBR-G GATA.41
4600 KRISTIAN-SAND-5
NORWAY

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر وہ جانور بیہوش ہو جانے کے بعد زندہ رہ جاتا ہو اور زندگی میں ہی شریعت کے مطابق ذبح کیا جاتا ہو تو اس کا گوشت حلال ہے اور کھانا بلاشبہ جائز ہے اور اگر ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا تو ذبح کرنے پر حلال نہیں ہو سکتا، یہ مسئلہ قرآن کریم میں صراحۃً موجود ہے، دیکھئے پارہ ششم سورۃ المائدہ شریف کی تیسری آیت میں ہے والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم یعنی حرام جانوروں میں یہ بھی داخل ہیں المنخنقۃ یعنی وہ جانور جو گلا گھوٹنے سے مرے اور الموقوذہ یعنی وہ جو بے دھار کی چیز سے مارا ہو الا ما ذکیتم مگر جنہیں تم ذبح کر لو، تو اس طریقہ سے بیہوش کیا ہوا جانور الموقوذہ ہے اور شرعاً ذبح کی شرط ہے کہ جانور زندہ ہو۔

بہرحال یہ مسئلہ بڑا واضح اور صاف ہے اور ہمارے مشائخ کرام نے بھی نہایت صاف طور پر بیان فرمایا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۳، میں ہے المتردیۃ والمنخنقۃ والموقوذۃ والشاۃ المریضۃ والنطیحۃ ومشقوقۃ البطن اذا ذبحت (الی ان قالوا) تحل بالذبح سواء عاش اولا یعیش عند ابی حنیفۃ وھو الصحیح وعلیہ الفتویٰ کذا فی محیط السرخسی اور یونہی شامی ج ۵ ص ۲۶۹ اور ج ۵ ص ۲۱۶ میں ہے اور یونہی فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۴۷

marfat.com

میں کافی سے بھی ہے اور معتبر کتب شرعیہ فقہیہ میں بھی یونہی ہے۔

باقی رہا وہاں دوسرے صاحب کا یہ کہنا یہ جائز نہیں تو اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جانور کو ہتھوڑا مار کر بیہوش کرنے کے متعلق ہے کہ یہ جائز نہیں اور پہلے مولوی صاحب کا یہ فتویٰ کہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے، ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب حکومت کا قانون ہے تو ہمیں مجبوراً یوں کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال اس گوشت کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں جبکہ حلال قسم کے جانور کو بیہوش ہونے کے بعد زندگی میں ہی ذبح کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ ۱۷.۷.۷۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں :۔

سوال (۱) : ذبح فوق العقدہ کے بارے میں بہت جھگڑا ہے، اس میں مفتی بہ قول معہ ادلہ تحریر فرما کر ثواب حاصل کریں۔

(۲) کوا حلال ہے یا کہ حرام ؟ واضح طور پر تحریر فرمادیں۔

(۳) طوطا حلال ہے یا کہ حرام ؟

السائل : نعمت اللہ بمقام فتح پور ڈاک خانہ خاص تحصیل وضلع مظفر گڑھ

بمعرفت مولوی محمد اسحاق صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

۱ اگر تین رگیں ان چار سے کٹ جائیں جن کا ذبح میں کٹنا ہوتا ہے تو جائز ہے

marfat.com

ورنہ نہیں، یہ علامہ شامی وغیرہ نے قولِ فیصل کے رنگ میں لکھا ہے لہذا ذبیحہ ماہر کو دکھا کر عمل کیا جائے یا مشاہدہ پر عمل ہو، شامی ج ۵ ص ۲۵۷ میں ہے اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ما قاله شراح الهداية تبعا للرستغفنی (ای الحل) والا فالحق خلافه اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ویظهر ذلك بالمشاهدة او سوال اهل الخبرة فاغتنم هذا المقال ودع عنك الجدال انتهى واقره العلامة الرافعی فی التحریر المختار۔

ف۲ : مکروہ تحریمی ہے، تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ "حرمتِ زاغ" دیکھیں جو دفتر انجمن حزب الرحمٰن شعبہ تبلیغ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور سے دو آنہ میں ملتا ہے، بیں نئے پیسے کے ٹکٹ ارسال کر کے منگوا سکتے ہیں (مع ڈاک خرچ)۔

ف۳ : ہاں حلال ہے کما فی المیزان الشعرانی ج ۲ ص ۶۲ ورحمة الامة ج ۱ ص ۱۷۱ علی حاشیة المیزان، فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۵۲ احلال جانوروں کے بیان میں ہے وہچنیں طوطی وعلیه الفتویٰ، اور یہی قواعد و تصریحاتِ کتبِ مذہب کا تقاضا ہے والتفصیل فی الفتاویٰ النوریة (قلمی مسودہ) ج ۱ ص ۱۶۰ و ۱۶۱۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه وآله واصحٰبه وبارك وسلم۔

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ 6.12.65

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک بلی نے ایک مرغی کو سر سے پکڑ کر مضروب کر دیا، مالک مسمی احمد یار نے بلی سے مرغی کو چھین کر

marfat.com

مسمی گامنہ کے حوالے کی جو اس وقت وہاں موجود تھا اور خود چھری تلاش کرنے کے لئے اندر دوڑا، مسمی گامنہ بھی مرغی کو لے کر اندر پہنچا، جب احمد یار چھری تلاش کر کے مرغی کے پاس پہنچا تو مرغی حرکت کرنے سے بند ہو چکی تھی اور گامنہ اسے زمین پر پھینک چکا تھا، گامنہ نے کہا کہ مرغی مر چکی ہے۔ احمد یار نے کہا مسمی ہے مر نہیں چکی اور چھری مرغی کی گردن پر چلا دی، خون بغیر حرکت کئے تقریباً چھٹانک ڈیڑھ چھٹانک کے برابر بہہ گیا، خون کا رنگ تقریباً سرخی اور سیاہی کے بین بین تھا، اس کے علاوہ مرغی نے کوئی حرکت نہیں کی، صرف ایک چیز ظاہر ہوئی مرغی نے بیٹ یعنی (پاخانہ) باحرکت نکالی، کیا بیٹ کا نکلنا آثارِ زندگی میں شامل ہے، مندرجہ بالا حالات کے ماتحت مرغی حلال ہے یا حرام؟

۲۔ یہی مرغی چند مسلمانوں کے منع کرنے کے باوجود مالک احمد یار نے پکا کر کھائی مرغی حرام ہے تو کھانے والے کے لئے شرعاً کیا تعزیر ہے؟ جواب مع حوالہ کتب شرعیہ آیاتِ قرآنی و حدیث پاک عربی عبارات با ترجمہ ہونا چاہیئے؟ بینوا و توجروا۔

العارض: عبد المجید، مدرس پرائمری سکول سیٹھیانوالہ سنٹر نواں کوٹ
تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ظاہر سوال یہ ہے کہ بلی نے مرغی کو سر سے پکڑا اور گردن کو نہیں پکڑا اور رگیں نہیں کاٹیں، اگر یہ صورت ہے اور خون تیزی سے زندہ کی طرح نکلا تو حلال ہے اور اگر تیزی اور دھار سے نہیں نکلا تو زندگی کی دلیل نہیں، شامی ج ۵ ص ۲۶۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۳، میں ہے والنظم من الشامی قال فی البزازیۃ وفی شرح الطحاوی الخروج لا یدل علی الحیوۃ الا اذا کان یخرج کما یخرج من الحی عند الامام وھو ظاھر الروایۃ اور پاخانہ کا نکلنا

marfat.com

استرخائے موت سے بھی ہو سکتا ہے لہذا اگر بلی نے سر نہیں کاٹا اور شہ رگ بھی نہیں کاٹی اور خون تیزی اور دھار سے نکلا جیسے زندہ ذبح کرنے سے نکلتا ہے تو حلال ہے ورنہ مشکل ہے۔

۲۔ اگر مالک نے حرام شدہ مرغی کھالی تو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، سزا کا مستحق ہے جو حاکم شرع مناسب طریق پر لگا سکتا ہے۔ آپ لوگ اپنے اخلاق اور دباؤ سے اسے مجبور کر سکتے ہیں کہ غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کرے، قرآنِ کریم میں ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ اور حدیثِ پاک میں ہے من رای منکم منکرا فلیغیرہ الحدیث رواہ مسلم۔

مجھے ترجموں کے لکھنے کی فرصت نہیں، مسئلہ لکھ دیا ہے اور زیادہ سمجھنا ہو تو یہاں تشریف لائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعلیٰ وعلی آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بقلم خود ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ ۲۷؍۶؍۷۴

الاستفتاء

میں مسمیٰ ارشاد مسیح اچانک یوسف مستری کی دکان پر گیا۔ وہاں ایک بکری بیمار قریب المرگ تھی اور کوئی بھی ذبح کرنے والا نہیں تھا۔ اہلِ خانہ میں سے ماسوائے ایک عورت کے کوئی بھی نہ تھا۔ عورت کے مجبور کرنے پر میں نے اپنے مذہب کے مطابق یہ الفاظ پڑھے اور ذبح کیا "باپ بیٹے روح القدس کے نام پر آمین۔ خداوند کے نام پر میں نے اس کو ذبح کیا"۔ ارشاد مسیح۔

کیا یہ بکری حلال ہے یا حرام ؟

السائل: محمد باغ علی نوری، محمد حسین ۹؍۸؍ ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ بکری حلال نہیں ہوئی بلکہ حرام ہے، کیونکہ مسلمان کی ذبح نہیں کی ہوئی بلکہ مرتد کی ذبح کی ہوئی ہے۔ اگر اصل کتابی بھی یوں ذبح کرے تو حرام ہے۔ وہ باپ بیٹے روح القدس کا نام لے کر ذبح کرتا ہے جو حرام ہے، فتاوٰی عالمگیری ص ۳، منھا ان یکون مسلما او کتابیا اور یہ جو انگریزوں کے وقت اسلام چھوڑ کر عیسائی بنے مرتد ہیں، کتابی نہیں کما صرح بہ علمائنا الکرام اور اگر کتابی بھی ہو مگر یہ الفاظ کہہ کے ذبح کرے تو وہ درست نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری اسی صفحہ میں ہے انہ سمی المسیح علیہ السلام وحدہ او سمی اللہ سبحانہ وسمی المسیح لا تؤکل ذبیحتہ نیز اسی صفحہ میں ہے منھا تجرید اسم اللہ تعالیٰ عن غیرہ وان کان اسم النبی علیہ السلام۔ بہرحال ان کفریہ الفاظ سے ذبح کی ہوئی حلال نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ عورت خود ذبح کرتی اللہ کے نام پر تو جائز ہو جاتی کما فی البخاری وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ۔ ۸ر ذیقعدۃ المبارکہ ۱۳۸۴ھ ۔ ۹/۸۰ ۱۹

الاستفتاء

بخدمت اقدس قبلہ وکعبہ سیدی وسندی شیخ المشائخ غوثی وغیاثی جناب فیض اعظم دامت برکاتہم العالیہ

marfat.com

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے بعد مؤدبانہ عرض یہ ہے:
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان مسائل میں:

۱- شیعہ بدمذہب رافضی کا ذبح کیا ہوا جانور جائز ہے یا نہیں اور اس کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲- ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے ورثا میں ایک لڑکی اور تین لڑکے اور چار حقیقی بھائی ہیں۔ ترکہ از روئے شرع کس طرح تقسیم کیا جائے۔

۳- غلام فرید نے اپنے دس مربع زمین محمد رمضان کے پاس دس ہزار روپے کے عوض رکھی، اس شرط پر کہ جب دس ہزار روپے دے گا وہ اپنی زمین چھڑا لے گا۔ اس عرصہ میں جو زمین سے آمدنی ہو گی وہ محمد رمضان کی ہو گی۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟

۴- زید اعتکاف کی حالت میں حُقّہ نوشی کے لیے مسجد سے باہر گیا، کیا اس کا اعتکاف ٹوٹا یا نہیں؟ مولوی رشید احمد اپنے فتاویٰ میں لکھتا ہے کہ معتکف باہر جا کر حُقّہ پی سکتا ہے۔

۵- بکر نے روزہ کی حالت میں عمداً حُقّہ نوشی کی، کیا اس پر قضا ہے یا کفارہ؟ مولوی عبدالحی اپنے فتاویٰ میں لکھتا ہے صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔

مہربانی فرما کر ان سوالات کا جواب قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں دیں۔ آپ کا غلام سائل: الفقیر الحقیر سید محمد عبدالغفار شاہ
تھانہ ساہوکا، تحصیل بورے والا۔ مورخہ ۸ ۱/۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱- جب زید بدمذہب ہے، رافضی ہے تو دریافت کرنے کی کیا ضرورت؟

marfat.com

ایسے شخصوں سے ایمان ہی مجبور کرتا ہے کہ پرہیز کی جائے اور رافضی تبرّائی ہوتے ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتے ہیں تو ایسے لوگوں کا ذبیحہ مردار ہے، حرام ہے۔ کما فی جمیع کتب الفقہ الحنفی من القرآن الکریم والاحادیث الشریفۃ واللہ اعلم۔

۲۔ اگر صرف یہی وارث ہیں تو شرعاً لڑکی کا ایک حصہ اور تین لڑکوں کے حصے ہیں۔ یعنی کل مال کے سات حصے بنائے جائیں، ان میں سے ایک لڑکی کا اور دو دو ہر ایک لڑکے کے۔ صورتہ ھکذا

ایک شخص مسئلہ از ۷، مع التصحیح

میت

لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	چار حقیقی بھائی م
۱/۷	۲/۷	۲/۷	۲/۷	x x

چاروں بھائی محروم ہیں کہ اولاد ان سے قریب ترین عصبہ ہے کذا فی الفقہ الحنفی والحدیث والقرآن الکریم واللہ اعلم۔

۳۔ یہ صورت ناجائز ہے کہ یہ قرض منافع کے ساتھ ہے جو ربٰو کی طرح ہے کل قرض جر منفعتہ فھو ربٰو بڑی مشہور حدیث ہے و ذا ظاھر جدا واللہ اعلم۔

۴۔ معتکف جب مسجد سے باہر چلا گیا تو اعتکاف حضرت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہو گیا جبکہ مخصوص شرعی عذر سے نہ ہو تو اور شرعی عذروں میں حقہ نوشی نہیں ہے۔ رہا رشید احمد تو وہ وہابی دیوبندی ہے جس کے نزدیک کوا کھانا بھی ثواب ہے۔ ایسے کا کہنا کوئی شرعی دلیل نہیں۔ بڑی باتیں بنانے سے کچھ نہیں بنتا، کسی کتاب مستند میں ہے تو بتائیں۔ عجیب بات ہے، خود ہی مفتی بنتے ہیں اور قرآن و حدیث سے جواب مانگتے ہیں مگر رشید احمد کے قول کو سند بناتے ہیں۔ کوئی کہو،

marfat.com

جب بلا دلیل شرعی بات کرے اس کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں کوّا کھانا ثواب لکھا، کوئی اور دلیل نہیں فقط "رشید احمد" لکھا ہے۔

سب کتب فقہ حنفی میں عذر لکھے ہیں۔ وہ دیکھ لیں۔ واللہ اعلم۔

۵۔ اس پر قضا اور کفّارہ لازم ہے۔ طحطاوی ج ۱، ص ۴۵۰ میں ہے لا یبعد لزوم الکفارۃ للنفع والتداوی وکذا الدخان الحادث شربہ وابتدع بھذا الزمان۔ شامی ج ۲، ص ۱۳۴ میں حضرت شیخ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ سے ہے ویلزمہ التکفیر لو ظن نافعاً۔ کذا دافعا تشھوات بطن فقروا۔ مولانا عبد الحی کا بلا دلیل لکھنا بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ سراج منیر کا حوالہ دیتے ہیں جس میں "لا یتغذی بہ عادۃ" لکھا ہے۔ حالانکہ حُقہ بھی عادۃً پیا جاتا ہے تو اس دلیل کا تقاضا بھی ہے کہ کفارہ پڑے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

المہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور، ضلع ساہیوال

۲ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ   ۸۰-۱۲-۱۱

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم مرشدی واستاذی جناب فقیہ اعظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: معروض بار بعد ازیں صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک بھینس گبھن یعنی حاملہ بقضائے الٰہی قریب المرگ ہوگئی، مالک نے ذبح کردی اور اس بھینس مذکورہ کا گوشت و پوست بانٹ دیا، بعد ازیں ایک مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اس بھینس کا گوشت حرام ہے کیونکہ اس کے پیٹ سے بچہ مرا ہوا نکلا ہے، یہ

marfat.com

بالکل حرام ہے۔ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا ہوگیا ہے۔ آپ جناب پوری پوری تشفی فرماکر مطمئن کردیں، بہت نوازش ہوگی۔

آپ کا خادم : بندہ فضل الحق بقلم خود چک جعفر علی شاہ ۲۸ ج ب ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر مالک مسلمان ہے اور اس نے بھینس زندہ کو ذبح کیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تو وہ حلال ہے، قرآنِ کریم میں واضح فرمان ہے فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایٰتہ مؤمنین پ ۸ع ۱۶ آیت ۱۱۸ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی آیتیں مانتے ہو تو کھاؤ ان جانوروں سے جو اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے، اور اگلی آیت میں ہے وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الاٰیۃ یعنی تمہیں کیا ہوا کہ اس جانور سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اور یونہی بکثرت حدیثیں ہیں اور کتبِ فقہ میں حلال لکھا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۲۷، میں ہے واذا علمت حیوتھا یقیناً وقت الذبح اکلت بکل حال یعنی جب جانور مریض کی زندگانی یقیناً معلوم ہو ذبح کے وقت تو وہ ہر حال میں حلال ہے۔ کھایا جائے، تو واضح ہوا کہ اس مولوی صاحب سے غلطی ہوگئی ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلے تو وہ بچہ حرام ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھری چلی نہیں تو یہ اور مسئلہ ہے نہ کہ ماں حرام ہوگئی۔ اس مولوی صاحب سے مطالبہ کریں کہ دلیل لاؤ، حرام کہنا سخت گناہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ الہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۹۸ھ ۲۸ ج ب ۸

marfat.com

حُرمتِ زاغ

مسمّٰی بہ اسمِ تاریخی

الجواب لایحل کباب الغراب

۱ ۳ ھ ۸ ۱

marfat.com

تعارُف

کوّا ایک موذی جانور ہے جس کا کھانا حرام ہے احادیثِ نبوی سے یہی ثابت ہے اور اسی پر اُمت کا عمل ہے — مگر بعض لوگوں نے نہ صرف اسے حلال کہا بلکہ اس کا گوشت کھانا باعثِ ثواب قرار دیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب مفتی محمد شفیع صاحب اور احتشام الحق تھانوی نے کوّے کی حلت کے بارے میں فتویٰ صادر کیا تو کراچی سے آمدہ ایک استفتاء کے جواب میں حضرت فقیہ اعظم دامت برکاتہم نے رسالہ کی صورت میں ایک فتویٰ تحریر فرمایا جس کا تاریخی نام الجواب لا یحل کباب الغراب تجویز ہوا اور جمعیت عالیہ اسلامیہ لاہور کی جانب سے ۱۳۸۱ھ "حرمتِ زاغ" کے نام سے شائع ہوا۔ — یہ رسالہ ملک کے طول و عرض میں پھیلا اور بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔

یہ مسئلہ دوبارہ اس وقت موضوعِ بحث بنا جب ہزاروی گروپ کے چند دیوبندی علماء نے کوّا حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور اس کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوئے کوّے کی دعوت سے لطف اندوز بھی ہوئے (تفصیل کے لیے ۸۶ء کا روزنامہ نوائے وقت ملاحظہ ہو)۔ اس موقع پر مسئلے کی شرعی نوعیت سے آگاہی کے لیے ہم نے انجمن حزب الرحمٰن کے جریدے "نور الحبیب" میں اشاعت کا ارادہ کیا تو حضرت فقیہ اعظم دامت برکاتہم نے ہماری درخواست پر اس میں قابلِ قدر اضافہ فرمایا — یہاں یہی اضافہ شدہ فتویٰ شائع کیا جا رہا ہے۔

(مرتب)

marfat.com

رسالہ
حرمتِ زاغ

سوال : علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ؟

۱ : ہمارے علاقہ میں چند لوگوں نے کوا کھالیا ہے، ان کے متعلق کیا حکم ہے ؟

۲ : کوا کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

نوٹ : سائل نے استفتار سے الگ ایک اور چٹھی میں لکھا کہ مولانا احتشام الحق صاحب اور مولانا محمد شفیع صاحب نے بھی شہری کوے کو عقعق بنایا ہے اور جائز بتایا ہے ۔

نوٹ : سائل کی چٹھی سے واضح کہ یہ سوال اس کوے سے متعلق ہے جو ہمارے ملک میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کائیں کائیں کرتا ہے ۔

مرسلہ : جناب محمد معین الدین صاحب ، کراچی ۱ ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی احل حبیبہ رسولا یحل للمؤمنین الطیبات ویحرم علیھم الخبائث المستخبثت فالخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات یأمر بقتل الفواسق ومنھا الغراب فاجتنبہ الائمۃ والاصحاب ای اجتناب وعاب الاکلۃ المسلمون اشد معاب صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ الاطہار واصحابہ خیر اصحاب وبارک وسلم ملھم جواب وتحری صواب امابعد فالجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

marfat.com

۱ : توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کسی ایک آدھ مفتی کے بھروسے میں اگر کسی ایسی چیز کو جسے عام مسلمان ناجائز جانتے ہوں، جائز نہ سمجھیں۔

۲- اس کوے کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ خبیث ہے حالانکہ ہمارے ہادیٔ برحق حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خصوصی خداداد شان ہے کہ خبیث چیزوں کو حرام کرنے والے ہیں، قرآن کریم میں ہے و یحرم علیھم الخبائث پ۹ ع ۹ سورۃ الاعراف۔ یہ ایسی نص جلیل ہے جس سے بالاجماع سب خبیث چیزوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے، شامی ص ۲۶۶ ج ۵ میں ہے قال فی معراج الدرایۃ اجمع العلماء علیٰ ان المستخبث حرام بالنص وھو قولہ تعالیٰ و یحرم علیھم الخبائث، اور اس کوے کا خبیث ہونا، حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی صریح ارشادِ پاک سے ثابت ہے جس کو ائمہ حدیث نے اپنے پر اعتماد اسنادوں سے بیان فرمایا ہے۔ اتنی حدیث کی مستند کتابوں میں یہ حدیث ہے کہ تمام کا ذکر باعثِ تطویل ہے لہذا صحیح مسلم کی صرف ایک ہی حدیث پر اکتفار ہے۔ صحیح مسلم شریف ص ۳۸۱ ج ۱ میں صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم الحیۃ والغراب الابقع الحدیث" یعنی پانچ جانور فاسق[1] (خبیث، گندے) ہیں جو حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں، سانپ اور غراب ابقع الخ، سنن بیہقی ص ۳۱۷ ج ۹ میں ہے کہ حضرتِ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

---

[1] اس فسق سے مراد ان جانوروں کا خبیث اور زیادہ ضرر دینے والا ہونا مراد ہے چنانچہ لغتِ حدیث کی نہایت معتمد کتاب نہایہ ج ۳ ص ۲۲۶ میں ہے لخبثھن اور مجمع البحار ص ۸۷ ج ۳ میں ہے اور بحر الرائق ص ۳۲ ج ۳ میں ہے ومعنی الفسق فیہ (الحدیث) خبثھن وکثرۃ الضرر، تیسیر القاری شرح البخاری ص ۱۵۵ ج ۲ میں ہے فاسق غراب ازان ست کہ کاوش مے کند پشت مجروح دواب را" یعنی کوے کا فاسق ہونا یوں ہے کہ چوپایوں کی زخمی پیٹھوں کو کریدتا رہتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

فرمایا انی لاعجب ممن یاکل الغراب وقد اذن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی قتلہ للمحرم وسماہ فاسقا واللہ ماھو من الطیبٰت
یعنی بلاشک میں ضرور تعجب کرتی ہوں ایسے شخص سے جو کوا کھائے حالانکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم (حج کا احرام باندھنے والا جو شکار نہیں کر سکتا) کو اس کے
مارنے کی اجازت دی ہے، اس کا نام فاسق (ناپاک) رکھا ہے، اللہ کی قسم وہ طیبات
(پاکیزہ وحلال چیزوں) سے نہیں" نیز بیہقی کے اسی صفحہ اور ابنِ ماجہ ص ۲۴۱ میں حضرتِ
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبٰت" یعنی کون کھا سکتا ہے
حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے؟ اللہ کی قسم وہ طیبات
سے نہیں" اور یہ مضمون بیہقی کے اسی صفحہ میں حضرتِ عروہ بن زبیر (جو جلیل القدر تابعی
مجتہد، حضرتِ ابوبکر صدیق کے نواسے اور ام المؤمنین کے بھانجے اور شاگرد ہیں، رضی اللہ
عنہم) سے ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کوا طیبات سے ہے؟ تو فرمایا کیف
یکون من الطیبٰت وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفاسق
یعنی کوا طیبات سے کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے
فاسق قرار دیا ہے، اور یونہی سننِ بیہقی ص ۳۱۶ ج ۹، ابنِ ماجہ ص ۲۴۱ میں حضرتِ
امام قاسم (جو حضرتِ ابوبکر صدیق کے پوتے اور حضرتِ صدیقہ کی پاک گود میں تربیت
پانیوالے، جو ان کے اور دوسرے صحابہ کرام کے شاگرد رشید تابعی جلیل القدر مدینہ منورہ
کے سات مشہور ائمہ میں سے ایک ممتاز فرد ہیں، رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین) سے
بالفاظِ متقاربہ ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا ایؤکل الغراب تو فرمایا
ومن یاکل الغراب بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسق
شلبی علی الزیلعی ص ۲۹۵ ج ۵ میں ہے قال القدوری فی شرحہ والاصل
فی تحریم الغراب الابقع والغداف ماروی ھشام بن عروۃ عن ابیہ
انہ سأل عن اکل الغراب فقال من یاکل ذلک بعد ان سماہ رسول اللہ

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا یعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس من الفواسق یقتلن فی الحل والحرم، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام قدوری نے غراب ابقع کی تحریم کا اصل یہ قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فاسق فرمایا ہے لہذا ہمارے فقہائے کرام نے بھی اس کوے کو خبیث و مستخبث قرار دیا ہے، مبسوط ص ۲۲۵ ج ۱۱، فتاوی عالمگیری ص ۵۷، ج ۴ میں ہے الغراب الابقع مستخبث طبعا حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۸۰ ج ۲، ص ۱۸۲ ج ۲ میں بھی بڑی تفصیل سے ہے، ص ۱۸۰ میں فرمایا و منہا الحیوانات المجبولۃ علی ایذاء الناس و الاختطاف منہم و انتہاز الفرص للاغارۃ علیہم وقبول الہام الشیاطین فی ذلک کالغراب الخ یعنی حرام جانوروں سے وہ جانور بھی ہیں جن کی فطرت ہی لوگوں کو ستانا اور ان سے چیزیں اچک لیجانا اور ان کے ہر لوٹنے کے مواقع تاڑنا اور اس بارہ میں شیطانوں کے مشورے اور وسوسے قبول کرنا ہے جیسے کوا، ص ۱۸۲ میں فرمایا وسمی بعضہا فاسقا فلا یجوز تناولہ ویکرہ ما یاکل الجیف و النجاسۃ و کل ما یستخبثہ العرب لقولہ تعالی ویحرم علیہم الخبئث یعنی بعض کا نام فاسق رکھا تو ان کا کھانا جائز نہیں اور مکروہ ہیں وہ جانور جو مردار اور گندگی کھاتے ہیں اور وہ جانور جن کو عرب گندا جانتے ہیں کیونکہ کلام الہی میں ہے ویحرم علیہم الخبائث اور عینی علی الکنز ص ۳۴۶، در المختار ص ۶۸۲، در المنتقی ص ۵۱۳ ج ۲ میں ہے ملحق بالخبائث اور اسی خبثِ طبعی کی بنا پر بلا ستائے ستاتا رہتا ہے۔ مبسوط ص ۹۲ ج ۴، ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱ وغیرہما میں ہے انہ یبتدئ بالاذی کہ بے شک یہ کوا ستانے میں پہل کرتا ہے۔ زیلعی علی الکنز ص ۲۹۵ ج ۵ میں ہے فصار کسباع الطیر کہ یہ کوا اپنی مردار خوری کے سبب درندہ پرندوں کی طرح بن گیا ہے، اور فقہائے کرام نے یہ بھی تصریح فرما دی ہے کہ یہ کوا مردار کھایا کرتا ہے اور پاک چیز بھی کھایا کرتا ہے۔ مبسوط ص ۹۲ ج ۴، ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱ میں ہے یاکل الجیف ویخلط

marfat.com

مظاہرِ حق ص ۳۹۴ ج ۲ میں ہے وہ کوا سیاہ و سفید ہے جو اکثر مردار اور نجاست کھاتا ہے بلکہ عینی شرح البخاری ص ۸۲ ج ۵، زیلعی علی الکنز ص ۶۶ ج ۲ میں ہے (یبتدیٔ بالاذی الا الغراب الا بقع کہ کوّوں کے تمام اقسام میں سے بلا ستلئے غراب البقع کے علاوہ کوئی اور کوا نہیں ستاتا۔

نووی شرح مسلم ص ۳۸۱ ج ۱ میں ہے فی ظھرہ و بطنہ بیاض اور اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۳۷۷ میں ہے "در پشت و شکم وے سفید باشد" یعنی اس کے پیٹ اور پشت پر سفیدی ہوتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے پیٹ اور پیٹھ پر سیاہی ہوتی ہے۔ عینی علی البخاری ص ۸۰ ج ۵ میں ہے الذی فی بطنہ وظھرہ سواد۔

ان تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اس کے پیٹ اور پیٹھ میں سفیدی ہوتی اور سیاہی بھی ہوتی ہے، شرارتی ہے، ستانے کے بغیر ستاتا رہتا ہے خصوصاً زخمی پشت جانوروں کو اور مرغی وغیرہ کے چھوٹے بچے شکار کیا کرتا ہے حالانکہ یہ صفتیں عقعق میں نہیں پائی جاتیں بلکہ عقعق کو عرفاً غراب (کوا) کہا ہی نہیں جاتا اور عقعق کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے۔ ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱، غنیۃ ذوی الاحکام ص ۲۵۱ ج ۱ میں ہے انہ لا یسمی غرابا، زیلعی ص ۶۶ ج ۲ میں ہے لا یسمی غرابا عرفا اور طحطاوی علی الدر ص ۵۳۲ ج ۱ اور شامی ص ۲۴۸ ج ۵ و شامی ص ۳۰۰ ج ۲ میں ہے و یعقعق بصوت یشبہ العین و القاف، غایۃ الاوطار ص ۱۷۷ ج ۴ میں ہے "اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے۔ قاموس اور تاج العروس ص ۱۸ ج ۷ یشبہ صوتہ العین و القاف اذا صات و بہ سمی لسان العرب، ص ۲۶۰ ج ۱۰ میں ہے وصوتہ العقعقۃ، منتہی الارب میں ہے، آوازش عین وقاف است، نیز شامی ص ۳۰۰ ج ۲ طحطاوی ص ۵۳۲ ج ۱ میں ہے طائر ابیض فیہ سواد و بیاض یعنی عقعق سفید پرندہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس پر سفیدی غالب ہوتی ہے

marfat.com

اس لئے بعض کہا، نیز ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱، زیلعی ص ۲۹۶ ج ۲ میں ہے لا یتبدی بالاذی، مبسوط ص ۲۹۲ ج ۲ میں غالباً کا اضافہ فرمایا جو موضحِ مراد ہے یعنی عقعق کو ستایا نہ جائے تو کسی انسان یا جانور کو عموماً ستاتا نہیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ کوا جو ہمارے ملک میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کائیں کائیں کرتا رہتا ہے عقعق نہیں کیونکہ عقعق بلا ستائے ستاتا نہیں اور اس کی عادت ہی ستانا ہے اور عقعق شرارتی نہیں اور یہ سخت شرارتی ہے، عقعق پر سفیدی غالب ہوتی ہے اور اس پر سیاہی غالب، اس کی آواز کائیں کائیں ہے اور اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے، اس کو کوا کہا جاتا ہے اور عقعق کو کوا نہیں کہا جاتا تو اس وشمس کی طرح نمایاں ہوا کہ یہ عقعق نہیں بلکہ غرابِ البقع ہے جو بحکمِ حدیث شریف فاسق ہے اور فقہائے کرام نے بھی اس کے فسق اور خبث کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے لہٰذا اس کا کھانا جائز نہیں۔

سب سے پہلے اس کے کھانے کے جواز اور ثواب ہونے کا فتویٰ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے دیا جس پر امام اہلِ سنت والجماعت اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے بکثرت سوالات گنگوہی صاحب کے نام بصیغہ رجسٹری ارسال کئے اور گنگوہی صاحب وصولی سے انکاری ہوئے تو اہلِ سنت والجماعت نے وہ سوالات چھپوا کر شائع کئے جو ۱۳۲۰ھ سے آج تک لاجواب ہیں جن کا نام "دفع زیغ زاغ" اور تاریخی نام "رامی زاغیاں" ہے۔

بہرحال جائز بنانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ اس کو عقعق بنا کر کھانے لگے حالانکہ یہ عقعق نہیں اور شاید یوں بھی اشتباہ لگا ہو کہ بعض کتبِ فقہ میں ہے انما یکرہ من الطیر مالا یاکل الا الجیف کہ پرندوں میں سے وہی مکروہ ہیں جو صرف مردار ہی کھاتے ہیں اور چونکہ یہ کوا صرف مردار ہی نہیں کھاتا بلکہ دانہ اور حلال گوشت بھی کھایا کرتا ہے تو شاید اس عبارتِ مذکورہ کی بنا پر اس کوے کو حلال وطیب سمجھنے لگے حالانکہ یہ قاعدہ سب پرندوں کے لئے نہیں بلکہ صرف ان پرندوں کے لئے ہے

marfat.com

جو ملحق بالخبائث نہیں اور اگر عام ہی مانا جائے تو لازم کہ یہ صاحبان شکرہ، باز، شاہین، چیل، گدھ وغیرہ کو بھی حلال بنادیں، یہ بھی ایسے پرندے ہیں کہ حلال گوشت بھی کھا لیا کرتے ہیں خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کو پنجرہ میں بند کر کے حلال گوشت ہی کھلایا جائے حالانکہ یہ پرندے کبھی حلال نہیں ہوسکتے" تو صاف صاف ثابت ہوا کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ اس عبارت میں "الطیر" کا لام لامِ عہدِ خارجی ہے اور مراد وہ پرندے ہیں جنکی حرمت شرعاً ثابت نہیں، چنانچہ فقہائے کرام نے اس قاعدہ کی کالدجاج (جیسے مرغیاں) فرماکر وضاحت کردی کہ جیسے مرغی کبھی کبھی نجاست کھانے کے باوجود بھی حلال ہی رہتی ہے یونہی یہ پرندے بھی اور جو مرغی صرف نجاست ہی نجاست کھانے لگے یا بکثرت کھائے کہ گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے تو ایسی مرغی جسے فقہائے کرام "جلّالہ" فرماتے ہیں مکروہ ہوجاتی ہے تو یونہی یہ پرندے بھی جب صرف مردار ہی مردار کھائیں، ان میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اور مکروہ ہوجاتے ہیں اور جس طرح مرغی جلّالہ کو بند کر کے پاک خوراک دی جائے اور بدبو زائل ہوجائے تو کراہت زائل ہوجاتی ہے یونہی دوسرے حلال پرندوں کی کراہت بھی زائل ہوجاتی ہے اور جب حرام پرندوں میں یوں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا کہ پاک خوراک سے اگرچہ عمر بھر کھائیں، حلال ہوجائیں تو ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ عام نہیں، سب پرندوں اور سب کوؤں کو شامل نہیں، ان صاحبان سے پہلے قہستانی[1] بیچارے کو بھی یہی اشتباہ لگا کہ جامع الرموز میں لکھ بیٹھے لو اکل کل من الثلاثۃ الجیف والحب جمیعا حل ولم یکرہ یعنی اگر غرابِ البقع وغیرہ سب کوے مردار اور دانا اکٹھا کھائیں تو بلا کراہت حلال ہوجاتے ہیں۔

یہ صاحبان بھی اگر اسی اشتباہ میں ہیں تو قہستانی کی طرح کھل کر یہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے کہ غرابِ البقع چیل گدھ وغیرہ سب پرندے اصل میں حلال ہیں، کھانا چاہیں تو دانہ اور پاک

---

[1] یہ بیچارے سخت غیر معتمد ہیں، ان کے کسی ایسے قول کا کوئی اعتبار نہیں کما حررہ الشامی فی رد المحتار والرسائل الثلاثین وغیرہ وغیرہ فی غیرہا ۱۲ منہ غفرلہ

گوشت کھلا کر ذبح کر کے کھا سکتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور ایک یہ اشتباہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب الذبائح میں بعض شراح نے لکھ دیا کہ غراب تین قسم ہے، ایک قسم وہ کوا ہے جو صرف مردار کھاتا ہے اور وہ نہ کھایا جائے، دوسرا قسم وہ کوا ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ کھایا جائے اور ایک قسم وہ ہے جو مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور وہ بھی حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک کھایا جاتا ہے اور وہ قسم عقعق ہی ہے، اس لئے کہ وہ مرغی کی طرح ہے۔ زیلعی ص ۲۹۵ ج ۵ میں ہے و الغراب ثلثۃ انواع نوع یاکل الجیف فحسب فانہ لا یؤکل و نوع یاکل الحب فقط فانہ یؤکل و نوع یخلط بینھما وھو ایضا یوکل عند ابی حنیفۃ وھو العقعق لانہ کالدجاج، تو وہ حضرات اس حصر وھو العقعق سے شاید یہ سمجھ بیٹھے کہ ہر وہ کوا جو مردار اور دانہ کھاتا ہے، عقعق ہے اور حلال ہے، بناءً علیہ اس کوے کو بھی عقعق سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ عقعق ہرگز ہرگز نہیں بلکہ غرابِ البقع ہے۔ ان حضرات نے و ھو العقعق تو دیکھ لیا مگر یہ نہ دیکھا کہ و الغراب ثلاثۃ انواع میں حصر نہیں اور نہ ہی یخلط بینھما میں حصر ہے بلکہ یہاں تو مردار اور دانہ دونوں کھانے والے کوے کا صرف ایک نوع بیان کیا گیا ہے جس کا نام عقعق ہے اور خوردنی ہے مگر دوسرے نوع کا یہاں ذکر نہیں جو غرابِ ابقع ہے اور نخوردنی نہیں جس کا ذکر کتاب الذبائح سے کتاب الحج میں گزر چکا چنانچہ زیلعی ص ۶۶ ج ۲ میں ہے و المراد بالابقع الذی یاکل الجیف او یخلط اور مبسوط ص ۹۲ ج ۴ وہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱، الجوہرۃ النیرہ ص ۲۱۵ ج ۱ میں ہے و النظم من الھدایۃ المراد بالغراب الذی یاکل الجیف و یخلط لانہ یبتدئ بالاذی اما العقعق فغیر مستثنی لانہ لا یسمی غرابا و لا یبتدئ بالاذی۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عقعق کے علاوہ بھی ایک ایسا کوا ہے جو

marfat.com

مردار اور دانہ کھایا کرتا ہے اور خبیث ہے، خود یہی حضرات غرابِ البقع کے ذکر کے بعد اما الخ فرما کر واضح کر رہے ہیں کہ غرابِ البقع عقعق کے علاوہ ہے اور عقعق نہیں؛ ہاں ان بعض شراح کی اس تقسیم مذکور میں ایسے کوّے کے متعلق بظاہر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ عقعق ہی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تاویل جو بیان کی گئی ہے، ضروری ہے تاکہ کلامِ شراح متون کے مخالف نہ ہو بلکہ خود بعض شراح ہی کا یہ کلام اپنے اس کلام (جو کتاب الحج میں ہے) کے مخالف نہ ہو، متون میں تو اس کے خلاف کا قطعاً ذکر ہی نہیں بلکہ کوّوں کے الگ الگ نام و احکام مذکور ہیں چنانچہ ان جانوروں میں جو خوردنی نہیں، غرابِ البقع کا ذکر بلفظ غرابِ البقع کے ساتھ ہی ہے جو اپنے اطلاق سے اپنے تمام افراد کو شامل ہے عام ازیں کہ وہ صرف مردار خور ہی ہوں یا مردار کے ساتھ دانہ بھی ملاتے ہوں البتہ بعض متون میں غرابِ البقع کے بیان میں ہے الذی یاکل الجیف مگر اس سے صرف مردار خور ہی مراد لینا درست نہیں کہ اس میں کوئی کلمہ حصر نہیں جو مفیدِ صراحت ہو لہذا غرابِ البقع کے وہ افراد جو مردار اور دانہ دونوں کھاتے ہوں، ان پر بھی یاکل الجیف صادق ہے تو وہ بھی خوردنی نہیں ہوں گے چنانچہ الجوہرۃ النیرہ ص ۲۷۹ ج ۲ میں قدوری کے قول ولا یوکل الابقع الذی یاکل الجیف کی شرح میں فرمایا وکذا کل غراب یخلط الجیف والحب لا یوکل، اور قبل ازیں روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکا کہ وہ بھی بحکمِ حدیثِ صحیح اور آیتِ پاک خوردنی نہیں، ان کے خبث کے اظہار کے لئے مردار خوری کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ وہ خوردنی نہیں لہذا دانہ کی ملاوٹ کا کوئی اعتبار نہیں کہ حرام جانور دانہ کھانے سے حلال نہیں ہو سکتا، خنزیر وغیرہ کافی حرام جانور ہیں جو دانہ وغیرہ پاک چیزیں بھی کھاتے ہیں، اس پاک کھانے سے وہ حلال نہیں ہو سکتے بنائے علیہ اس ملاوٹ دانہ کے ذکر میں کوئی فائدہ نہ تھا لہذا یاکل الجیف پر ہی اکتفار کیا گیا بخلاف عقعق کے کہ وہ خوردنی ہے تو اس کا کوئی فرد بھی جو صرف مردار ہی کھاتا ہو کہ گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے تو جلالہ

marfat.com

ونجاست خور) کی طرح خوردنی نہیں رہے گا لہٰذا اس کے بیان میں دانہ ملانے کا ذکر بھی ہوا کہ اس ملاوٹ کی صورت میں گوشت بدبودار نہیں ہوگا جس طرح کہ اکثر مرغیاں پلید خوراک کے ساتھ دانہ بھی کھاتی ہیں اور ان کا گوشت بدبودار نہیں ہوتا لہٰذا زیلعی وغیرہ میں (فانہ کالدجاج اکہ وہ مرغیوں کی طرح ہے) فرما کر وضاحت فرما دی۔ بہر حال متون سے روزِ روشن کی طرح یہ ثابت ہے کہ غرابِ البقع دانے کی ملاوٹ کی صورت میں بھی خوردنی نہیں تو اس تقسیم بعض شراح کی یہ تاویل مذکور اگر تسلیم نہ کی جائے تو وہ خود اپنے ہی بیان کتاب الحج کے ساتھ تعارض کی وجہ سے ساقط الاعتبار بنے گی اور حکم متون اپنی جگہ قائم رہے گا، دوسرے بالفرض اگر کلامِ شراح متعارض نہ بھی ہوتا تب بھی متون کے مقابلہ میں قابلِ اعتبار نہیں کہ متون چونکہ بیانِ مذہب کے لئے موضوع ہیں لہٰذا شروح سے مقدم ہیں۔ شامی ص ۶۶ ج ۱ میں ہے ان مافی المتون مقدم علیٰ مافی الشروح، خصوصاً یہاں تو اس حکمِ متون کی تائید حدیث صحیح مشہور ومسند ومرفوع سے ہو رہی ہے جس کا ذکر مسلم شریف سے سن چکے اور ہمارے امامِ اعظم کے ساتھ اس کی تحریم میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہا بھی متفق ہیں چنانچہ میزانِ شعرانی ص ۶۱ ج ۲، رحمۃ الامہ ص ۱۷۱ ج ۱ میں ہے، والنظم منہا اتفق الائمۃ الثلاثۃ ابو حنیفۃ والشافعی واحمد علیٰ تحریم کل ذی مخلب (الیٰ ان قال) والغراب الابقع۔

الحاصل یہ کہ یہ کوا خبیث ہے اور بحکم آیت وحدیث اس کا کھانا جائز نہیں جلیل القدر صحابہ اور تابعین تعجب کرتے ہیں کہ ایسے گندے پرندے کو کون کھا سکتا ہے۔ ائمہ ومشائخ کرام کے نزدیک بھی خوردنی نہیں تو عاقل کا کام نہیں کہ کسی مُتَفَقِّہ کے ایسے متفکہانہ کلام سے جو محتمل اور مأوّل ہو، دھوکا کھائے یا کسی نا اہل کے کلام کو دلیل بنائے اور ایسے گندے اور موذی جانور کو منہ لگاتے ہوئے نہ شرمائے۔

تعجب کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک اس گندے پرندے کا کھانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ باعثِ ثواب ہے چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ ج ۲ میں ہے:۔

marfat.com

(سوال)

مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

الجواب

ثواب ہوگا۔ فقط

رشید احمد

افسوس کہ اس کے کھانے کا عدمِ جواز تو قرآنِ کریم، حدیث اور صحابہ کرام وائمۂ قدیم و حدیث کے بکثرت اقوال اور فتووں سے ثابت ہے مگر جواز کی دلیل فقط رشید احمد ہے، تو آنکھیں بند کر کے کوے کے کباب اور شوربے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں حالانکہ انصاف کا تقاضا یقیناً یہ ہے کہ انسان اس کے نزدیک ہی نہ جائے چنانچہ دیوبندیوں میں سے جو محتاط ہیں وہ عدمِ جواز کے قائل ہیں، چنانچہ ان کے مشہور استاذِ کبیر مولوی ابوسعید غلام مصطفٰے سندھی قاسمی اپنے حاشیۂ قدوری مطبوعہ اصح المطابع کراچی کے ص ۲۲۰ میں لکھتے ہیں:

اعلم ان الغراب الذی یقال لہ کوا فی الھندیۃ "وکان" فی السندیۃ فنص علی حرمتہ رأس المحققین المخدوم محمد ھاشم السندی التتوی فی رسالۃ فاکھۃ البستان۔

اور ان کے نہایت ہی بلند پایہ مسلم محقق مولوی محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی، فیض الباری شرح صحیح بخاری کے ص ۳۳۱ میں فاسق جانوروں کے بیان میں کہتے ہیں:۔

وھو عندی قید اتفاقی فان الغراب من المؤذیات شرعا کیف کان۔

بہرحال ماہِ نیم ماہ اور مہرِ نیمروز سے بھی زیادہ واضح ہوا کہ اس کوے کا کھانا جائز نہیں اور یہ حقیقت تو ہر عقلمند پر واضح ہے کہ ناجائز کام کرنے پر ثواب نہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالٰی علٰی

marfat.com

سیدنا محمد وآلہ واصحابہ کلما قرء سوال وحرر جواب۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ زید امام مسجد نے طوطا کو حلال سمجھتے ہوئے کھالیا، اب گاؤں والے کہتے ہیں، چونکہ طوطا حرام ہے لہذا زید کی امامت جائز نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ طوطا پنجے سے کھاتا ہے اور جو پنجے سے کھائے وہ حرام ہے اور دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے حلال سنا ہی نہیں، تو کیا طوطا واقعی حرام ہے اور زید کی امامت جائز نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل: ولی محمد از ہریکے ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

قواعد وضوابطِ شریعتِ غرا کی رُو سے طوطا حلال ہے کہ ایسا پرندہ جس میں بہنے والا خون ہو اس کی حرمت ان دو چیزوں سے ثابت ہوتی ہے چنگل سے شکار کرنا یا مردار خور ہونا، فتاوٰی عالمگیری ص ۵،۷ ج ۴ مالہ دم سائل کے بیان میں ہے وکل ذی مخلب من الطیر، نیز اسی میں ہے وکل ذی مخلب من الطیر وما اکل الجیف وبہ ناخذ ونحوہ فی الخانیۃ ص ۵۲،۷ ج ۴ والدر المختار ورد المحتار للشامی ص ۲۶۵، ۲۶۶ ج ۵ وتکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۱، ۱۷۲ ورمز الحقائق ص ۳۴۶ وھو المفھوم من المتون الموضوعۃ لنقل المذاھب کالکنز وغیرہا، غنایہ شرح ہدایہ ج ۸ ص ۴۱۹ میں ہے واصل ذلک ان کل ما یاکل الجیف فلحمہ نبت من الحرام فیکون خبیثا عادۃ بلکہ ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام شافعی، امام احمد علیہم الرحمہ کا مجمع علیہ مذہب یہی ہے، میزان شعرانی

marfat.com

ج ۲ ص ۶۱، رحمۃ الامۃ ج ا ص ۱۷۱ میں ہے والنظم من ذی الرحمۃ واتفق الائمۃ الثلاثۃ ابوحنیفۃ والشافعی واحمد علی تحریم ذی مخلب من الطیر یعدو بہ علی غیرہ کالعقاب و الصقر و البازی والشاھین وکذا مالا مخلب لہ الا انہ یاکل الجیف کالنسر الخ اور طوطا نہ چنگل سے شکار کرتا ہے اور نہ مردار خور ہے لہذا حلال ہے، عوام کا کہنا کہ پرندہ پنجہ سے کھانیوالا حرام ہے محض غلط ہے، وہ بیچارے ذی مخلب کا معنی نہیں سمجھتے، ذی مخلب کا معنی ہے مخلب والا اور مخلب اس دھاردار ناخن کا نام ہے جس کے ساتھ جانور شکار کرتا ہے، صراح ص ۲۷، منتہی الارب ج ا ص ۳۴۸، منتخب اللغات علی الغیاث ص ۴۸۴ غیاث اللغات ص ۴۵۸ میں ہے والنظم من الغیاث مخلب بکسر میم وسکون خائے معجمہ وفتح لام وبائے موحدہ چنگال مرغ شکاری الخ

ہمارے فقہائے کرام شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ نے ایسے بہترین انداز سے مسائل شرعیہ کا بیان فرما دیا کہ بفضلہ تعالیٰ ادنیٰ فہم مستقیم والا بھی نہیں بہک سکتا، ذو مخلب کی تفسیر در المختار و قریرہ الشامی ج ۵ ص ۲۶۵، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۰۴ میں ہے والنظم من السدی یصید بمخلبہ و نحوہ فی مجمع البحار ج ا ص ۳۶۳ - رمز الحقائق ص ۳۴۶، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۱ میں ہے و المراد بذی مخلب مالہ مخلب ھو سلاح لہ و نحوہ فی المغرب ج ا ص ۱۶۳ شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۵، فتاویٰ قاضیخان ج ۴ ص ۵۱۷، مبسوط امام سرخسی ج ۱۱ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من الشرح ذو المخلب طائر یختطف بالمخلب اور مبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۵، کفایہ ص ۴۱۸، عنایہ ۴۱۸ میں ہے والمراد بالمختطف مایختطف بمخلبہ من الھواء کالبازی والعقاب والشاھین، رمز الحقائق ص ۳۴۶، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۱، ہدایہ ج ۴ ص ۴۷۲، شامی ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے والنظم من الرمز ان المراد بذی مخلب ھو سباع الطیر و مثلہ فی دستور العلماء ج ۳ ص ۲۳۱ اور سبع کی تعریف ہدایہ ج ۴ ص ۴۷۳،

marfat.com

دستور العلماء ج ۲ ص ۲۳۲، شامی ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے والنظم من الهداية والسبع كل مختطف منتهب جارح قاتل عادة - فتاوٰی قاضیخان ج ۴ ص ۵۱۰، فتاوٰی عالمگیر ج ۴ ص ۵۰، والنظم للامام والطير الذى ليس له مخلب كالدجاج والحمام الخ۔

پھر ظاہر کہ مرغی، کبوتر وغیرہ کا پنجہ ضرور ہے مگر اس سے شکار نہیں کرتے لہذا ذی مخلب نہ ہوئے اور اگر عموم المجاز سے مخلب کا معنی پنجہ لیا جائے تب بھی مدعا ثابت کہ مشائخ کرام نے تفسیراتِ مذکورہ سے مقید فرما دیا اور ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۳ کفایہ ج ۸ ص ۱۸، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۱، رمز الحقائق ص ۳۴۶، دستور العلماء ج ۳ ص ۲۳۲ میں ہے والنظم من الرمز والتكملة المراد بذى مخلب هو سباع الطير لا كل ماله مخلب۔

رہا ان عوام کا حلال نہ سمجھنا تو یہ کوئی دلیل نہیں، ان بیچاروں نے تو بہت سے فرائض کا نام نہیں سنا ہوا، تو کیا وہ فرائض فرائض نہ ہونگے اور ہم نے تو بہت سے عوام سے سنا ہے کہ طوطا حلال ہے، عام عوام کی رسائی "انواع بارک اللہ" تک ہے اور اس میں حلال لکھا ہے۔

فتاوٰی عالمگیر ج ۴ ص ۵، حلال جانوروں کے بیان میں ہے الحمام اور درالمختار ص ۲۶۵، کفایہ ج ۸ ص ۴۱۸ میں ہے كالحمامة اور عربی میں حمام و حمامہ کبوتر اور ہر طوق دار پرندے کو کہتے ہیں۔ منتخب اللغات مع الغیاث ص ۴۳۴، غیاث اللغات بحوالہ منتخب اللغات و کنز و کشف و شرحِ نصاب و بحر الجواہر، زبدۃ الفوائد ص ۱۷۷ و ۱۷۸، منتہی الارب ص ۴۴۹، صراح ص ۴۵۹ میں ہے والنظم من الغياث حمامہ بفتح کبوتر و قمری و فاختہ و ہر مرغ طوق دار، اور طوطا بھی طوق دار ہے تو حلال ہوا، فتاوٰی برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں حلال جانوروں کے بیان میں ہے "وبچنیں ہر طوق دار کما فی خزانۃ المفتین بلکہ صریح طوطے کی تصریح بھی اسی صفحہ میں ہے" وبچنیں طوطی وعليه الفتوٰی، بلکہ ہمارے امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے ساتھ

سعه کما سیاتی انه المشهور عن الائمة الثلاثة ۱۲ منه غفرله

marfat.com

ائمۂ اربعہ سے حضرتِ امامِ مالک اور حضرتِ امامِ احمد بن حنبل علیہما الرحمہ بھی متفق ہیں بلکہ ایک قول میں امامِ شافعی بھی متفق ہیں، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۶۲، رحمۃ الامہ ج ا ص ۱۷۱ میں ہے والنظر من المیزان من ذٰلک قول الائمۃ الثلاثۃ فی المشھور عنھم انہ لاکراھۃ فیما نھی عن قتلہ کالخطاف (الی ان قال) والببغاء کما فی الغیاث والصراح ومنتھی الارب و منتخب اللغات والطاؤس مع قول الامام الشافعی فی اصح القولین انہ حرام ای والقول الاٰخر انہ حلال وکذا عد فی کتاب الفقہ المذاھب الاربعۃ الببغاء فی الطیور الحلال فی ج ۲ ص ۲ عند الائمۃ الثلاثۃ، اور جب طوطا حلال ہے تو زید بیچارے کا کیا جرم کر اسے امامت سے روکا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۶۸ھ / ۲۳-۱-۴۹

ذٰلک کذٰلک وانا مصدق لذٰلک

الفقیر زبیر احمد غفرلہ اللہ الاحد

ھٰذا الجواب عین الصواب والمجیب بفضل اللہ مصیب ومثاب۔

ابوالضیاء محمد باقر النوری القادری الاشرفی
مدرس دار العلوم ہذا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین دریں مسئلہ آیا طوطا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

طوطا حلال ہے، قرآنِ کریم میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور یہی احادیث شریفہ اور قواعد وضوابطِ شرعیہ سے ثابت ہے اور پھر اس کی صاف صاف تصریح ہے میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۶۲ اور رحمۃ الامہ ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے والببغاء یعنی طوطا حلال ہے، فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے "وہمچنیں طوطا وعلیہ الفتویٰ"

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۴ ارصفر المظفر ۱۳۸۹ھ ۳۰.۵.۶۹

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ حضرت مولانا فقیہ اعظم مدظلکم

بعد از آداب عرض ہے، مزاج شریف!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! یہاں موضع کھجور والا میں دو آدمیوں کے درمیان طوطا کے متعلق جھگڑا ہے، ایک شخص کہتا ہے کہ طوطا ذبح کر کے کھانا حرام ہے لیکن دوسرا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ طوطا کھانا حلال ہے، از راہِ کرم نوازی اس مسئلہ سے مطلع فرمائیں، مہربانی ہوگی، تحریری جواب لکھ بھیجیں۔

محمد شریف بقلم خود

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جناب سردار صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، :- مزاج گرامی!

طوطا شرعاً حلال ہے، فتاویٰ برہنہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور قواعدِ مذہبیہ سے بھی یہی ثابت ہے، پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ حلال نہیں مگر طوطا شکار نہیں کرتا اور حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاً نور وآلہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ، از بصیر پور

۲۷ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ ۸/۱۸ ۷۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ طوطا حلال ہے یا حرام؟

سائل: شیخ غلام محی الدین از منڈی بصیر پور ۶/۶ ۷۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

طوطا، قواعد وضوابطِ شریعتِ پاک کے رو سے بلاشبہ حلال ہے اور حضرتِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بکثرت دیگر ائمہ کرام کے نزدیک بھی حلال ہے، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۶۲، رحمۃ الامہ ج ا ص ۱۷۱ میں ہے والنظم من المیزان

marfat.com

من ذٰلك قول الائمة الثلاثة فی المشھور عنھم انہ لا کراھة فیما نھی عن قتلہ کالخطاف (الی ان قال) والببغاء[1]۔ فتاوٰی برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے "وہمچنیں طوطی وحلیہ الفتوٰی" بلکہ فقہ کی مشہور پنجابی کتاب انواع بارک اللہ کے ص ۳۸۵ میں بھی جائز لکھا ہے اور یہ بڑا مشہور مسئلہ ہے کہ طوطا حلال ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یہ مختصر جواب ہے اور پوری تفصیل فتاوٰی نوریہ میں ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۲۰۔۶۔۶۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین دریں مسئلہ کہ مسمّٰی زید نے بکر کو کہا کہ بی بی فاطمۃ الزہرا خاتون جنت نے بوجہ ایام ماہواری اپنی چادر جو کہ خون آلود تھی، رکھی تھی تھوڑی دیر کے بعد جب اٹھائی تو خرگوش بھاگ نکلا، یہ خرگوش بی بی صاحبہ کے حیض کے خون سے پیدا ہوا، ازیں وجہ ہم اہلِ شیعہ اسے حرام سمجھتے ہیں، بکر نے کہا کہ میں اپنے علمائے کرام اہلِ سنت سے دریافت کرونگا، یونہی تسلیم نہیں کر سکتا، پھر بکر جو کہ اہلسنت والجماعت کا آدمی ہے، اٹھ کر دوسرے آدمی کو کہا، پھر دوسرے نے زید سے تین بار دریافت کیا کہ کیا تو نے ایسے الفاظ کہے ہیں؟ زید نے کہا ہاں کہے ہیں، تین بار تکرار کیا کہ اس اثنا میں تین گواہ بھی موجود تھے اور خود زید بھی اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے، کیا ایسے آدمی کے لئے جو بتول بی بی پر یہ داغ لگائے کوئی تعزیر ہے یا نہ؟ اگر ہے تو کیا؟ بینوا توجروا۔

---

[1] طوطا ۱۲ غیاث وغیرہ منہ

۲۔ اکرم کا مکان تیار ہو رہا تھا، راج اور مزدور کام کر رہے تھے، اسلم نے آکر کہا کہ اکرم کبھی کسی کی روٹی کا خرچ برداشت نہیں کرتا تھا، آج موقعہ دیا ہے، اکرم نے ہنس کر جواب دیا کہ اللہ ربی کا کرم ہے، رمضان شریف ہے، اب بھی ایک وقت کا کھلاتا ہوں، اسلم نے بگڑ کر کہا تیری لڑکی سے بدفعلی کروں اور ......ؔ اکرم نے بھاگ کر اسلم کے منہ پر ہاتھ دیا اور کہا کہ اے جاہل! یہ کیا کہا! چند گواہ بھی موجود ہیں، موافق شریعت کے حکم سے سرفراز فرمائیں۔

کاتب الحروف: لاشیٔ عبدالمجید مدرس پرائمری سکول سیٹھ نوازسنہ طولاں کوٹ ڈاک خانہ چوپارہ تحصیل پتہ ضلع مظفرگڑھ،

برادرِ خورد حاجی رشید احمد صاحب اوورسیر محکمہ انہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

خرگوش شرعاً حلال ہے، رب العلمین جل وعلا نے فرمایا خلق لکم ما فی الارض جمیعا یعنی تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا ان سب چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور چونکہ خرگوش بھی ارضی جانور ہے تو جائز ہوا کیونکہ اس آیت سے تمام ان چیزوں کا حلال ہونا ثابت ہے، جن کی ممانعت قرآنِ کریم یا حدیث شریف میں نہیں آئی پھر حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت قبول فرمایا صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۱ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حلال ہے۔

رہا مسمی زید شیعہ کا وہ چادر والا افترا کہ خرگوش خون سے پیدا ہوا ہے، یہ محض بے اصل اور بیہودہ بات ہے، آخر اس عقلمند کو یہ معلوم نہیں کہ بھیڑ بکری دنبہ وغیرہ جانور

ؔ یہاں اس خبیث نے وہی گالی (خاکش بدہن) محبوب اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے شانِ ارفع واعلیٰ میں بکی لمعاذ اللہ ثم معاذ اللہ! قلم وہ لکھ نہیں سکتا، اس لئے جگہ چھوڑ دی ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

مادہ منویہ سے پیدا ہوتے ہیں اور مادہ منویہ خون سے پیدا ہوتا ہے تو زید کے خیال سے تمام جانور ہی حرام ہونے چاہئیں۔

ہمارا اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام اہلِ بیت پاک ہیں اور جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے وہ ہمارے لئے تبرک ہے، پھر خون کی نسبت کرنا اور ایسے انداز سے بیان کرنا ادب کے خلاف ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک تو حضرتِ طیبہ طاہرہ زہرا اس خون سے مبرا تھیں، افسوس کہ یہ لوگ محبت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود محبت اور ادب کے خلاف حرکتیں کرتے ہیں، ایسے مفتری کذاب پر یقیناً تعزیر عائد ہوتی ہے جو واقعات کے مطابق حاکمِ شرع کی تجویز اور صوابدید پر موقوف ہے پھر اسلم کا بگڑنا اور بجناب ترین شرارت اور کفر وارتداد ہے جس میں کسی مسلمان کو قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں، جو ایسے بدگو کے کفر یا عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے شفاء شریف ج ۲ ص ۱۸۶ میں ہے واجتمعت الامۃ علیٰ قتل متنقصہ من المسلمین وسابہ قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا وقال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم، پھر اسی کے ص ۱۹۰ اور درر وغرر ج ص ۳۰۰، فتاوٰی خیریہ ج ۱ ص ۱۰۳، درالمختار اور شامی ج ۳ ص ۴۰ میں ہے اجمع المسلمون علیٰ ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل و من شك فی عذابہ وکفرہ کفر۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ شہنشاہِ کون ومکاں حبیبِ ربِ رحمٰن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکمِ اسلام اسے قتل کر دے، یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے، عوام الناس کا کام نہیں، البتہ اپنا پورا پورا اثر و رسوخ اور آئینی ذرائع سے ایسے شخص کو مجبور کر کے تائب بنانا اور اصلاح کرنا ہر ایک مسلمان کا

marfat.com

حق ہے اور ایمان کا تقاضا ہے نیز یہ بھی حق ہے کہ حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ ایسے بدخواہانِ ملک وملت کے لئے شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۴ ار شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۸ ۲/۶۴

الاستفتاء

السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے سارنگی بجایا تھا، وہ آدمی امام مسجد ہے، ایک آدمی کہتا ہے یہ سارنگی ورتنا حرام ہے، وہ آدمی حلال کہتا ہے اور یہ حلال ہے یا کہ حرام ہے، اس کو ورتے یا کہ نہ؟

موضع ابدال کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سارنگی حرام ہے، شامی میں ہے کالفارۃ والونغۃ ج ۵ ص ۲۶۵، تو ورتنے (استعمال کرنے) سے پرہیز کریں الا بشروط معلومۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ دار العلوم ہذا ۴ ربیع الاول شریف

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید عرصہ سے بیمار ہے، حکیم صاحب نے ایسی دوائی تجویز کی جس میں گُمّے کا گوشت پڑتا ہے، زید گُمّہ لے کر امام مسجد کے پاس دوائی کے لئے ذبح کرانے گیا، امام مسجد نے تکبیر پڑھ کر ذبح کر دیا۔ لوگ امام پر اعتراض کرتے ہیں کہ گُمّہ حرام ہے، اس پر کیوں تکبیر پڑھی؟ امام صاحب کہتے ہیں گمّہ آبی جانور ہے اور آبی جانور پاک ہوتا ہے اور بوقت ضرورت دوائی میں استعمال ہو سکتا ہے اور ضرورت مند بیمار کے سوا دوسروں کے لئے حلال نہیں اور حرام ہے، اس کا شرعی حکم بیان کریں، بینوا توجروا۔

السائل : رجب علی سیرا حصہ دار موضع کھگہ مہر شاہ
نشان انگوٹھہ سائل — ۵ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً واقعی وہ جانور جو خالص آبی ہیں، پاک ہیں، پانی میں مر جائیں تو پانی پلید نہیں ہوتا مگر مچھلی کے سوا سب حرام ہیں، ان کا کھانا جائز نہیں، یہ سمجھنا کہ ہر پاک چیز حلال ہے، غلط ہے، سم الفار پاک ہے مگر کھانا حلال نہیں، ہاں بیمار کے لئے شرعاً اس صورت میں اجازت ہے جب مسلمان، شرع کا پابند، بڑا حاذق اور ماہر حکیم یا ڈاکٹر کہے کہ اس کے سوا اس مرض کا کوئی علاج نہیں، اگر زید اس شرط مذکور کے ساتھ استعمال کرے تو کر سکتا ہے مگر کسی نیم حکیم یا نیم ڈاکٹر یا بے عمل حکیم کے بتانے سے حلال نہیں، یہ خیال رہے کہ لوگ بے پرواہی سے کسی غیر شرع بلکہ عیسائی وغیرہ کافر ڈاکٹروں کے کہنے یا نیم حکیم ڈھکے بازوں کے پیچھے پڑ کر حرام چیزیں کھانا شروع کر دیتے ہیں، یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں،

marfat.com

بہرحال بشرطِ مذکور کے ساتھ زہر بھی استعمال کر سکتا ہے اور پھر تکبیر کے ساتھ ذبح بھی کر سکتے ہیں کہ جان، جان پیدا کرنے والے کے نام پر بآسانی نکلے، یہ جانور بھی اسکی مخلوق اور اس کی تسبیح پڑھنے والے ہیں، شرعاً حرج نہیں، جو منع بتائے، دلیل لائے اور سند دکھائے، اگر ذبح نہ کریں جھٹکے کے طور پر ڈنڈا وغیرہ مار کر اور تکلیفیں دے کر ہلاک کریں تو کیا مسلمان پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ القادری ۵ رشوال المکرم ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم، مزاج گرامی! حسب الحکم حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی، ایک مسئلہ حاضرِ خدمت ہے، امید ہے کہ جلدی جواب سے نوازیں گے۔

مرغیاں ذبح کر کے پر اتارنے کے لئے سخت گرم پانی میں ڈالتے ہیں، انتڑیاں وغیرہ سب اس کے پیٹ میں ہی ہوتی ہیں، کیا اس سے مرغی مکروہ ہو جاتی ہے؟ اسکو کھایا جائے یا نہیں، تفصیل کے ساتھ جلد ہی تحریر فرمادیں، نیز صحت کے متعلق بھی تحریر فرمائیں۔

فقط والسلام

حبیب الرحمٰن قریشی او جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بعض صورتوں میں پاک تو بلا کراہت جائز اور بعض میں پلید تو ناجائز ہے،

marfat.com

دارالعلوم کا اجلاس دستار بندی کل صبح شروع ہو رہا ہے، مہمان آرہے ہیں لہٰذا تفصیل خود حضرت قاضی صاحب مدظلہم کتب مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸۶، غنیۃ المستملی ص ۲۰۵، بحر الرائق ج ۱ ص ۲۴۹، مراقی الفلاح اور حاشیۂ طحطاویہ ص ۹۲، در المختار اور حاشیۂ شامیہ ج ۱ ص ۳۰۹، حاشیۂ طحطاویہ ج ۱ ص ۱۶۳ نیز حاشیہ طحطاویہ ج ۱ ص ۱۶۴ کا ارشاد فلا اولیٰ قبل وضعها فی الماء المسخن ان یخرج ما فی جوفها و یغسل محل الذبح مما علیہ من دم مسفوح تجمد بھی قابلِ غور ہے اور مفید۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرتِ قاضی صاحب قبلہ سے بعد از سلامِ محبت و نیاز معروض کہ صحت بفضلہٖ وکرمہٖ تعالےٰ بہت اچھی ہے، البتہ اجلاس دستابندی کی وجہ سے فرصت اور کم ہوگئی ہے۔ بیرونِ ملک مبارک کام کا دورہ مبارک ہو۔

فتاویٰ نوریہ چونکہ غیر مطبوع اور صرف ایک ایک نسخہ ہی ہے لہٰذا باہر بھیجنا مشکل ہے، امید کہ معذور القصور فرمائیں گے۔ رقعہ مرسلہ جوابی لفافہ دفتر دار العلوم میں محفوظ ہے، ضرورت کے وقت انشاء اللہ تعالےٰ استعمال ہوگا، ہاں ابھی خیال آیا کہ چونکہ آپ بیرونِ ملک تشریف لیجارہے ہیں اور واپسی کی تاریخ معلوم نہیں لہٰذا واپس بھیج رہا ہوں۔

والسلام مع الاکرام

دعاگو: ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۳۰-۱۰-۷۱

۱۱ شعبان المکرم ۱۳۹۱ھ

الاستفتاء

میں نے آج ہی سنا ہے کہ انڈا عورت نہیں توڑ سکتی اور آدمی انڈہ توڑتے

marfat.com

وقت تکبیر نہ پڑھے تو وہ کھانا جائز نہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟ تکلیف کا شکریہ!

جہاں خاں اسٹیشن ماسٹر از اسٹیشن بصیر پور ۲۸/۸/۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: یہ محض جہلا کا افترا ہے کہ انڈے کو جانور کا حکم دیتے ہوئے تکبیر اور وہ بھی مرد کی زبان سے ضروری تصور کرتے ہیں پھر خود ہی اسکا خلاف بھی کرتے ہیں ورنہ دھار دار آلہ اور رگوں کا کاٹنا بھی شرط کرتے، انڈا عقلاً عرفاً شرعاً بے جان شے ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی (پارہ سوم) اس بے جان سے انڈا بغیر مراد ہے اور بے جان کے لئے ذبح نہیں، تو تکبیر ضروری نہ رہی اور یہ بھی افترائِ جہال ہے کہ عورت کا ذبح جائز نہیں، کتبِ فقہیہ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیث شریف سے ثابت ہے اور ثابت بھی نہایت نمایاں طور پر ہے کہ عورت ایماندار باقاعدہ ذبح کرے تو جائز ہے، صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۸۲۷ وغیرہ میں بھی کافی حدیثیں موجود ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۲ شوال المکرم ۱۳۶۷ھ

marfat.com

قربانی

و

عقیقہ

marfat.com

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

— الکوثر

مع الغلام عقيقة فاهريقوا عنه دما

— الحدیث

marfat.com

تعارُف

مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں متعلقہ شرائط کے ساتھ بہ نیتِ تقرب ذبح کرنے کو شریعت میں اضحیہ یا قربانی کہتے ہیں۔

قربانی سُنّتِ ابراہیمی ہے، جسے اسلام میں باقی رکھا گیا۔ قربانی میں اصل چیز جذبہ ایثار اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ قرآنِ مجید میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے گوشت، پوست اور خون کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی بارگاہ میں تو تمہارے تقویٰ و پرہیزگاری کی قدر ہے۔

قربانی مقیم غنی کے لیے واجب ہے، قربانی کے جانوروں میں سے اونٹ پانچ سال، گائے، بھینس دو سال اور بکرا چھترا ایک سال سے کم عمر کا نہ ہو۔ دُنبہ بشرطیکہ فربہ ہو چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔

افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوبصورت، فربہ اور بے عیب ہو ——— معمولی عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں فقہاء کرام نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا عیب جو منفعت کو زائل کر دے یا جمال و زیبائی کو ختم کر دے، قربانی سے مانع ہے۔

قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا ہی لازم ہے، کوئی دوسری چیز اس کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ احکام شرعیہ سراسر حکمت پر مبنی ہیں۔

قربانی کا نفسیاتی اثر یہ ہے کہ انسان کے دل میں حرارتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے اور راہِ خدا میں اپنی عزیز سے عزیز متاع لٹا دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

---

marfat.com

بچہ پیدا ہونے پر بطور شکرانہ جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔

مذاہب اربعہ کے جمہور فقہا کا عقیقہ کے جواز پر اجماع ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عقیقہ کے جانور کے خون سے بچے کا سر آلودہ کر دیا جاتا تھا، اسلام نے جاہلیت کی یہ رسم ختم کر دی اور جانور ذبح کرنے کو برقرار رکھا۔

عقیقہ ایک مباح و مستحب فعل ہے، جسے قربانی کے وجوب کے باوجود باقی رکھا گیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ وجوبِ قربانی کے بعد کیا۔ کیونکہ قربانی پہلی یا دوسری صدی ہجری میں واجب ہوئی جبکہ امام حسن مجتبیٰ ۳ھ اور امام حسین ۴ھ میں پیدا ہوئے۔

عقیقہ ساتویں دن بہتر ہے، اگر ساتویں دن نہ کر سکیں تو جب چاہیں کیا جا سکتا ہے۔

عقیقہ کے لیے بھی وہی جانور ہیں، جو قربانی کے لیے مخصوص ہیں۔ قربانی کی گائے وغیرہ میں عقیقہ کا حصہ بھی رکھا جا سکتا ہے۔

مجموعی طور پر کتاب الاضحیہ والعقیقہ میں ۱۲۴ استفسارات ہیں۔

(مرتب)

marfat.com

کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ سال سے کم عمر بھیڑ یا مینڈھا قربانی کے قابل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: مختار احمد از محلہ سید علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

متون وشروح وفتاویٰ فقہ حنفیہ میں مصرح کہ سال سے کم عمر ضأن کا جذع جو جسیم ہونے کی وجہ سے سال بھر والوں میں مل جائے، جائز ہے اور ضأن کا اطلاق جنس بھیڑ اور دنبہ دونوں پر آتا ہے مگر درالمختار ج ۵ ص ۲۸۱ اور شرح الوقایہ ص ۳۳۵ مع چلپی مجتبائی میں ہے والنظم للصدر والضأن ما لہ الیۃ یعنی ضان سے مراد وہ ضان ہے جس کی چکی ہوتی ہے، تو ثابت ہوا کہ وہ حکمِ جواز خاص دنبہ میں ہے، بھیڑ اور مینڈھے میں نہیں، منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ا ص ۲۳۵، شامی ج ا ص ۱۹۷ میں ہے اذا صرح بعض الائمۃ بقید لم یرد عن غیرہ منھم تصریح بخلافہ یجب ان یعتبر، شامی ج ۲ ص ۱۰۶ ان الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب اور یہ پر ظاہر کہ احتیاط اس میں ہے کہ بھیڑ اور مینڈھا سال سے کم عمر قربانی نہ کیا جائے کہ خروج عن العہدہ متیقن ہو۔

فاللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی

marfat.com

حبیبہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفسار

سائل نے زبانی سوال کیا کہ چھترا ششماہہ قربانی بن سکتا ہے اور ایک مولوی صاحب کا فتویٰ جواز بھی پیش کیا۔ (اور وہ یہ ہے)

سوال

دنبہ اور مینڈھا یعنی چھترا خواہ مذکر ہو یا مؤنث، یہ ہر دو اصناف چھ ماہ کے قربانی جائز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب

دنبہ اور مینڈھا ہر دو چھ ماہ کے قربانی کرنے جائز ہیں، اسمیں حنفی مذہب کے رُو سے کسی قسم کا اختلاف نہیں، حوالہ صح الجذع من الضأن الجذع شاۃ لہا ستۃ اشھر (ترجمہ) درست ہے قربانی کرنی بھیڑوں سے جذع کی، اور جذع کی تفسیر خود صاحب شرح وقایہ نے کی ہے، چھ ماہ کی عمر کا جائز ہے۔

عبدالرحمٰن عفی عنہ مستند دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حسب تصریحاتِ فتاویٰ و شروح و متونِ معتبرۂ مذہبِ مہذبِ حنفیہ ثنی سے کم عمر جانور قربانی کے قابل نہیں، ماسوا ضأن کے کہ اس کا جذعہ بھی جائز ہے بشرطِ فربہی خاصہ مگر جذع کی تفسیر میں اختلاف ہے، محدثین اور اہلِ لغت کے نزدیک سال سے پہلے جذع نہیں ہو سکتا کما بین فی فتح الباری والعینی شرح البخاری وغیرھما من اسفار الشروح واللغات المعتبرۃ اور ہمارے

احناف کے تو کئی مختلف اقوال ہیں کما بین الشامی وغیرہ اور ضان کا اطلاق گو چھترے پر بھی ہو سکتا ہے مگر اس ضان مستثنیٰ کو فقہائے کرام نے مخصوص و مقید فرمایا تو یہ چھترے کو شامل نہ ہوگا چنانچہ شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۴۸ منح سے شامی ج ۵ ص ۲۸۱ طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴ منح و مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام سے فتاویٰ مولانا عبدالحی ج ۲ ص ۳۱۷ تکملہ سلطان الفقہ ص ۱۴۱ میں شامی اور غایۃ الاوطار سے ہے والنظم من شرح الوقایۃ والضأن ما تکون لہ الیۃ یعنی ضان سے مراد وہ ہے جس کی چکی ہوتی ہے تو بھیڑ چھترا کا استثنا نہ ہوا کہ ان کی چکی نہیں ہوتی، تو اگر جذع کی تفسیر احناف پر اعتبار ہے تو ضان مستثنیٰ کا معنی بھی احناف ہی سے دریافت کریں ورنہ اہل لغت و محدثین تو جذع سال سے کم عمر کو نہیں کہتے۔

نہایت تعجب ہے کہ مولانا صاحب نے جذع کی ایک تفسیر تو شرح الوقایہ سے نقل کی اور اس کے بالکل ساتھ ملی ہوئی تفسیر الضأن کی چھوڑ دی، یہ تغافل یا تکاسل یا تساہل وہ بھی عند الافتاء کب جائز ہو سکتا ہے، پھر اس پر دعویٰ عدم اختلاف جو وسعت نظر پر مبنی ہو موجب از دیاد تعجب ہے اور ایسے ہی شاۃ کا ترجمہ بھیڑ بھی محض ایجاد فی اللغۃ ہی ہے۔ الحاصل احتیاط و تحقیق یہ ہے کہ بھیڑ یا چھترا سال سے کم عمر کا قربانی نہ کیا جائے ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبرہان۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا کیا حکم ہے دنبہ عمر کتنی کا ہوئے اور بھیڑ کی عمر کیا ہوئے اور بکری کی عمر کتنی ہوئے (جواب و اجر ملے گا)

مولوی غلام صابر بقلم خود سکنہ بھیلروں

ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ 19.9.51

marfat.com

(نوٹ) سائل نے اس سوال کے متعلق سید محمود احمد شاہ صاحب خطیب بیجاپوری کا فتویٰ جواز بھیڑ مشابہ بشرط اختلاط باحوائج خاصہ بھی پیش کیا اور زبانی بھی بیان کیا کہ بھیڑ اور چھترا مشابہ کے متعلق جھگڑا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بکری بھیڑ دنبہ قربانی کے لئے سال یا سال سے زیادہ عمر کے چاہیئے البتہ دنبہ کا بچہ جو بوجہ فربہی سال والوں میں مختلط ہو جائے اور چھ ماہ یا زیادہ کا علی اختلاف الاقوال کا ہو تو جائز ہے، بعض احباب زماں بھیڑ اور چھترے کے متعلق بھی یہی سمجھ گئے مگر انہیں غور کرنا چاہیئے کہ گو لفظِ ضأن از روئے لغت بھیڑ دنبہ دونوں پر بولا جاتا ہے مگر اس مسئلہ میں ہمارے حضرات احناف نے لفظِ الضأن معرف بلام العہد سے تعبیر فرمایا ہے کمافی عامۃ المعتبرات، بلکہ یہ بھی تصریح فرمادی کہ یہ معرف و معہودہ ضأن ہے جس کی چکلی ہوتی ہے، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸ منح اور مفاتیح الجنان سے مولانا عبدالحی مرحوم کے فتاویٰ ج ۲ ص ۳۱۷ میں ہے الضأن ماتکون لہ الیۃ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ ضأن جذع از روئے لغت وہ ہے جو پورے سال کا ہو چکا ہو، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے فی اللغۃ ماتمت لہ سنۃ، بلکہ صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج ۱ ص ۱۵۱ وغیرہا میں ہے والنظم من الصراح آنچہ بسال دوم درآمدہ باشد از گوسپند ومثلہ فی المغرب ج ۱ ص ۸۰، والکنایۃ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ فتح الباری علی البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی علی البخاری ج ۱۰ ص ۶۱ میں ہے من الضأن مااکمل السنۃ وھو قول الجمہور البتہ ہمارے اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک جذع سال سے کم ہوتا ہے مگر کتنا کم؟ اس میں متعدد قول چھ ماہ سے

marfat.com

دس ماہ تک ہی کما بسط الشامی وغیرہ تو اگر مسئلہ معہودہ میں غیر مقلد حضرات ضأن کے متعلق ہمارے حضرات احناف کی قید لام عہد اور رسالہ الیسۃ کا اعتبار رد کرتے ہوئے دنبہ اور بھیڑ دونوں کا حکم ایک ہی سمجھیں تو جذع کا معنی بھی وہی لیں جو لغوی اور جمہور کا قول ہے یعنی سال بھر کا تو اس صورت میں بھی ہمارا مدعیٰ احناف ثابت ہے کہ بھیڑ اور چھترا سال کا چاہیئے اور یہ جائز نہیں کہ ضأن کے متعلق تو ہمارے حضرات کی قید نہ مانیں اور جذع کے متعلق مانیں کہ یہ تلفیق اور بعید از تحقیق ہے ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبراھین والانصاف۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر غفرلہ ۸ ذوی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں :

۱۔ قربانی کا جانور بکری اور بھیڑ اور دنبہ چکی والا تینوں کے لئے عند الحنفیہ شکر اللہ سعیہم ایک سال کا ہونا ضروری ہے یا کہ ان تینوں سے کسی کا سال سے کم ہونا بھی کافی ہے، اگر سال سے کم ہونا کافی ہے، تو کیا بھیڑ مسئلہ قربانی میں بکری کے حکم میں داخل ہو گی یا کہ دنبہ کے حکم میں۔

۲۔ ریڈیو کا اعلان جبکہ حکومت اسلامیہ کی طرف سے کرایا جائے تو کیا رؤیتِ ہلال میں یہ اعلان معتبر ہو گا یا نہیں ؟

۳۔ اگر امام لاؤڈ سپیکر کا سپیکر فون سامنے رکھ کر قرأت پڑھے اور تکبیر و تسمیع وغیرہ اسی میں ادا کرے تو کیا مقتدیوں کی نماز اقتدا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

السائل : محمد عبد العزیز غفرلہ خادم مدرسہ عربیہ احیاء العلوم عظیم آباد بوریوالہ ضلع ملتان

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

۱؎ بکری، بھیڑ، دنبہ قربانی کے لئے سال یا سال سے زیادہ عمر کے چاہیے مگر دنبہ کا وہ بچہ جو بوجہ فربہی سال والوں میں مل جائے اور ہو بھی چھ ماہ یا زیادہ کا علیٰ اختلاف الاقوال تو جائز ہے اور چونکہ از روئے لغت کلمہ ضأن دنبہ، بھیڑ دونوں پر بولا جاتا ہے لہذا بعض احباب عموم سمجھ گئے حالانکہ ہمارے مشائخ احناف شکر اللہ سعیہم الجمیلہ اس مسئلہ کو الضأن معرف بلام العہد سے تعبیر فرمایا ہے کما فی عامۃ المعتبرات بلکہ نص فرمادی کہ اس معرف و معہود سے مراد وہ ضأن ہے جس کی چکی ہوتی ہے، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸، منح اور مفاتیح سے فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۳۱۷ میں ہے ماتکون لہ الیۃ بلکہ جذع ضأن لغت میں وہ ہے جو پورے سال کا ہو چکا ہو، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے فی اللغۃ ماتمت لہ سنۃ۔ بلکہ صراح ص ۳۰۴، منتہی الارب ج ۱ ص ۱۵۲ میں ہے والنظم من الصراح آنچہ بسالِ دوم در آمدہ باشد از گوسفند و مثلہ فی المغرب ج ۱ ص ۷۸، والکفایۃ علی الہدایۃ ج ۸ ص ۴۳۵ اور وہی ہمارے علاوہ جمہور مغتار کا قول ہے۔ فتح الباری علی البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی علی البخاری طبع قدیم ج ۱۰ ص ۱۶۱ اور طبع جدید ج ۲۱ ص ۱۴۶ میں ہے من الضأن ما اکمل السنۃ وھو قول الجمہور تو مسئلہ معہودہ میں اگر ہمارے احناف کی قید لام عہد اور نص ماله الیۃ کا[للعہ] اعتبار نہیں تو جذع کی تفسیر بھی وہی مانیں جو لغت اور جمہور کے نزدیک ہے یعنی سال بھر کا ہو ورنہ تلفیق بعید

سہ کما بسط الشامی وغیرہ ۱۲ منہ

للعہ یہ لفظ غیر مقلدین کے اختلاف کے لحاظ سے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

از تحقیق کا ارتکاب مستحسن نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ
وآلہ وصحبہ وسلم۔

۲ ہاں معتبر ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ بقاعدہ ثبوت شرعی کے بعد اعلان کیا جاتا ہے،
فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا
کان او فاسقاء شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فائر معتبر مانتے ہوئے فرمایا
وان کان صاحبہ فاسقا ج ۲ ص ۱۴۵۔ علمائے کرام نے علاماتِ ظاہرہ کا اعتبار
بلکہ موجب عمل قرار دیا، منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۷۰، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے
لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ
للعمل اور غائبین عن المصر کے حق میں بالخصوص بھی اعتبار فرمایا جیسا کہ منحۃ الخالق
کے اسی صفحہ میں ہے والظاھر وجوب العمل بھا علیٰ من سمعھا
ممن کان غائبا عن المصر کاھل القریٰ ونحوھا کما یجب العمل
بھا علیٰ اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت وجماعت نے بھی اسے قابلِ اعتبار و
اعتماد قرار دیا، رسالہ طرق اثبات الہلال ص ۲۲ میں ہے "حاکمِ شرع کے حضور
شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکمِ اسلام
اعلان کے لئے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں
کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ یہ تعمیم تو نہایت ہی مفید ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قدرے
تفصیل سے فقیر کا فتویٰ رضوان میں شائع ہو چکا ہے من شاء فلیطالع ولینصف
ولا یتعسف فان المتعسف لا یفیدہ شیٔ مفید۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

۳ واللہ تعالیٰ اعلم الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۴ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۸۱ھ

۱؎ اس وقت اس مسئلہ کی تحقیق نہیں ہوئی تھی لہذا یہ جواب دیا گیا بعد ازاں پوری تحقیق ہوئی تو جواز کا مفصل رسالہ "تکبیر الصوت" شائع ہوا اور وہی حق ہے ۱۲ منہ غفرلہ یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ حصہ اول میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (مرتب)

marfat.com

الاستفتاء

مخدومی و محترمی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ :- خیریت مابین نیک مطلوب !

یہاں بین العلماء نزاع واقع ہے کہ بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہارِ شریعت ص ۳۹ میں جائز کیا ہے اور زیور بہشتی میں پہلے جائز لکھ کر دوسرے ویدشی میں مشکوک قرار دیا، ردالمحتار میں فرمایا الجذعۃ من الضأن وھو مالہ الیۃ، برائے کرم واپسی ڈاک تحقیق انیق فرما کر مشکور فرمائیں، ہمارے ائمۂ کرام متقدمین اور ظاہر الروایت میں سے اگر کوئی تشریح ہے، لغت میں اور فقہ احناف میں کوئی فرق ہو، عالمگیری میں ہے یجوز الجذعۃ من الضأن خاصۃ، ردالمحتار میں ہے کہ یجوز الجذعۃ من المعز وغیرہ، اس "وغیرہ" سے کیا مراد ہے، بھیڑ شاۃ معز اور ضان میں سے کس میں شامل ہے اور پھر جذعہ میں بھی دار دنبہ مخصوص ہے یا کیسے ہے؟

عجلت میں ٹکٹ میسر نہ ہوئے لہذا تکلیف نظر انداز فرماتے ہوئے پہلی ڈاک میں جواب ارسال فرمائیں، والسلام۔ جملہ احباب کو السلام علیکم۔

محمد علم الدین مکان ۹ نزدیک ڈاکخانہ اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

مکرمی و محترمی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- عافیتِ دارین مطلوب !

آج جناب کا مرسلہ عنایت نامہ موصول ہوا، جواباً معروض کہ بھیڑ کم ازکم ایک سال کی ہونی چاہئے کہ گو لفظِ ضان ازروئے لغت بھیڑ اور دنبہ دونوں پر بولا جاتا ہے

marfat.com

مگر ظاہر یہی ہے کہ مسئلہ معہودہ میں دنبہ ہی مراد ہے کہ کتب معتبرۂ فقہیہ میں مصرح ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جس کی چکی ہوتی ہے، شرح وقایہ ج ۴ ص ۳۳۸، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے مالہ الیۃ مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ ج ۲ ص ۳۱۷ میں منح اور مفاتیح الجنان سے نقل فرماتے ہوئے اسی پر اعتماد فرمایا اور جن اصحابِ متون وشروح وفتاویٰ نے کوئی قید نہیں لگائی وہ بھی الضأن معرف بلام العہد ذکر فرما رہے ہیں کہ لامِ عہد کا اشارہ تعیین کردے بلکہ لفظِ جذع کی تفسیر میں ہمارے حضرات کے اقوال مختلف ہیں اور دوسرے جمہورِ فقہاء اور اربابِ لغت کے نزدیک تو جذع ضان سال سے کم ہو سکتا ہی نہیں، عنایہ علی الہدایہ، کفایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱، مغرب ج ۱ ص ۷۸، صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج ۱ ص ۱۵۲، میں ہے والمنظور للشامی فی اللغۃ ما تمت لہ سنۃ۔ فتح الباری شرح البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی شرح البخاری ج ۱۰ ص ۱۶ میں ہے ما اکمل السنۃ وھی قول الجمہور اور اس تفسیر سے ہی مدعیٰ واضح ہے کہ اس کی بنا پر تو دنبہ بھی سال ہی کا ضروری ہے اور اگر جذع کی تفسیر ہمارے فقہائے کرام سے لیں اور الضأن کے لامِ عہد اور قیدِ مالہ الیۃ (جس کی ہمارے حضرات نے تصریح فرمائی) کا اعتبار نہ کریں بلکہ لغت پر اعتماد کریں تو یہ تلفیق بعید از تحقیق ہے مگر مسئلہ میں زیادہ الجھنا بھی نہیں چاہئے کہ ایک ایسا فرعی مسئلہ ہے جس میں ہمارے علمائے عصر کا اختلاف آرہا ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات گو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ بالاتفاق بری الذمہ ہو جائے کم از کم سال کا ہو کہ اس کے جواز پر سب متفق ہیں ولا اعتبار لمن خالف من غیر نا مع قلتھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بصیر پور شریف

marfat.com

الاستفسار

مکرمی مولوی محمد نوراللہ صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم: مؤدبانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کا فتویٰ بھیجدیں، آپ کے پاس پہلے بھی دو عدد لفافے اسی مندرجہ ذیل مسئلہ پر ارسال کر چکے ہیں لیکن جواب سے محروم رہ گئے، دوبارہ نوازش نامہ ارسال ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ بھیڑ یا لیلا چھ ماہ کا کیوں نہیں جائز؟ اس جگہ ہمارے چک میں چھ مہینے کا جائز کرتے ہیں مہربانی کر کے اس کا فتویٰ بھیجدیں، فتویٰ باحوالہ واضح کر کے اور پورا صحیح صحیح لکھ کر بھیجدیں تاکہ ہم ان کو سمجھا سکیں۔

جواب جلد از جلد مطلوب ہیں، قربانی نزدیک ہے (فقط والسلام)

السائل: حافظ علی محمد، امام مسجد چک نمبر ۷/۱-ایل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حدیث شریف صحیح مسلم وغیرہ واکثر کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ جذع من الضأن جائز ہے، یعنی ضأن کا جذع جائز ہے اور لغت عرب میں ضأن دنبے اور بھیڑ دونوں کو کہا جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ضأن سے مراد کیا ہے تو شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے ماله الیۃ یعنی اس ضان سے مراد وہ ہے جس کی چکی ہوتی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے فتاوٰی ج ۲ ص ۲۱۷ میں منح اور مفاتیح الجنان سے بھی نقل فرماتے ہوئے اس پر اعتماد کیا، بنا بریں یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ظاہر یہ ہے کہ الضأن کے لامِ عہد کا اشارہ بھی اسی طرف ہے، اب جذع کے معنی پر بھی غور کرنا چاہیے تو اس میں ہمارے حضرات احناف کے بھی کئی قول ہیں جن میں سے ایک

marfat.com

یہ بھی ہے کہ ششماہہ کو کہا جاتا ہے حالانکہ لغتِ عرب میں جذع ضأن کا اطلاق سال والے سے کم پر ہو ہی نہیں سکتا، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، کفایہ علی الہدایہ ص ۴۳۵، شامی ج ۵ ص ۲۸۱، صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج ۱ ص ۱۵۲ میں ہے والنظم للشامی فی اللغۃ ماتمت لہ سنۃ، فتح الباری شرح البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی علی البخاری ج ۱۰ ص ۱۶۱ میں ہے ما اکمل السنۃ وھو قول الجمھور تو اگر جذع کا معنی ششماہہ لیا جائے جو ہمارے فقہائے کرام کے کئی اقوال سے ایک قول ہے تو الضأن کا معنی بھی ویسا ہی لینا مناسب ہے جو فقہائے احناف نے ہی متعین فرمایا ہے یعنی دنبہ کہ چکلی والا ہی ہوتا ہے اور اگر الضأن کا معنی عام لیا جائے کہ لغت میں بھیڑ اور دنبہ دونوں پر بولا جاتا ہے تو جذع کا معنی بھی لغت کا ہی لینا چاہیے یعنی سال بھر کا اور یہ نامناسب ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں فقہائے کرام کی ایک بات مان لی جائے اور دوسری کا انکار کیا جائے کہ یہ تلفیق ہے اور بعید از تحقیق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ   یکم ذوالحجہ ۹۲ھ

الاستفسار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مؤدبانہ التماس ہے کہ چھ ماہ کا چھترا (یعنی لیلہ بھیڑ کا) قربانی کے لئے جائز ہے یا کہ نہیں؟ ثبوت مع کتب حدیث دینا ہوگا یا فقہ کے مطابق۔ چھترا اور دنبہ میں فرق ہے یا کہ نہیں؟ یا یہ ایک ہی نسل میں سے ہیں؟ بہت جلدی جواب فرمائیں، نہایت ہی ضروری تاکید ہے آپ کی عین نوازش ہوگی، زیادہ آداب نیاز۔

السائل: الحقیر الفقیر خاکسار علی محمد نوری

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اس کا جواب بھی پچھلا جواب ہے مگر یہ اس سے زائد ہے تو ثابت ہوا کہ وہ ششماہہ ضأن جس کی قربانی جائز ہے، دنبہ کا بچہ ہے اور بھیڑ بکری کا بچہ کم از کم سال بھر کا چاہیئے، شامی ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے قید لانہ لا یجوز الجذع من المعز وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط، درالمختار میں ہے وحول من الشاۃ والمعز۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان، اور ایسے فروعی مسائل میں زیادہ الجھنا بھی مناسب نہیں وھو الھادی۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ قربانی کے لئے چھترے کی کتنی عمر چاہیئے؟ بعض لوگ ششماہ کا جائز کہتے ہیں، بینوا توجروا۔

سائل: محبوب عالم صاحب لوسن پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سال یا سال سے بڑا ہونا ضروری ہے کہ ثنی ہونا شرط ہے کما فی عامۃ معتبرات المذہب اور استثنائے جذع ضأن دنبہ کے ساتھ خاص ہے، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۸۳ اور منح سے شامی ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر

marfat.com

ج ۴ ص ۱۶۴ نیز منح ومفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام سے فتاویٰ عبد الحی ج ۲ ص ۲۱۷ مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش الخلاصہ ج ۴ ص ۱۳۰۷ میں بالفاظِ متقاربہ ہے ھو ماله الیۃ، کہ یہ ضأن جو شستماہہ جائز ہے، وہ ہے جس کی چکلی ہوتی ہے، شامی میں مزید افادہ فرمایا قید به لانه لا یجوز الجذع من المعز وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط قہستانی، یعنی یہ قید اس لئے لگائی کہ کسی اور قسم کا جذع بلا خلاف جائز نہیں تو جب جوازِ جذعہ (یعنی شستماہہ) چکلی والے کے ساتھ خاص ہوا تو چھترا شستماہہ جائز نہیں کہ دوسرے قسم سے ہے چکلی والا نہیں، اور چونکہ عربی میں چھترے کو بھی ضأن کہہ لیتے ہیں لہذا بعض احباب کو اشتباہ ہو گیا اور دونوں کو جائز کہہ دیا حالانکہ ذرہ تدبر وغور سے دیکھتے تو تصریحاتِ مندرجہ بالا سے حق واضح ہو جاتا، یہ تو نہایت نامناسب ہے کہ جذع کا معنی تو وہ لیا جو فقہائے کرام احناف نے بیان فرمایا اور ضأن اپنی طرف سے مطلق ہی رکھا، بعض کتاب کا ماننا اور بعض کا نہ ماننا بُرا ہے، اگر ضأن مطلق ہی رکھنا تھا تو جذع کا معنی بھی وہی کرتے جو جمہور نے کیا کہ پورے سال کا ہو تب بھی حق واضح تھا بلکہ بعض صحابہ کرام کے نزدیک تو اب مطلقاً جائز نہیں ویدل علیه ظواهر احادیث رواها مسلم وغیرہ اور بعض حضرات کے نزدیک مقید بالضرورۃ ہے کما یدل علیه حدیث جابر مرفوعا عند مسلم وغیرہ کذا فی فتح الباری وغیرہ، تو اتنے اختلافات کے ہوتے ہوئے احتیاط ضروری خصوصاً ان حضرات کے نزدیک جو عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔

الحاصل چھترا ایک سال کا ضرور ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه واله وصحبه وبارك وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفر لہ ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۶۹ھ

ذلك كذلك انا مصدق بذلك المذنب ابو الرضا محمد حسن علی عفی عنہ

marfat.com

﴿ جواب منجانب حضرت مولانا نصیر الدین صاحب نمبر دار رکن پورہ (نقل مطابق اصل)

الجواب

چھترا کی عمر ایک سال ہونی چاہیئے اور دنبہ کی عمر چھ ماہ ہے اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں ہے اور جو عام رواج ہے کہ قربانی میں چھترا چھ ماہ کا جائز، یہ غلط ہے، صرف دنبہ شش ماہہ جائز ہے نہ چھترا کیونکہ کہا ہے صاحب تنویر الابصار و درالمختار نے ویصح الجذع ذو ستۃ اشھر من الضأن قال صاحب الطحطاوی الضأن مالہ الیۃ یعنی جس کے واسطے چکی ہو اور چھترے کی چکی نہیں ہوتی مجلد الرابع مطبوعہ مصر ص ۱۶۴۔

نصیر الدین بقلم خود ازرکن پورہ

الاستفسار

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ سیدی جناب عالی قبلہ گاہ حضرت فقیہ اعظم پاکستان مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف!

خلاصہ آنکہ جزع من الضأن کے متعلق عرض ہے کہ آپ کا فتویٰ اس بارے میں کیا ہے، قبل ازیں شنید تھی آپکے فتویٰ بعدم جواز کی بغیر الیۃ بہارِ شریعت میں درالمختار کے حوالے سے بندہ نے جائز دیکھا ہے، الیہ کی شرط نہیں پس بندہ نے خود مندرجہ ذیل کتب میں الیہ کی شرط نہیں دیکھی لہذا مجھے شبہ ہوا کہ میرا مغالطہ نہ ہو، قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، شامی، عالمگیری، فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ سراجیہ (غیاث اللغات میں ضأن کا معنی میش ہے) ان تمام کتابوں میں الیۃ کی شرط نہیں اور کئی علمائے کرام جواز کے قائل ہیں، البتہ فتاوی عبدالحی میں منح الغفار شرح تنویر الابصار شرعۃ الاسلام، مفاتیح الجنان کے حوالے سے والضأن مالہ الیۃ ہے، حدیث شریف میں

marfat.com

تو کوئی اِلیہ کی شرط نہیں الا الجذع من الضأن اور ضأن کا معنی لغت میں میش ہے اور میش لغت میں بھیڑ ہی کو کہتے ہیں، یہ تو بندہ کی رائے ہے واللہ اعلم بالصواب۔

فتاوٰی عبدالحی میں فقہاء کا اصطلاحی معنٰی تحریر ہے جو مذکور ہوا، بدائع صنائع اور مبسوط میں نہیں مل سکی، جواب جلد ارسال فرمائیں تاکہ یہ مسئلہ غلط مشہور وہ ہو جائے تاحال تو ہم مانعین سے ہیں حالانکہ ظاہر کتب مستند سے کوئی شرط مذکور مستفاد نہیں۔

سعید احمد فضلی فاضلی طبوی ببدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

فرزند عزیز مولانا صاحبزادہ فضلی صاحب فضلہ اللہ بالتحقیق الانیق

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛۔

مولانا صاحب التحقیق یہ ہے کہ اس جزع من الضأن سے عند الفقہاء مَاَلہٗ اِلیۃٌ مراد ہے، رہا آپ کی تحقیق تو یہ بچپن ہی ہے کیونکہ شرح الوقایہ جلد چہارم ص ۳۷ اور درر الحکام شرح الغرر ج ۱ ص ۲۶۹، شامی ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، غایۃ الاوطار ج ۴ ص ۱۸۶ اردو ترجمہ در المختار میں ہے مالہ الیۃ اور شامی وطحطاوی نے حوالہ منح الغفار کا دیا ہے جو تنویر الابصار کی شرح خود مصنف علیہ الرحمہ نے کی ہے جو در المختار کا متن ہے حالانکہ در المختار میں صرف الضأن ہی ہے تو آپ نے در المختار کا کیوں ذکر کیا جبکہ الضأن بھیڑ اور دنبہ دونوں پر ہی بولا جاتا ہے تو الضأن کے لام عہد خارجی کا کیوں نہ خیال کیا حالانکہ سب فقہاء الضأن معرف باللام ہی لکھ رہے ہیں؛ بلکہ مبسوط ج ۱۲ ص ۱۰، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۷۰، عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۷ لیس من الضأن خاصۃ ہے تو آپ عام کیوں کر رہے ہیں، در المختار شرح ہے تنویر الابصار کی اور تنویر الابصار کے مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی شرح منح الغفار میں

marfat.com

فرمایا مالہ الیۃ تو اگر در مختار کے مصنف کو یہ پسند نہ تھا بلکہ حکم عام تھا تو رد فرما دیتے تو معلوم ہوا کہ ان کی نظر میں بھی صحیح ہے کہ یہ حکم "مالہ الیۃ" کا ہے اب اسکی دلیل کہ یہ منح الغفار میں ہے، یہ کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ ص ۲۸۱ اور علامہ طحطاوی علیہ الرحمہ ج ۴ ص ۱۶۴، حاشیہ در المختار میں حوالہ منح سے لکھتے ہیں "مالہ الیۃ" اور خود آپ نے فتاویٰ عبد الحی کا حوالہ بھی دیا ہے اور یونہی درر الحکام کے ج ۱ ص ۲۶۹ اور شرح وقایہ ج ۴ ص ۳۳۷ میں یہ تصریح کی ہے "مالہ الیۃ" مگر آپ کو نظر نہیں آیا تو یہ صرف آپ کی کمزوری ہے، مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا۔

پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جذع کی عمر شش ماہ صرف فقہائے کرام نے لکھی ہے باقی جمہور اور اہل لغت تو وہ کہتے ہیں کہ جذع من الضأن سال بھر کا ہوتا ہے چنانچہ شامی ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی ج ۴ ص ۱۶۴، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۴۵، کفایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، عینی علی الہدایہ ج ۴ ص ۱۸۴ والنظم للشامی لا ومنہ فی اللغۃ ما تمت لہ سنۃ، نہایہ اور عینی شرح البخاری ج ۲۱ ص ۱۴۶ میں ہے عند الجمہور الجذع ما تمت لہ سنۃ اور یونہی فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۔ تو اگر جذع من الضأن کی تفسیر میں "مالہ الیۃ" پسند نہیں تو جذع من الضان کی تفسیر میں فقہاء کرام کی تفسیر کا کیوں اعتبار کرتے ہیں؟ یہ بھی اہل لغت اور جمہور کی تفسیر مانیں کہ سال کا ہو، تو یہ ہمارے فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق درست ہے اور تلفیق ہرگز نہ کریں کہ بعید از تحقیق ہے اور یہ بھی سوچیں کہ اگر صرف لغت کے لحاظ سے ضأن عام مراد لے کر چھترا کریں تو قربانی بالاتفاق ادا نہ ہوگی جبکہ چھترا کی عمر سال نہ ہو تو شک میں ہرگز نہ پڑیں، انواع بارک اللہ ص ۳۸ میں خوب فرمایا ہے

بھیڈ قیاس دنبے نے کردے اکثر عالم بھائی

بعضے شرط کرن یک سالہ احوط اہیا بھائی

بلکہ صراح میں ہے "آنچہ بسال دوم درآمدہ باشد" اور یونہی منتہی الارب میں ہے، پھر آپکا یہ جبر دنی حکم کہ میش بھیڑ ہی کو کہتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟ منجد ضاد میں ہے

marfat.com

الضأن خلاف الماعز من الغنم اور یونہی سورۃ انعام کے والضأن ہے میں من الضان ہے
وہاں تفسیریں دیکھو ذوات الصوف ہوگا یعنی ضأن اُون والے جانور کو کہتے ہیں اور یہ تو
آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ دنبہ کی بھی اون ہوتی ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور یہ مسئلہ
فتاوٰی نوریہ قلمی جلد دوم میں ص ۷۰ ص ۸۴ ص ۸۲، ۸۳، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۲ تا ۲۰۹، ۲۱۰ میں
بالتفصیل ہے، آپ کئی سال یہاں رہے اور اتنا بڑا مغالطہ،

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہٖ
وصحبہٖ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۹ھ ۶ ۱۱/۷۹

الاستفتاء

جس جانور کی پیدائشی دُم نہ ہو، قربانی کے لئے اس کے جواز و عدم جواز
کے بارہ میں کوئی جزئیہ حضور کے پیشِ نظر ہو تو تحریر فرمائیں، فقیر نے موجودہ کتب
میں کافی تتبع تلاش کی ہے مگر کہیں نہیں پایا ہے۔

وانا العبد الضعیف ابو البیان غلام علی غفرلہٗ خادم الطلبہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ
جامع مسجد ستلج کاٹن ملز، اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

پیدائشی دم نہ ہونا ہمارے امام الائمہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مانع نہیں ہے،
شامی ج ۵ ص ۲۸۳ میں ہے ذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ انہ یجوز
خانیہ اور قاضی خاں ج ۴ ص ۳۴۸، علیہ الرحمہ فرماتے ہیں والشاۃ اذا لم یکن لھا

سے غیاث اللغات میں صوف کے متعلق ہے: موئے دنبہ و میش ۱۲ منہ غفرلہٗ
سے یہ تمام فتوے اسی جلد میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ (مرتب)

marfat.com

اذن ولاذنب خلقۃ یجوز قال محمد لایکون ھذا ولوکان لایجوز وذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ انہ یجوز اور قاضی خاں علیہ الرحمہ کا تقدیم یجوز دلیل ترجیح واختیار ہے کہ خطبہ میں تصریح فرما چکے ہیں وقدمت ماھو الاظھر وافتتحت بماھو الاشھر ولا یخفی ما فی حصر الاظھریۃ والاشھریۃ من التقویۃ وکلمۃ الشاۃ فی موضوع المسئلۃ لیست بقید بل علی دائب المشائخ فی سرد المسائل وذا ظاھر جدا علی خادم کلماتھم الطیبۃ طرا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی قادری حنفی بصیر پوری ۲ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

جناب مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ از طرف حافظ شاہ محمد

گزارش ہے آنجناب سے ایک مسئلہ ذبح قربانی بابت فتویٰ طلب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بکرا ہے جس کو مالک نے خصی کیا ہوا ہے اور اس کی انڈیں یعنی خائے چیرا چیر کر بدن سے علیحدہ کر کے پھینک دئے گئے، اب آپ سے امر طلب یہ ہے کہ وہ بکرا اب قربانی کے لائق ہے یا نہیں؟ بمعہ حوالہ کتب جواب سے مشکور فرمائیں۔

یعنی کئی علماء کرام سے پوچھا ہے سب علماء کرام اس مسئلہ قربانی کو جائز قرار دیتے ہیں مگر اسلام کی ساتویں کتاب میں مولانا مولوی غلام قادر بھیروی ایسی قربانی کو بالتشریح ناجائز یعنی منع فرماتے ہیں کیونکہ خائے بدن سے علیحدہ کئے گئے ہیں، اس واسطے ناجائز ہے، آپ مہربانی فرما کر پوری پوری تشفی مع حوالہ کتب کے تحریر فرما کر

marfat.com

ثوابِ دارین حاصل کریں، فقط

میرا پتہ یہ ہے:

ریاست بہاولپور ضلع بہاولنگر ڈاک خانہ فقیر والی چک ۱۳۷ ڈن ایل پاس حافظ شاہ محمد امام مسجد کو ملے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسا بچھڑا جو سوال میں مذکور ہے، قربانی کے لائق ہے، کنز الدقائق لاہوری ص ۳۴۸، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸، ہدایہ ج ۴ ص ۱۴۶، در المختار مع الشامی ج ۵ ص ۲۸۲، مبسوط ج ۱۲ ص ۱۱، فتاوٰی خیریہ ج ۲ ص ۱۷۶، خلاصۃ الفتاوٰی ج ۴ ص ۳۱۴، فتاوٰی عالمگیر ج ۴ ص ۸۰ والنظم من الخلاصۃ والذکر منہا افضل اذا کان خصیا، یعنی بھیڑ بکری سے نر بہتر ہے جبکہ خصی ہو کیونکہ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے، مبسوط میں ہے وکان ابراھیم یقول ما یزاد فی لحمہ بالخصاء انفع للمساکین مما یفوت بالانثیین اذلا منفعۃ للفقراء فی ذٰلک اور ایسے ہی اور معتبرات میں بھی ہے اور لغتِ عرب میں خصی کہتے ہی اسے ہیں جس کے خلئے نکالے گئے ہوں، منتہی الارب ج ۱ ص ۵۲۳ میں ہے: بخصی خایہ کشیدہ (ض) خصاہ خصاءً بالکسر خصی کرد، نیز اسی میں ہے: خصی کغنی خایہ کشیدہ، صراح ص ۵۴۷ میں ہے: خصار بالکسر والمد خایہ کشیدہ (ع خ ذ ک) خصی لغۃ منہ، دستور العلماء ج ۲ ص ۸۳ میں ہے من کانت لہ آلۃ قائمۃ ونزعت خصیاہ، حاشیہ شرح الوقایہ چلپی میں ہے ھو الذی اخرجت خصیاہ، عینی شرح کنز الدقائق میں ہے المخصی منزوع الخصیتین اور یہ تو بہت ظاہر کہ خایہ کھانے کے کام تو آتا نہیں، پھر ان کا نکال دینا یا مل دینا ایک ہی معنی پر ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں الموجوء الذی یلوی عروقہ فیصیر کالخصی

marfat.com

مبسوط سے سن چکے اذلا منفعۃ الخ۔

واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ تعالیٰ وصلی علی محبوبہ الاعلیٰ
وآلہ وصحبہ التقی۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ، ذوالحجۃ المبارکہ ۶۵ھ

الاستفتار

جناب حافظ محمد سعید صاحب سکھیر ازادت عنایاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: مزاجِ گرامی!

آپ کی طرف سے مسمی محمد حسین تیلی نے دریافت کیا کہ ایسی گلے جس کے تین تھنوں سے دودھ آتا ہے اور ایک تھن سے دودھ نہیں آتا اور مقدار میں بھی چھوٹا ہے، پیدائشی ایسا ہے، کٹا ہوا نہیں اور کوئی بیماری بھی نہیں تو کیا ایسی گلے کی قربانی ہو سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسی گلے کی قربانی شرعاً جائز ہے، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۱ میں ہے والتی لا ینزل لھا لبن غیر علۃ اور شامی ج ۵ ص ۲۸۳ میں ہے وذکر فیھا جواز التی لا ینزل لھا لبن من غیر علۃ، نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۰، ۸۱ میں ہے ومن الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضرعیھما بعدازاں فرمایا کل عیب یزیل المنفعۃ علی الکمال او الجمال علی الکمال یمنع الاضحیۃ وما لا یکون بھذہ الصفۃ لا یمنع تو ثابت ہوا کہ وہ گائے جائز ہے البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی ایسا چھوٹا عیب بھی نہ ہو۔

marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۳/۶/۷۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایسی گائے بکری جس کا سینگ مینگ تک ٹوٹ گیا یا مینگ بھی قدرے ٹوٹ گیا تو کیا وہ قربانی بن سکتی ہے؟ کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں کیونکہ بعض کتبِ فقہیہ میں ہے کہ سینگ مشاش تک ٹوٹ جائے تو جائز نہیں اور مشاش کا معنے سینگ ہے کما فی لسان العرب وتاج العروس۔

نوٹ: مینگ سینگ کا وہ اندرونی حصہ ہے جس پر سینگ غلاف کی طرح ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: محمد اجمل مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
مؤرخہ ۹ ذوالحجۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

مینگ بایں معنی سینگ ہی ہے جس کو عربی میں قرنِ داخل یعنی اندرونی سینگ اور اس کا غلاف بیرونی سینگ ہے جسے قرنِ خارج کہا جاتا ہے۔ لسان العرب ج ۷ ص ۱۵۵ اور ج ۲ ص ۴۸۵، قاموس اور اس کی شرح تاج العروس ج ۹ ص ۲۹، نعۃ اللغات ص ۵۷ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من اللسان العضباء المکسورۃ القرن الخارج والعضباء المکسورۃ القرن الداخل۔ صحاح ج ۱ ص ۱۸۳ اور لسان العرب ج ۱ ص ۶۰۹، قاموس اور تاج العروس ج ۱ ص ۳۸۷، مغرب ج ۲ ص ۴۷

میں ہے العضباء الشاۃ المکسورۃ القرن الداخل۔ ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ مینگ بھی سینگ ہی ہے اور سینگ کے متعلق علی الاطلاق کتبِ معتمدۂ مذہب مہذب ظاہر الروایۃ وغیرہا میں ہے کہ پیدائشی بے سینگ یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا جانور جائز ہے، کافی، مبسوط السرخسی اور شرح ج ۱۲ ص ۱۱ اور کافی ج سے فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۰، بدائع صنائع ج ۵ ص ۷۶، فتاویٰ امام قاضی خان ص ۳۴۹، ہدایہ ج ۴ ص ۴۳۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الھندیۃ ویجوز بالجماء التی لا قرن لہا وکذا مکسورۃ القرن کذا فی الکافی حالانکہ کافی ظاہر الروایۃ کا مجموعۂ معتمدہ ہے اور مبسوط اس کی وہ بلند پایہ شرح ہے کہ اسی پر فتویٰ دینا اور اعتماد کرنا چاہیئے اور اس کے خلاف پر عمل نہ ہو، شامی ج ۱ ص ۶۴ میں ہے واعلم ان من کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشہید وھو کتاب معتمد فی نقل المذہب شرحہ جماعۃ من المشائخ منہم الامام شمس الائمۃ السرخسی وھو المشہور بمبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفہ ولا یرکن الا علیہ ولا یفتی ولا یعول الا علیہ، اور بدائع، خانیہ، ہدایہ اور ہندیہ کا علوِ شان بھی نہاں نہیں، تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ ایسی گائے بکری قربانی بن سکتی ہے، بلکہ مشائخ عظام نے تو یہ تصریح بھی فرمادی کہ پیدائشی بے سینگ کی بہ نسبت ٹوٹے سینگ والا جانور بطریق اولیٰ جائز ہے۔ تبیین الحقائق ج ۶ ص ۵، عینی علی الکنز ص ۳۴۸، مجمع الانہر ج ۲ ص ۵۱۹، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴ میں ہے والنظم منہ بل ھو اولیٰ منہ۔ یعنی جماء جائز ہے تو شکستہ شاخ بطریق اولیٰ جائز ہے کہ اس میں سینگ کا کچھ تو نشان ہوتا ہے، پھر فقہائے کرام نے اس کی تعلیل و توجیہ میں یہ فرمایا کہ قربانی کا مقصود اصلی یعنی گوشت سینگ سے متعلق نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ مبسوط، ہدایہ، عینی، طحطاوی کے انہی صفحات میں ہے

سے ویمکن ان یکون المراد من الکافی الذی فی الھندیۃ کافی النسفی وھو ایضا کتاب معتمد ۱۲ منہ غفرلہ

والنظم من المبسوط فلان ما فات منها غیر مقصود لان الاضحیۃ من الابل افضل والا قرن لہ۔ اور ایسے جانور کی قربانی کا مبنیٰ وہ فتوائے مبارکہ ہے جسے حضور باب العلم مولائے مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے صادر فرمایا تو صحیح اسنادوں سے بلاشک وشبہہ وریب ثابت ہے کہ سینگ کا ٹوٹنا نقصان نہیں دیتا اور اس میں کوئی ڈر نہیں، سنن الترمذی بالتصحیح ج۱ ص ۱۹۴، مستدرک مع التصحیح وتقریر الذہبی ج۴ ص ۲۲۵ میں ہے والنظم من الترمذی کہ سائل کے سوال فمکسورۃ القرن کے جواب میں حضور والا نے ارشاد فرمایا لا بأس امرنا او امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستشرف العینین والاذنین اور شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۹۷، سنن دارمی ج۲ ص ۴، مستدرک ج۴ ص ۲۲۵ مع تصحیح الحاکم وتقریر الذہبی ہے والنظم من الطحاوی اتی رجل علیا رضی عنہ فسألہ عن مکسورۃ القرن فقال لا یضرک قال عرجاء، قال اذا بلغت المنسک امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن۔ بدائع صنائع میں فرمایا لما روی ان سیدنا علیا رضی اللہ عنہ سئل عن القرن فقال لا یضرک امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث، اور بدائع ہی دوسری روایت میں لا یضرک کے عوض لا ضیر ہے اور یونہی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۸۴، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۹۶ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، دارمی ج ۲ ص ۴، مستدرک ج۱ ص ۴۶۸ میں بالفاظ متقاربہ ہے قلت للبراء فانی اکرہ ان یکون فی السن نقص وفی الاذن نقص وفی القرن نقص قال فما کرھتہ فدعہ ولا تحرمہ علی احد قال الحاکم ولھذا الحدیث شواھد کثیرۃ متفرقۃ باسانید صحیحۃ وقال الذہبی صحیح ولہ شواھد، اور ایسے ہی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بھی جواز مروی ہے، مبسوط سرخسی میں فرمایا وقد روی

marfat.com

فی ذٰلک عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور یہ صرف ہمارے ہی نزدیک نہیں بلکہ حضرت امام شافعی جمہور ائمہ وعلماءِ اسلام کا یہی مذہب ہے کہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ حضرت امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۵ میں فرماتے ہیں جوزہ الشافعی وابوحنیفۃ والجمہور سواء کان یدمی ام لا اور یونہی عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۳ ص ۵۵ میں ہے ذھب ابوحنیفۃ والشافعی والجمہور الی انہا تجزیٔ التضحیۃ بمکسورۃ القرن مطلقا اور حضرتِ امامِ مالک علیہ الرحمہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ اگر خون جاری ہو تو چونکہ خون کا جاری ہونا ان کے نزدیک مرض ہے اور مریض کی قربانی جائز نہیں، لہذا جائز نہیں اور فرماتے ہیں کہ خون بند ہوجائے تو جائز ہے، مذہبِ مالکیہ کا معتمد ترین اور قدیم ترین فتاوی المدونۃ الکبری ج ۲ ص ۲ میں ہے قلت ارأیت ان کانت مکسورۃ القرن ھل تجزیٔ فی الھدایا والضحایا فی قول مالک قال مالک نعم ان کانت لاتدمی قلت ما معنی قولہ ان کانت لاتدمی ارأیت ان کانت مکسورۃ القرن فندبا ذلک وانقطع الدم وجف ایصح ھٰذا ام لا فی قول مالک قال نعم اذا برأت انما ذلک فی ما اذا کانت تدمی بحدثان ذٰلک قلت لما کرھہ مالک اذا کانت تدمی قال لانہ سہ مرضا من الامراض۔ عہ

ان سب نصوصِ حدیثیہ وفقہیہ وغیرہا میں قرن مطلق ہے، جو خارج وداخل دونوں قرنوں کو شامل ہے والاطلاق حجۃ کالنص، پھر ان سب نصوص میں مکسورۃ القرن

سہ لایقرم ما بین "لانہ" و "مرضا" لضعفا لوقتین والتصاقہا فان "لانہ" فی اخرص ۲ و "مرضا" فی اول ص ۳ والظاھر ان ما بینہما کلمۃ "صار" او "عدۃ" او ما بمعنیٰ احدھما واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

عہ عینی علی الہدایہ ج ۴ ص ۱۸۲ طبع نولکشور میں ہے وقال مالک ان کان قرنہ یدمی کثیرا لم یجزہ لانہ بالادماء تصیر کالمریضۃ ۱۲ ابوالخیر انیسی غفرلہ ۔۔ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ، یکم مئی ۱۹۷۲ء یوم الاثنین المبارک

marfat.com

ہے یا ایک میں لفظِ نقص بھی آیا ہے مگر قصمار یا عضبا نہیں آیا جس کا صریح مفاد یہ ہے کہ یہ حکم صرف قرنِ خارج یا صرف قرنِ داخل سے خاص نہیں ورنہ قصمار یا عضبار سے تعبیر کرتے وذا امما لا یخفی۔ پھر مشائخ عظام کا مسئلہ جماء کو اصل اور مسئلہ مکسورۃ القرن کو اسی پر بنا فرمانا بھی دلیلِ عموم ہے کہ جماء دونوں قرنوں سے خالی ہے اور تعلیل مبسوط ہدایہ وغیرہا کا بھی یہی تصریحی مفاد ہے کیوں کہ قرنِ خارج کی طرح قرنِ داخل بھی خوردنی نہیں اور یونہی اونٹ دونوں قرنوں سے عاری ہے حالانکہ اس کی قربانی افضل ہے۔ پھر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا فتوائے مبارکہ میں لا بأس اور لا یضر فرما کر متصل ہی یہ فرمانا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن بھی عموم کی دلیلِ اول ہے اور چھٹی دلیل یہ کہ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے مذہب جمہور کے بیان میں یدمی اور لا یدمی فرمایا حالانکہ جریانِ خون قرنِ داخل کے انکسار سے ہی ہو سکتا ہے اور ساتویں دلیل عموم یہ کہ فقہاء کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ یہ جواز تب ہے کہ انکسار دماغ تک نہ پہنچے ورنہ جائز نہیں، فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الہندیۃ المصریہ ج ۶ ص ۲۹۳ میں ہے والتی لا قرن لہا من الاول یجوز فان انقطع او انکسر یجوز الا اذا بلغ الدماغ خلاصۃ الفتاوٰی ج ۴ ص ۳۲۰، کتاب الفقہ ج ۱ ص ۵۹۵، فتاوٰی برہنہ ج ۱ ص ۳۵۳ جامع الرموز ص ۷۵۴، شامی ج ۵ ص ۲۸۲ میں ہے ان بلغ الکسر المخ لا یجوز، لسان العرب ج ۳ ص ۵۲، قاموس اور اس کی شرح تاج العروس ج ۲ ص ۲۷۷، منجد ص ۳۵۰ میں ہے والنظم من اللسان المخ الدماغ حالانکہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرنِ داخل نصف سے زائد بھی کٹ جائے تب بھی کٹاؤ دماغ تک نہیں پہنچتا البتہ اگر جڑ سے اکھڑ جائے جو بلکہ جڑ اور کھوپڑی کی اوپر کی ہڈی کا خلقۃً اتصال ہے لہذا یہ کٹاؤ دماغ تک پہنچ سکتا ہے جو حقیقۃً انقلاع القرن یا استیصال القرن ہے اور ایسے جانور کو مستاصلہ کہا جاتا ہے جس کی

marfat.com

ممانعت ایسی حدیث مرفوع و مسند میں آئی جس کی تصحیح حاکم نے فرمائی قررہ الذھبی۔ نصا و سکت = لیہ ابوداؤد و معلوم ان سکوتہ دلیل الرضا ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱ مستدرک ج ۴ ص ۲۲۵ میں ہے والنظم لابی داؤد انما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المصفرۃ والمستأصلۃ (الیٰ ان قال) والمستأصلۃ التی یستأصل قرنہا من اصلہ اور ہر صورت میں عدمِ جواز اس لئے نہیں کہ قرنِ داخل ٹوٹ گیا ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے اکھڑنے سے کھوپڑی ٹوٹ گئی اور جانور بیمار ہوگیا جس کی بیماری بیّن ہے یا اس لئے کہ شدتِ درد سے دُبلا ہو جائے گا تو خارج فی المقصود بن جائیگا اور پُر ظاہر کہ یہی صورت انقلاع مراد ہے اس عبارت سے جو بدائع ج ۵ ص ۷۶ اور اسی سے ہندیہ ج ۴ ص ۸۰، شامی ج ۵ ص ۲۸۲ میں ہے ان بلغ الکسر المشاش لا یجزئ سیتضح ان شاء اللہ تعالیٰ اور آٹھویں دلیل یہ کہ قرنِ داخل ٹوٹے ہوئے جانور کے متعلق کتبِ حدیث میں ایک ایسی حدیثِ مرفوع مروی ہے جس کے راوی حضرتِ مولائے مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور اس حدیث سے عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے جو شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۹۷، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۹۴، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ابن ماجہ ص ۲۳۴، مستدرک ج ۱ ص ۴۶۸، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۹۴ میں ہے جس کی تصحیح و تحسین ترمذی نے فرمائی والکلمات عن الاول قال سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عضباء القرن و الاذن حالانکہ عضباء القرن کا تعلق قرنِ داخل سے ہی ہے کما مر عن اللسان والقاموس و تاج العروس وفقہ اللغات والمغرب تو اگر مکسورۃ القرن کا جواز قرنِ خارج کے ساتھ ہی خاص ہوتا تو ہمارے ائمہ و مشائخ بلکہ جمہور علماء وفقہاء مکسورۃ القرن الخارج فرماتے مگر یوں نہیں کہا بلکہ اس حدیث کی بیجا تاویل وغیرہ کرتے ہیں چنانچہ مرقات ج ۳ ص ۳۱۰

marfat.com

میں اسی حدیث کی شرح میں حضرتِ ملا علی قاری فرماتے ہیں فیکون النھی تنزیھا اور یہ تو مبرہن و مبین ہی ہے کہ نہی تنزیہی سے کراہتِ تنزیہیہ ہی ثابت ہوتی ہے جو جواز کے مخالف نہیں بلکہ افادۂ جواز کرتی ہے اور[۲] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے مراد وہی استیصال القرن والی صورت ہے یعنی بالکل جڑ ہی سے نکل جائے حتی کہ دماغ نظر آنے لگے چنانچہ ابوداؤد کی شرح عون المعبود ج ۳ ص ۵۵ میں اسی حدیث کی شرح میں ہے قال فی البحران اعضب القرن المنھی عنہ ھو الذی کسر قرنہ او عضب من اصلہ حتی یری الدماغ لادون ذلک فیکرہ فقط اور امام طحاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ہے ہی منسوخ ورنہ حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو اس حدیث کے راوی ہیں اس کے خلاف مکسورۃ القرن کا فتوے ہرگز نہ دیتے۔ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۹۸ میں ہے فان قال قائل فانت لاتکرہ عضباء القرن و فی حدیث جری بن کلیب عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم النھی عنہا قیل لہ انما ترکنا ذلک لان علیا رضی اللہ عنہ لم یر بذلک باسا فیما قد روینا عنہ فی حدیث حجیۃ بن عدی فعلمنا بذلک ان علیا رضی اللہ عنہ لم یقل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف ما قد سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بعد ثبوت نسخ ذلک عندہ،

تو واضح ہوا کہ مکسورۃ القرن میں قرن عام ہے داخل و خارج دونوں کو شامل ہے ورنہ کوئی سوال ہی نہ پڑتا بلکہ اس حدیث کا حکم قرنِ داخل کے ساتھ ہی مختص ہوتا اور مکسورۃ القرن کا جواز قرنِ خارج سے ہی خاص ہوتا تو تاویل وغیرہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ رہا سائل کا لسان العرب اور تاج العروس کے حوالہ سے مشاش کا معنی

---

[۲] ای تنزیہا کما فی اٰخر الجواب ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

قرنِ داخل کہنا تو وہ معتبر نہیں کیونکہ جن کتبِ فقہیہ میں مشاش کا ذکر آیا ہے ان میں وہیں متصل ہی مشاش کا وہ معنیٰ بیان کیا ہے جو لسان العرب وغیرہ کتبِ لغت وغیرہا میں بھی مذکور ہے تو وہی معتبر ہے۔ بدائع، ہندیہ، شامی میں ہے ان یبلغ المشاش لا یجوز وھی رؤس العظام، مجمع البحار ج ۳ ص ۳۰۲ اور نہایہ، در النثیر ج ۴ ص ۱۰۳ میں ہے والنظم من الدر المشاش رؤس العظام کالمرفقین و الکتفین والرکبتین" نیز مجمع و نہایہ میں دوسرا قول بھی بیان کیا ہے کہ رؤس العظام اللینۃ التی یمکن مضغہا لسان العرب ج ۶ ص ۳۴۷ اور تاج العروس ج ۴ ص ۳۵۱ میں مادہ مشش میں یہ دونوں معنی بیان کئے اور ساتھ ہی اور بھی کئی معانی بیان کئے مگر قرنِ داخل کا ذکر ہرگز نہ کیا، اس کا ذکر تو صرف مادہ عضب میں یعنی عضباء میں تبعاً ہے، بہر حال معتبر وہی معنی ہے جو خود فقہائے کرام نے بیان فرمایا کہ صاحب البیت ادری بما فیہ اور پھر فقہائے کرام کا معنی لسان و تاج والے برمحل ذکر کر رہے ہیں تو اس کے خلاف کا اعتبار کیسے ہو اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مشاش مشاشۃ کی جمع ہے تو مشاشۃ کا معنی راس العظم بنا مگر حیوانات ضحایا کے قرون جمع ہے لہذا المشاش فرمایا تو رؤس العظام سے تفسیر کی، اب دیکھنا یہ ہے کہ راس العظم سے مراد یہاں کونسا حصہ ہے تو ظاہر ہے قرنِ داخل کا بالائی حصہ مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ قرنِ داخل کا انکسار مانع نہیں تو اس کی صرف بالائی طرف کا انکسار کیسے مانع بن سکتا ہے اور وہ کالمرفقین والکتفین والرکبتین بھی نہیں اور نہ ہی ایسا نرم کہ چبانے اور کھانے کے قابل ہو لہٰذا وہ مراد نہیں البتہ قرنِ داخل کا حصہ زیریں یعنی اس کی جڑھ جو سر کی کھوپڑی میں ہی پیوست ہے، مراد ہو سکتا ہے کہ وہ بھی راس یعنی طرف ہے اور

سه جیسے کہ محاورات میں کہا جاتا ہے یا راس بمعنیٰ اصل ہے کما فی قولہ تعالیٰ فلکم رؤس اموالکم، وف البحر المحیط ج ۲ ص ۳۳۹ رؤس الاموال اصولہا و کذا فی الجلالین ۱۲ منہ غفرلہ

وہی جز کھوپڑی کے لئے بمنزلہ راس ہے کیونکہ کھوپڑی کا وہ حصہ جو قرن کے ساتھ مشترک ہے دائرہ نما خلا ہوتا ہے، کھوپڑی کی ہڈی ہر طرف سے وہیں آکر ختم ہو جاتی ہے اور اس کا ٹوٹنا سر کی ہڈی کا ٹوٹنا ہے جس سے انکسار دماغ و مخ تک پہنچ جاتا ہے اور وہی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کا ذکر عون المعبود سے گذرا اور اس کا مانع ہونا بھی اس لئے نہیں کہ یہ وہ انکسار القرن ہے بلکہ اس لئے کہ یہ انقلاع القرن ہے اور انجراح الراس ہے جو ایسا مرض ہے کہ مہلک بن سکتا ہے اور درد شدید کے باعث مقصود کو بھی نقصان پہنچاتا ہے تو فقہائے کرام کی وہ مختلف عبارات جن میں بلوغ الی المخ والدماغ او المشاش کا ذکر ہے، سب متفقۃ المعنی[سہ] بن گئیں اور مکسورۃ القرن کا عموم و شمول بھی برقرار رہا بلکہ بلوغ الی المخ وغیرہ فرمانا ہی اس عموم کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ بلوغ الی المخ وغیرہ کی صورت میں کسر القرن مانع نہیں کہ وہ مرض مہلک یا نقصان دہ مقصود نہیں بلکہ مانع جواز انقلاع القرن یا انجراح الراس ہے جو کسر القرن پر موقوف نہیں بلکہ صحیح و سالم پورے قرن کا قلع بھی یہ صورت پیدا کر دیتا ہے تو ماہ نیم ماہ دنیم روز کی طرح ۔۔۔ ل ہوا کہ کسر القرن مانع جواز نہیں اگرچہ قرن داخل سے ہی متعلق ہو البتہ اس میں شک نہیں کہ کسر القرن ایک عیب یسیر (چھوٹا) ضرور ہے تو جسطرح اس قسم کے دوسرے چھوٹے عیبوں سے مبرا ہونا مستحب ہے اسی طرح اس سے بری ہونا بھی مستحب ہے۔ شامی ج ۵ ص ۲۸۲ میں ہے واعلم ان الکل لایخلو عن عیب والمستحب ان یکون سلیما عن العیوب

[سہ] بفضلہ تعالیٰ اس فتویٰ کے پورے تین ماہ بعد ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ صبح انوار مدرسہ نعمانیہ لاہور کے کتب خانہ سے عینی علی الہدایہ میں نہایت ہی واضح نص حضرت محرر المذہب امام محمد علیہ الرحمہ سے مل گئی وہو ہذا: وقال محمد فی الاصل لو کسر بعض قرنہا او جمیعہ اجزأت، عینی علی الہدایہ ج ۴ ص ۱۸۲ طبع نولکشور والاصل ہو الاصل فاغتنم ہذا ۱۲ منہ غفرلہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۹۲ھ

الظاهرۃ فما جوز ههنا جوز مع الکراهۃ ۱، ص ۲۸۴ میں فرمایا لانہ خلاف المستحب هذا ما استفید من نصوص اسفار المذهب المهذب واللہ اعلم فان کان حقا فمن اللہ العلیم الحکیم الهادی المنان وان کان خطأ فمنی ومن الشیطن ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ واصحابہ وعلماء امتہ اجمعین۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

شب ۱۴ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ ۳۰/۱/۷۲

الجواب حق صحیح وصواب

والمفتی المحقق مصیب ومصاب والحق احق ان یتبع

قالہ بفمہ ونمقہ بقلمہ الاحقر محمد اکبر غفرلہ البر

خادم دار الافتاء مفتاح العلوم بہاولنگر ۲۰ ذی الحجۃ ۱۳۹۱ھ

الاستفتاء

حضرت قبلہ محترم مولانا صاحب مدظلہم

السلام علیکم: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے:۔

ایک گائے جس کا سینگ دائیں جانب کا دوسرے سینگ سے مقابلۃً پون انچ تقریباً چھوٹا ہے یعنی کسی لڑائی میں مویشی کے ساتھ اس کی ٹوپی بھر گئی تھی نیز اس گائے کے تقریباً دو ماہ کے حاملہ کا بھی شبہ ہے، کیا اس کی قربانی بروئے شریعت جائز ہے؟ تو ایسی آگاہی بخشیں۔ والسلام

تابعدار: مطلوب احمد صدیقی، بی۔ ایس، لنک برجی ۱۷۲

۱؎ ای التنزیهیۃ فانها هی خلاف الاولی وخلاف المستحب کما حقق وبین فی محلہ ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے کیونکہ سینگ کا ہونا ہی شرط نہیں تو بھرنے سے کیا حرج ہے البتہ اگر جڑ سے نکل جائے تو عیب ہے نیز شبہے کا تو اعتبار ہی نہیں، اگر واقعی ہی حاملہ ہے تو قربانی اس کی بھی جائز ہے۔ شریعت میں یہ شرط ہرگز نہیں کہ حاملہ نہ ہو' فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص۲۰۰ میں ہے ویجوز الجماء وکذا مکسورۃ القرن کذا فی الکافی نیز اسی میں ہے الغنم والابل والبقر الخ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۵ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۶ھ   ۱۷-۳-۶۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیل جس کی رانوں کا چمڑہ جلا تھا لیکن اب اس کی جلد اچھی ہو چکی ہے' فقط سفید سفید نشانات موجود ہیں، اس کا کٹھا کا نشان موجود ہے، اس پر بھی بال اُگے ہوئے ہیں، بیل کی عمر جوان ہے، خوب موٹا تازہ ہے، دیکھنے میں قد آور خوبصورت بھی لگتا ہے کیا یہ بیل قربانی کے لئے جائز ہے؟

السائل

مولوی غلام مرتضےٰ امام مسجد بنڈ جاگیر

۲-۱۰-۷۴

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بصورتِ صحتِ سوال وہ بیل شرعاً یقیناً قربانی کے قابل ہے کہ یہ چیزیں مانع نہیں کما فی اسفار المذہب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ ۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۲ ؁

الاستفتار

محترم مولوی نور اللہ صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ خیریت طرفین مدام نیک مطلوب ہے صورت الحوال یہ ہے کہ علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے ایک بھینسا اپنی گرہ سے ۷۰ روپے میں خریدا اور دس بارہ روز اپنے گھر رکھا پھر انہوں نے قربانی کے لئے ستر روپے میں فروخت کیا اور دو بکھرے اپنے رکھے، یہ مسئلہ درست ہے یا کہ نہیں؟ اور اس کے بعد ان کو مجبور کیا گیا، یا تو منافع نہ لو اور یا اپنے بکھرے نہ رکھو۔ جب ان کو مجبور کیا گیا تھا اس وقت آٹھ دن گزر چکے تھے اور وہ علیحدہ کئے گئے تھے اور ان کی جگہ دو اور سیری شامل کئے گئے اور جن کو مجبور کیا گیا تھا انہوں نے دوسری جگہ کہیں بکھرے لے لئے، اس مسئلہ کا مکمل تشریح سے فیصلہ لکھیں۔ حاملِ رقعہ ہذا مولوی محمد دین نے زبانی بیان کیا ہے کہ وہ دو شخص تجارت پیشہ ہیں اور وہ بھینسا بھی فروخت کرنے کے لئے ہی خریدا تھا اور جب انہیں مجبور کیا گیا تو بھینسے کے حصہ چھوڑ کر گئے میں دو حصے پالے جو ایک سو چالیس کی بنے اور آخر وہ دو حصے بھینسے کے

marfat.com

رضا سے چھوڑ دیئے۔ فقط والسلام

السائل: وزیر علی شاہ، چک بسنت پورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً وہ بھینسا تجارت کا ستر روپے کا خریدا ہوا ستر روپے میں فروخت کرنا جائز ہے اور اپنے حصے بھی رکھ سکتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے احل اللہ البیع، نیز ارشاد ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور مجبور کرنے والوں نے غلطی کی ہے، انہیں ایسا کرنا جائز نہیں تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مجبور کرنے کے بعد وہ دو شخص اگر اپنی رضا سے حصے چھوڑ گئے ہیں تو سب کی قربانی جائز ہے اور اگر محض زبردستی کی اور بالکل راضی نہ تھے، دھکیل کر نکالے گئے تو جائز نہیں، وہی قرآنِ کریم کا حکم الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور رضا سے نکلے تو دوسرے حصے پہلے حصوں سے چونکہ قیمت میں زائد ہیں تو ان کے حق میں بھی کوئی حرج نہیں، مبسوط ج ۱۲ ص ۱۲ میں ہے واذا اشتری اضحیۃ ثم باعھا فاشتری مثلھا فلا بأس بذلک۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ ۸ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۷ھ

الاستفتاء

السلام علیکم: اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک شخص مثلاً زید نے قربانی کے لئے ایک گائے ۵۹۵ روپے کی خرید کی ہے جس کو تقریباً بیس یوم ہو گئے ہیں، اسی یوم سے زید نے عمر کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ

marfat.com

دس تاریخ ذی الحجہ تک اس گائے کو اپنے مال مویشی میں رکھو اور ہر طرح کی حفاظت رکھو اور اس کو اپنے مال کے ساتھ چارہ بھی ڈالو تو آپ کو دو روپے دیئے جائیں گے، زید کی شرط عمر نے منظور کر لی، اب زید اپنے حصہ دار برائے قربانی مقرر کر رہا ہے اور ہر ایک حصہ دار سے مبلغ ۱۶ روپے لے رہا ہے، اگر زید سے پوچھا جائے کہ اس طرح جائز ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے منڈی حویلی سے خرید کی ہے، اس سفر خرچ پر میرا اپنا کرایہ وغیرہ اور گائے کا خرچ اس رقم میں ہے، اب صرف جواب یہ درکار ہے کہ آیا وہ زید رقم لے سکتا ہے یا نہیں خود بھی حصہ دار بنتا ہے مثلاً ، اصل رقم : ۹۵ روپے

پرورش گائے : ۲ روپے کل میزان خرچ : ۸ ـ ۹۷ روپے

اب جو رقم وصول

مزدور جس نے گائے کو پہنچایا : ۸ آنے کر رہا ہے : ــ ۱۱۲ روپے

بمعہ اپنی پتی کے زائد رقم : ۸ ـ ۱۴ روپے

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص سے گائے خریدی گئی ہے اس نے ذمہ اٹھایا تھا کہ میں آپ کو گائے بصیر پور پہنچا دونگا، کیا یہ قربانی اس طرح پر جائز ہے یا نہیں؟ جواب کے مشکور رہوں گے، جواب بھی ثبوت کے ساتھ ہو۔

نور محمد حصہ دار روڑی بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

قرآن کریم کا ارشاد ہے احل اللہ البیع اللہ تعالیٰ نے بیع حلال فرمائی ہے اور دوسرا ارشاد ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض کہ تجارت ایک دوسرے کی رضامندی سے ہو تو اگر زید نے وہ گائے نیتِ نفع سے خریدی ہے تو خریدنا بھی جائز اور دوبارہ فروخت کرنا بھی جائز، جس قیمت پر لینے والے

marfat.com

راضی ہو جائیں حسبِ ارشادِ قرآنِ کریم اور اگر گھر کی گائے ہو تو ہر ایک ہی کا نفع اٹھانا اور اپنا حصہ مفت رکھنا جائز مانا جاتا ہے مگر طرزِ سوال کی بنا پر لازم کہ وہ بھی جائز نہ ٹھہرے اور زید مذکور فی السوال نے خود مجھے بیان کیا تھا اول الامر کہ میں نے نفع کی غرض سے تجارۃً خریدی ہے اور سائل نے جو فہرستِ مصارف تیار کی ہے اس میں زید کے قیمتی وقت کو نظر انداز ہی کیا گیا ہے حالانکہ زید طبیب ہے، اس کے وقت کی قیمت بھی مصارف میں شامل کر کے حساب کریں، حقیقت روشن ہو جائے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو اس حالت میں دے سکتے ہیں جبکہ قلت آمدنی کی وجہ سے گزر اوقات انتہائی عسیر اور افلاس کا خطرہ ہو، چونکہ دیہات کی اکثر مساجد میں بغیر تنخواہ کے امام مسجد کو مقرر کیا جاتا ہے، سالانہ کچھ غلہ بمشکل بسرِ اوقات ملتا ہے، بقایا ضروریں پوری نہیں ہو سکتیں، اندیشہ ہے کہ سخت مفلسی کی حالت میں امام کو سخت ذلت اور مصیبت میں گرفتار ہونا پڑے گا لہذا فقہِ حنفی کے مطابق تفصیلاً جواب دیں، عین نوازش ہوگی، بینوا توجروا

سائل: حافظ محمد ایوب امام مسجد چک آئی ارائیاں
ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع شیخوپورہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے جبکہ بطور امداد و خیرات ہو یا ہدیہ و تحفہ کی صورت میں ہو یعنی بطور تنخواہ نہ ہو، چام اور گوشت کا ایک ہی حکم ہے تو جس طرح قربانی کا گوشت فقیر اور غنی دونوں کو دے سکتا ہے یونہی چام بھی دے سکتا ہے اور محنت و مزدوری میں گوشت اور چام دونوں جائز نہیں، فتاوٰی عالمگیری ج ۴ ص ۸۲، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۸۷ وغیرہا کتب مذہب حنفی میں صاف صاف لکھا ہے واللحم بمنزلۃ الجلد نیز فتاوٰی عالمگیری ج ۴ ص ۸۱ میں ہے ویھب منھا ما شاءؔ للغنی والفقیر، فتاوٰی عالمگیر ج ۴ ص ۸۲، تنویر الابصار در المختار، رد المحتار شامی ج ۵ ص ۲۸۷ وغیرہا میں ہے والنظم من الھندیۃ ولا ان یعطی اجر الجزار والذابح منھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

بقلم خود ۲۸ ذوالقعدۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ ۱۶ ۱/۲ ۲

الاستفتاء

جناب الحاج حضرت مولانا نور اللہ صاحب بصیر پور شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں:

کیا قربانی کی کھالیں امام مسجد کو امداد کے طور پر دی جاسکتی ہیں جو کہ

ؔ وکلمۃ ما للعموم والضمیر منھا یرجع الی الاضحیۃ فتشمل الجلد ایضاً ۱۲ منہ

marfat.com

تنخواہ کے طور پر نہیں ؟

مولوی عبدالخالق ساکن بیروالی تحصیل دیپالپور ۷۶/۹/۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں بطور امداد دینا بلاشبہ جائز ہے، قرآنِ کریم میں ہے وتعاونوا علی البر و التقویٰ کہ نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو، امام مسجد کی خدمت بلا تنخواہ کرتا ہے جو نیکی ہے تو اس کی امداد میں کوئی حرج نہیں جبکہ قربانی کا گوشت پوست غنی اور فقیر دونوں کو دینا جائز ہے تو مسجد کی خدمت معاذ اللہ کوئی شرعی عیب نہیں کہ جو چیز عام مسلمانوں کے لئے جائز ہے وہ امام و خادمِ مسجد کے لئے ناجائز ہو جائے، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۶ میں ہے ویہب منہا ماشاء للغنی والفقیر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ ۵ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۷۶/۹/۳۰

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ سلام مسنون، مزاج شریف خیریت وعافیت۔

عرض یہ ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہوں اور عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ دریافت ہے، اگر ریڈیو پر تلاوت قرآنِ کریم ہو رہی ہے تو سجدہ تلاوت فرض ہے یا نہیں ؟

اور قربانی کی کھالیں صدقہ زکوٰۃ وغیرہ مسجد پر لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

marfat.com

داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟
اگر کوئی نمازی نہ ہو امامت کے لئے داڑھی منڈا نماز پڑھا سکتا ہے؟

بینوا توجروا

احقر محمد جمیل الرحمٰن سعیدی غفرلہ قادری رضوی ۸/۱۱ ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ریڈیو سے سنی گئی اگر بولنے والے کی اصل کلام ہی ہوتی ہے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر اصل کلام نہیں بلکہ اس بولنے والے کی کلام کا عکس ہوتا ہے جس کو صدا کہتے ہیں تو واجب نہیں ہوتا مگر احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ کر لیا جائے، سجدہ بہر حال جائز ہے۔

۲۔ قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے مگر زکوٰۃ جائز نہیں کما صرح بہ مشائخنا علیھم الرحمۃ فی کتب المذھب الحنفیۃ کافیۃ۔

۳۔ داڑھی منڈانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے کما فی الغنیۃ وغیرھا البتہ اگر سارے ہی داڑھی منڈانے والے ہوں تو امید کہ گنجائش ہو گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۷، رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۶ھ ۸/۱۱/۷۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس میں کہ عقیقہ میں

کس عمر کی گائے ذبح کر سکتے ہیں اور اگر کھانے کے لئے گائے خریدی جائے اور اس میں عقیقہ کے لئے حصہ مقرر کیا جائے اور ذبح کی جائے تو یہ عقیقہ ہو سکتا ہے یا سالم گائے کرنی چاہیئے؟ بینوا ماجورین من رب العٰلمین۔

سید شاہ از ٹبی سابیوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

کم از کم دو سال کی گائے عقیقہ کے لئے صالح ہے کہ اس میں وہ جانور کفایت کر سکتا ہے جو قربانی میں جائز ہو تو عقیقہ کے لئے کم از کم گائے کا ساتواں حصہ ضروری ہے اور حصہ داروں سے کسی کی نیت عبادت کے سوا گوشت کھانے وغیرہ کی نہ ہو تو یہ بھی معلوم ہوا کہ سالم گائے کا ذبح کرنا ضروری نہیں شامی ج ۵ ص ۲۸۵ میں ہے وشمل مالو کانت القربۃ واجبۃ علی الکل او البعض اتفقت جہاتہا اولا کاضحیۃ واحصار وجزاء صید وحلق ومتعۃ وقران خلافا لزفر لان المقصود من الکل القربۃ وکذا لو اراد بعضہم العقیقۃ عن ولد قد ولد لہ من قبل لان ذلک جہۃ التقرب بالشکر علی نعمۃ الولد ذکرہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ہاں اگر سالم گائے کی جائے تو جائز و مستحب تر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی المحبوب وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری الفریدپوری
نورہ اللہ ربہ وقواہ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ

marfat.com

الاستفتار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ عقیقہ ساتویں دن نہ ہوا تو بعد میں کرنا جائز ہے یا نہیں ایک صاحب کہتے ہیں کہ منع ہے بینوا ماجورین من رب العٰلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جواز مقابل منع بلاشبہہ ہر حال میں ثابت ہے، حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دما واميطوا عنہ الاذی (ترجمہ) لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس بہاؤ اس کی طرف سے خون اور دور کرو اس سے تکلیف رواہ الائمۃ البخاری والترمذی وابن ماجۃ وعند النسائی نحوہ، پس اس حدیث شریف میں مطلقاً خون بہانے کا استحبابی امر ہے بلاقیدِ سابع" اس قسم کی احادیثِ مطلقہ بکثرت ہیں اور بعض احادیث میں جو قیدِ سابع موجود ہے وہ استحباباً فی الاستحباب ہے، پس اگر ایک استحباب فوت ہو جائے یعنی سابع گزر جائے تو دوسرا کیوں ترک کیا جائے، علامہ شامی علیہ الرحمہ نے عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں فرمایا ہے وفی فصول العلامی المسمی بالکراھۃ والاستحسان فی الفصل ۳۶ ویعق عنہ فی الیوم السابع من الولادۃ الی ان قال وقد عق علیہ السلام بعد ما بعث نبیا یعنی ساتویں دن عقیقہ کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد معبوث ہونے کے عقیقہ فرمایا وفی العباب للعلامۃ بن حجر الشافعی وھو کتاب معتبر عندھم ووقتھا بعد تمام الولادۃ الی البلوغ فلا یجزی قبلھا وذبحھا فی الیوم السابع یسن

marfat.com

الی ان قال و لیس ان یعق عن نفسہ من بلغ و لم یعق عنہ یعنی وقت عقیقہ پورے پیدا ہونے سے لے کر بالغ ہونے تک ہے پس پورے پیدا ہونے سے پہلے ناجائز اور ساتویں دن ذبح کرنا سنت ہے اور جو بالغ ہوا اور اس کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو مسنون ہے کہ خود کرے، شرح التحفہ میں ہے وقد عق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد ما بعث نبیا کہ ضرور عقیقہ کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بعد مبعوث ہونے کے، نیز احادیث طیبہ اسی طرف ناظر کہ سابع مستحب مستقل ہے کما یدل علیہ معہ الغلام فی الحدیث السمار عن البخاری والترمذی وابن ماجۃ وفی حدیث النسائی عن ام کرز علی الغلام وعلی الجاریۃ، بلکہ وہ حدیث جس میں ذکر سابع ہے اسی سے بھی یہ مستفاد ہے وھو ھذا کل غلام رھین بعقیقتہ یذبح عنہ یوم سابعہ ویحلق راسہ ویسمی رواہ البخاری عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن ماجۃ ونحوہ یعنی ہر لڑکا گروی رکھا گیا ہے بدلے اپنے عقیقے کے، ذبح کیا جائے دن ساتویں اس کے اور مونڈا جائے سر اسکا اور نام رکھا جائے تو کیا وقت گزرنے کے بعد اسے گروی ہی رہنے دیا جائے اور ایسے ہی اگر ساتویں دن سر نہ مونڈا جائے یا نام نہ رکھا جائے تو کیا تمام عمر سر منڈانا اور نام رکھنا منع ہو جائے گا؟ فتبین الامر وللہ الامر اور اگر بالفرض یوم سابع کے بعد استحباب بوجہ عقیقہ ہونے کے شبہ ہے تو عدم استحباب سے نفی جواز و اباحت سمجھنا سراسر بے خبری ہے کہ انعدام جواز و اباحت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے ورنہ قاعدہ فقہیہ مستنبطہ از احادیث و آیات طیبہ یہ ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک دلیل کراہت و حرمت نہ ملے مکروہ و حرام نہیں کہہ سکتے، قرآن کریم میں ہے عفی اللہ عنہا، ترمذی شریف میں ہے وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ ونحوہ عند ابن ماجۃ ونص علی ھذا الشامی علیہ فی رد المحتار وغیرہ فی الاسفار اور جب اباحت

marfat.com

ثابت ہوئی تو منع زائل لتنافیہما بلکہ نیت صالح سے عبادت بن جائے گا کہ حدیث صحیح میں ہے انما الاعمال بالنیات شامی میں ہے علیٰ انہ وان قلنا انہا مباحۃ لکن بقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات (ترجمہ) علاوہ اس کے اگر ہم کہیں کہ عقیقہ مباح ہے مگر بقصد شکر عبادت ہو جائے گا اس لئے کہ نیت عادتوں کو عبادت اور مباحوں کو طاعت بنا دیتی ہے، ہاں بحکم ان اللّٰہ وتر یحب الوتر ساتویں کا لحاظ کیا جائے کہ چودھویں یا اکیسویں دن یا ساتویں مہینے مثلاً کیا جائے تو استحباب در استحباب اس لحاظ سے ثابت ہو جائے گا ورنہ نفسِ استحباب تو حاصل ہی ہے پس مانع پر لازم ہے کہ دلیل منع آیات واحادیث واقوالِ ائمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرے ورنہ تحریم حلال کے وبال سے ڈرے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللّٰہ الکذب ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب عظیم۔

واللّٰہ ورسولہ اعلم وعلمہما اتم واحکم جل جلالہ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری نورہ اللہ ربہ و نوانہ علی کل غبی وغوی
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

الاستفتاء

مکرمی و مشفقی مولانا مولوی نور اللہ صاحب دام اشغالکم الطافکم

السلام علیکم: معروض کہ عقیقہ کے متعلق لڑکے کے لئے بکری اور لڑکی کیلئے ایک بکرا بزرگانِ عظام و علمائے کرام سے اور کتب معتبر میں سے اسی طرح دیکھا سنا گیا ہے، یہ عام مشہور مسئلہ ہے، چونکہ کسی صاحب نے آپ کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے

marfat.com

آپ نے ایک بکری کا لڑکے کے لیے جواز فرمایا ہے، اس لئے ملتمس ہوں کہ اگر ایک عدد بکرا لڑکے کے لئے جائز ہے تو واپسی کارڈ میں بمع حوالہ تحریر فرمادیں۔

آپ کا دعاگو: محمد فاضل خطیب جامع مسجد حویلی ۱۶/۳/۴۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

محبی اخی فی الدین مولوی محمد فاضل صاحب دام بالتمکین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:- آپ کا مرسلہ استفتار موصول ہوا، جواباً مرقوم، فقیر نے لڑکے کے لئے ایک بکرا ومافی معناہ ضرور جائز کہا ہے، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۶، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۹ و ج ۹ ص ۳۰۲ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسن اور حسین سے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ یا مینڈھا ذبح فرمایا، ایسے ہی بیہقی ج ۹ ص ۲۹۹ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور ج ۹ ص ۳۰۴ میں حضرت علی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے حضرت حسن کے متعلق ہے و لفظہ عن الحسن بشاۃ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۵، شامی ج ۵ ص ۲۹۳ میں عقیقہ کی تعریف یوں ہے والنظم من بعد المختار وھی شاۃ تصلح للاضحیۃ تذبح للذکر والانثی۔

والمولیٰ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

بواپسی ڈاک اطلاع دیں، آپ نے کتب معتبرہ میں سے کس کس کتاب میں یہ دیکھا کہ لڑکے کے عقیقے میں ایک بکرا جائز نہیں اور علماء کرام و بزرگان عظام جو در حقیقت بہت بلند پایہ معتمد علیہم حضرات کا عنوان ہے، ان میں کون کون صاحب اس عدم جواز کے قائل ہیں، دلائل تحریر فرمادیں، والسلام

منتظر الجواب الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ، ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ

marfat.com

الاستفتاء

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ عقیقہ میں ایک گائے تین لڑکوں اور ایک لڑکی کے لئے کفایت کر سکتی ہے یا کہ نہیں اور قربانی کی گائے میں عقیقہ والا شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ قطب ستارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مبارک رہا ہے اس لئے اس طرف پاؤں نہیں کرنے چاہیئے اور اس سمت کا بہت زیادہ ادب کرنا چاہیئے، کیا یہ صحیح ہے یا کہ غلط العوام میں ہے بینوا توجروا۔ فقط والسلام مع الکرام

السائل: غلام مرتضیٰ نوری خطیب چک ۲۲۳/E.B تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ہاں تین لڑکوں اور ایک لڑکی کے عقیقے ایک گائے سے ہو سکتے ہیں اس لئے کہ عقیقہ قربانی کی طرح ہے، فتاویٰ عقود الدریہ ج ۲ ص ۲۳۳ میں ہے اسم اقتہ دم شرعا کالاضحیۃ نیز اسی میں ہے وحکمہا کاحکام الاضحیۃ یعنی عقیقہ کے حکم قربانی کے حکموں کی طرح ہیں اور جبکہ قربانی میں گلئے کا ساتواں حصہ جائز ہے تو یہاں بھی جائز ہوگا اور عقیقہ میں ایک لڑکے کے لئے ایک بکری یا گلئے کا ساتواں حصہ جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایک لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں یا گلئے کے دو حصے چاہیئے تو اِس حساب سے بھی کافی ہے کہ تین لڑکوں کے چھ حصے بنے اور ایک لڑکی کا ایک حصہ، اسی عقود الدریہ کے ج ۲ ص ۲۳۲ میں ہے ولو ذبح عن الغلام شاتین وعن الجاریۃ شاۃ جاز لان النبی صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا اور قربانی کرنے والے کے ساتھ عقیقہ کرنے والا شامل ہو سکتا ہے، شامی ج ۵ ص ۲۸۵ فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۴ میں ہے والنظم من الهندية وكذلك ان اراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل كذا ذكره محمد رحمة الله عليه۔

۲۔ یہ عوام ہی کا خیال ہے، کسی آیتِ پاک یا قابلِ اعتماد حدیث شریف میں ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۸ جمادی الثانیہ ۸۵ھ ۶۵/۱۰/۱۴

marfat.com

تعزیر

marfat.com

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُوْلٰٓئِكَ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ (الحجرات)

marfat.com

تعارُف

تعزیر کا اصل عز ز ہے ـــــــ یہ زجر و توبیخ اور تادیب کے معنی میں مستعمل ہے۔ شرعاً تعزیر ایسی سزا کو کہتے ہیں جو کسی گناہ پر بغرضِ تادیب دی جائے اور شارع نے اس کی کوئی حد معین نہیں کی۔ حدود و تعزیرات میں یہ ایک بنیادی فرق ہے کہ حدود کی سزا شریعت میں متعین کر دی گئی ہے جس میں کمی، بیشی ممکن نہیں، لیکن تعزیر میں سزا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے۔ بعض اوقات صرف ڈانٹ ڈپٹ یا گوشمالی کافی ہوتی ہے جبکہ بعض صورتوں میں قید و بند یا کوڑوں کی سزا دینی پڑے گی۔

تعزیر کا اختیار صرف حاکمِ اسلام یا قاضی ہی کو نہیں بلکہ بعض صورتوں میں شوہر، بیوی کو، ماں باپ اپنی اولاد کو اور استاد شاگرد کو تعزیر کر سکتا ہے۔

تعزیر کی متعدد صورتیں ہیں، جو شخص کسی مسلمان کو کسی طرح ایذا دے۔ مثلاً اسے گالی دے یا اسے فاسق، فاجر، خبیث، لوطی، شراب خور، خائن، چور، حرامزادہ وغیرہ کہہ کر پکارے اور واقع میں وہ شخص ایسا نہ ہو تو کہنے والے کو تعزیر لگائی جائے گی۔ ایسے ہی کسی چوپائے کے ساتھ بُرا کام کیا یا سرِ بازار کسی کی پگڑی اُچھالی تو مستحقِ تعزیر ہو گا۔

کتاب التعزیر میں آٹھ استفتاءات شامل ہیں۔

(مرتب)

marfat.com

کتاب التعزیر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی تقریباً ۱۵ یا ۱۶ سال کا نے ایک گائے کے ساتھ وطی کی اور وطی کا مُقر اس طرح سے ہوا کہ میں نے اپنا ذکر گائے کے فرج میں داخل کیا اور دو دفعہ حرکت کی لیکن منی انزال کچھ نہیں ہوا، یہ اقرار اس کا چار گواہوں کے روبرو ہے اور ایک شاہد موقع کے کی شہادت ہے جو کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ فاعل نے ذکر گائے کے فرج میں داخل کیا اور دو مرتبہ حرکت کی تو میں نے پیچھے سے لاٹھی لگائی تو وہ گر پڑا اور اس کے آلہ اور گائے کے فرج پر منی وغیرہ کچھ نہیں دیکھی تو اس مسئلہ میں گائے کا کیا حکم ہے؟ اس کا چھوڑنا اور دودھ پینا جائز ہے یا اس کو ذبح کیا جائے؟ اور فاعل پر شرعاً کیا تعزیر ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالواحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صورت مذکورہ میں فاعل کو جوتوں سے خوب زدوکوب کیا جائے اور گائے کو ذبح کر کے جلا دیا جائے اور اگر گائے کا مالک اور ہو تو فاعل اسکی قیمت بھی مالک کو ادا کرے، درالمختار میں ہے ولا یحد بوطئ البھیمۃ

marfat.com

بل یعزر و تذبح ثم تحرق و یکرہ الانتفاع بھا حیۃ و میتہ انتھی و یفتی بہ للسیاسۃ و تنفیر الخبثاء۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۱۵ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

حضرت مولٰنا مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، عرض یہ ہے کہ آج مؤرخہ ۵۹-۱۱-۴ مسمّی جلال ولد ماچھیا قوم مراثہ ساکن $\frac{۲۸}{۴ \text{ ب}}$ تھانہ شاہ بھور تحصیل اوکاڑہ نے چار پیر پانی کے لالچ پر کُتّے کے ساتھ ایک ہی برتن میں کُتّے کی طرح زبان کے ساتھ پانی پیا ہے، آپ کی طرف عریضہ ارسال ہے کہ آپ باشریعت اس کا فیصلہ تحریر کریں، نوازش ہوگی۔

پُرسندگان : باشندگان چک $\frac{۲۸}{۴ \text{ ب}}$

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

اس شخص نے ایک حقیر لالچ میں آکر نہایت بے حیائی کا ثبوت دیا ہے اس پر تعزیر عائد ہوتی ہے، شامی ج ۳ ص ۱۵۲ میں ہے الحاصل وجوبہ بالجماع الامۃ لکل مرتکب معصیۃ لیس فیھا حد مقرر رالخ

marfat.com

اور تعزیر میں کوئی خاص سزا مقرر نہیں بلکہ حاکمِ شرع مجرم و جرم کی نوعیت کے لحاظ سے جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے اگرچہ نہایت سخت ہو، یہ معاملہ حاکمِ شرع کے سپرد ہے، درالمختار اور اس کے متن میں ہے (و) التعزیر (لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الیٰ رأی القاضی) و علیہ مشائخنا (زیلعی) اور جگ والوں پر بھی لازم کہ دائرۂ قانونِ وقت کے اندر رہتے ہوئے اپنا اثر و رسوخ پورا پورا استعمال کرتے ہوئے اس مجرم کو مجبور بنادیں کہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور آئندہ وہ یا کوئی اور ایسی بے حیائی کا اعادہ نہ کر سکے کہ حدیثِ پاک میں ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہٖ و اصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان آدمی ایک شیر دار بھینس بیٹھی ہوئی کے ساتھ حرام کاری کرتا ہوا پکڑا گیا، اس کے لئے کیا سزا ہونی چاہئے از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل تحریر فرمائیں۔

السائل: عبدالحکیم ودلہ ممبر یونین کونسل چپلی پہاڑ ۱۹۹ اسا کن ڈ ولوال تحصیل دیپالپور ۲۵ ۱۱/۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ فعلِ شنیع شرعاً ثابت ہو جائے بایں طور کہ وہ پکڑنے والے مسلمان نمازی اور نیک، عاقل، بالغ کم از کم دو مرد ہوں یا ملزم بلا جبر و اکراہ اقرار کرے تو اس شخص پر تعزیر عائد ہوتی ہے، جو سزائے موت کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے مگر یہ ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہے تو اسے اپنے اختیارات کے لحاظ سے زد و کوب وغیرہ سے ایسی سزا دیں کہ آئندہ وہ اور اس جیسے دوسرے لوگ اس گندے کام سے رُک جائیں، رہی وہ بھینس تو ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ ایسے جانور کو ذبح کر دینا چاہیے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایسے جانور سے نفع اٹھانا زندہ ہو یا مردہ، مکروہ ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ جانور کسی دوسرے کا ہو تو وہ قیمت وصول کر کے بدکاری کرنے والے کے ذمہ لگا دے کہ ذبح کیا جائے، در المختار میں ہے یعنی ویذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ او میتۃ، شامی میں ہے فان کانت الدابۃ لغیر الواطئ یطالب صاحبھا ان یدفعھا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ھکذا قالوا ولا یعرف ذلک الا سماعا فیحمل الیہ۔ (زیلعی و نہر)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲-۱۲-۶۲

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو تالاب میں بھینس کا دُم پکڑے ہوئے آدھ جسم برہنہ دیکھا تو زید نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو یہ عمرو کیا کر رہا ہے؟ اس کے بعد عمرو سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ فعل کیا ہے؟ عمرو نے صاف انکار کر دیا اور صاف انکار کر رہا ہے زید نے تمام قریہ میں عمرو پر عمدًا قذف پھیلا دیا کہ عمرو نے بھینس کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور یہ تمام واقعہ امام مسجد قریہ ہٰذا کے پاس ذکر کیا عمرو کے گھر والوں کو جب اس معاملہ کا پتہ چلا تو زید کو پنچایت میں بلایا گیا، پنچایت نے جب زید سے بیان لئے، زید نے کہا میں نے غلطی سے یہ تمام واقعہ قذف قریہ میں پھیلا دیا ہے، اس کے بعد زید کا آخری بیان ہے کہ مجھے یقین نہیں ہے، میں نے محض مذاق کے طور پر یہ اتہام لگایا ہے کہ قاذف پر شرعی لحاظ سے حد لگ سکتی ہے، برائے مہربانی کتب معتبرہ سے تحریر فرمائیں۔

سائل: حافظ محمد ادریس چک ۲۸۹ ای بی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

زید نے نہایت بڑے جرم کا ارتکاب کیا، اپنے مسلمان بھائی پر بہتان باندھا اس کا دل دکھایا، قرآنِ کریم میں ہے والذین یؤذون المؤمنین و المؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا پ ۲۲ تو اس پر تعزیر واجب ہے، فتاوٰی عالمگیری ج ۲ ص ۲۳۰ میں ہے ان کل

marfat.com

من ارتکب منکرا او اذی مسلما بغیر حق بقوله او بفعله یجب التعزیر اور حدِ قذف اس پر لازم نہیں کیونکہ قذف اس پر لازم ہے جب زنا کی تہمت لگائے، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۲۳۳ میں ہے القذف فی الشرع الرمی بالزنا اور تعزیر کا معنٰی یہ ہے کہ مجرم کو ادب سکھانے اور گناہ سے باز رہنے کے لئے ایسی سزا دینی جو مفید ہو کما فی الھندیۃ وغیرھا، اس میں کوئی حد مقرر نہیں بلکہ حاکمِ شرع جتنی سزا مناسب سمجھے، دے سکتا ہے، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۲۳۶ میں ہے فالتعزیر مفوض الی الامام۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۳۰-۷-۶۳

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مکرمی جناب حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:- ہمیں ایک فتوٰی کی سخت ضرورت درپیش ہے لہذا فتوٰی عنایت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک گاؤں کی مسجد کے امام صاحب کے بھائی تھے جن کا انتقال قریب چار سال ہوئے، ہو چکا ہے، مرحوم کی بیوہ اور بچی مرحوم کے بعد اپنے والدین کے گھر چلے گئے ہیں، امام صاحب مذکور نے ہر چند کوشش کی کہ بیوہ ہمارے گھر آجائے تاکہ بیوہ کا نکاح ثانی اپنے چھوٹے بھائی سے کر دیا جائے مگر اس پر نہ تو بیوہ رضامند ہوئی اور نہ اس کے والدین وغیرہ راضی ہوتے

اب اس بیوہ کے عزیز بیوہ کا نکاح ثانی اس کی مرضی سے کہیں اور کرنا چاہتے ہیں اور تاریخ بھی مقرر کردی گئی ہے لہٰذا امام مذکور نے یہ فریب کیا کہ اس بیوہ کا فرضی نکاح نامہ مکمل کرلیا ہے اور اپنے بھائی سے جھوٹا نکاح ہونا دکھایا ہے جبکہ وہ بیوہ ان کے گھر چار سال سے آئی ہی نہیں اور دو اَن پڑھ آدمیوں کے انگوٹھے بطور گواہ لگوا لئے ہیں اور مجسٹریٹ کی عدالت میں استغاثہ دائر کردیا ہے جس سے بیوہ کا نکاح ہونے میں رکاوٹ ڈال دی گئی ہے اور یہ راز ہر آدمی پر عیاں ہوگیا ہے، دھوکہ، فریب، جھوٹ ظاہر ہوگیا ہے اور چند آدمیوں نے امام سے جب یہ کہا کہ آپ امام مسجد ہیں، آپ کو ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا نجی معاملہ ہے، اپنے فائدہ کے لئے جھوٹ بھی جائز ہے وہ اپنا حق سمجھتے ہیں اور اس دھوکہ کو جائز قرار دیتے ہیں، مہربانی سے آپ فتویٰ صادر کریں کہ ان کے پیچھے ہماری نماز جائز ہے یا نہیں اور شریعت ایسے فریبی پر کیا حد لگاتی ہے کیونکہ کافی آدمی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، اس لئے یہ مسئلہ نہایت ضروری حل طلب ہوگیا ہے۔ فقط

خیر اندیش: راؤ جمیل الرحمٰن خاں، چک ۱۵ ۲-۱، تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال ۱۰ ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ امام فاسق و فاجر ہے، اسکو امام بنانا جائز نہیں، وہ اس پاک منصب کے ہرگز ہرگز لائق و قابل نہیں، اس کی اقتدار میں نماز مکروہ تحریمی ہے کما فی شرح المنیۃ للحلبی و الشامیۃ لہٰذا اسکو امام بنانا جائز نہیں اور نہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے، شرعاً وہ مجرم ہے، اس کی

marfat.com

تعزیر لگائی جائے جو حاکمِ شرعی کا کام ہے، آپ کا صرف یہی کام ہے کہ اس کو الگ کر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ و آلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۲۶ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۲۱/۹/۷۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک چودہ سالہ لڑکے نے رات کو ۹ بجے شیر دار گائے کے ساتھ بد فعلی کی جس کو ایک ۱۸ سالہ نوجوان نے دیکھ لیا، ملزم کے باپ سے قسم مانگی گئی مگر اس نے انکار کر دیا کہ میں اپنے لڑکے کی قسم بوجہ اس کی کم سنی کے نہیں دیتا ہوں اس لئے ملزم تو مفرور ہو گیا، اب گائے اور بچھڑے کے متعلق تفصیل سے علیحدہ علیحدہ حکم دیا جاوے کیونکہ بچھڑا دودھ پی رہا ہے، جواب سے مشکور فرمائیں۔ ۵/۸/۷۶

تحریر: حکیم عبدالحکیم ڈولہ ساکن ڈولو وال تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً یہ فعلِ بد ثابت نہیں کیونکہ شرع میں دو مردوں کی گواہی ہوتی ہے ایک کی گواہی معتبر نہیں، قرآنِ کریم میں ہے فاستشھدوا شھیدین من رجالکم (الیٰ ان قال جل وعلا) ممن ترضون

من الشهداء اور یہ حکم حدیث شریف کا بھی ہے پھر سائلین ۱۔ گلزار محمد صاحب ڈولہ ۲۔ محمد شعبان صاحب ڈولہ ۳۔ محمد حسین صاحب ڈولہ از ڈولووال ضلع ساہیوال نے بالاتفاق بیان کیا کہ وہ گواہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہیں پڑھتا تو وہ محض ممن ترضون سے نہیں لہذا وہ گواہ ہے ہی نہیں اور لڑکے کے باپ کا قسم سے انکار کرنا بھی جرم نہیں بنا بریں جاہلوں کا خیال ہے لہذا وہ گائے بدستور سابق ہے دودھ پینا بھی جائز ہے اور رکھنا بھی جائز ہے اور بچھڑے کا بھی کوئی حرج نہیں اور وہ لڑکا بھی بری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۷۸-۶-۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ:

مسمی محمد صدیق عرف سیتا نے ایک منکوحہ عورت مساۃ سرداراں بی بی کو اپنے ہاں ناجائز تعلقات کی بنا پر بسایا، ایک سال بعد مساۃ سرداراں بی بی کی لڑکی حشمت بی بی جو اس عورت کے پہلے خاوند سے تھی، محمد صدیق نے اس سے عقد کر لیا، عقد کرنے کے بعد بھی مساۃ سرداراں بی بی سے ناجائز تعلقات استوار رکھے، جب سرداراں بی بی کو پتہ چلا کہ محمد صدیق نے میری لڑکی حشمت بی بی سے خفیہ طور پر نکاح کر رکھا ہے تو سرداراں بی بی مارے شرم کے فرار ہو گئی۔ ایسے شخص کے ساتھ از روئے شرع کھانا پینا یا رہنا سہنا، اس کا مسجد میں آکر شریف لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، تفصیل کے ساتھ جواب سے مشرف فرمائیں۔

marfat.com

السائلون : میاں شرف دین، الف دین، شیر دین، محمد رفیق
منڈی حاصلپور ضلع بہاولپور ظاہری دواخانہ۔

مولانا احمد یار صاحب، یہ فتویٰ جمعرات کو لکھوا کر یا لکھ کر ساتھ لے کر آویں، ضروری تاکید ہے، اختلاف بہت بڑھ چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً کسی کی منکوحہ عورت کا دوسرے سے نکاح شرعی بھی نہیں ہو سکتا تو اس منکوحہ سرداراں بی بی کو مسمیٰ سیتا کا ناجائز تعلقات سے گھر آباد رکھنا اور بسانا محض حرام تھا اور سرداراں کی کوئی لڑکی یا پوتی اس کے لیے حلال نہ رہی تو حشمت بی بی کا نکاح کرنا حرام اور فریب کے علاوہ کچھ بھی نہیں، پھر پتہ چلنے پر سرداراں کا مارے شرم کے فرار ہونا بھی فریب ہے، اگر اسے شرم تھی تو حرامکاری کیوں کرتی رہی۔

بہرحال سرداراں بی بی اور سیتا دونوں بے شرم حرام کار ہیں، قرآنِ کریم میں ہے والمحصنٰت من النساء اور مذہب مہذب حنفی کے تمام فتاویٰ و متون و شروح و حواشی میں منکوحہ غیر کی حرمت اور مزنیہ کی لڑکی وغیرہا کی روزِ روشن سے زیادہ روشن نصوص و تصریحات گونج رہی ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۲ میں ہے القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر الخ اور ص ۴ میں ہے القسم الثانی المحرمات بالصھریۃ (الی ان قالوا) فمن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امھا وان علت وابنتھا وان سفلت الخ ہدایہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۶۵ میں ہے واللفظ من الھدایۃ

ومن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امہا و بنتہا الخ تنویر الابصار، در المختار اور رد المحتار شامی کے ج ۲ ص ۳۸۱ وغیرہا صفحات میں بھی ہے و بنتہا و لو من زنا نی الخ۔

بہرحال یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہے کہ سمی سیتا حرام کار علانیہ فاسق اور فاجر ہے، اہلِ اسلام پر لازم کہ اس کے ساتھ میل جول نشست و برخاست نہ رکھیں، صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۵۰ میں ہے، حضرتِ ابوالسعید رضی اللہ عنہ سے ہے، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان یعنی حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی بُرا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل لے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدل لے اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل کے ساتھ اور یہ گھٹیا درجہ ایمان ہے کہ اس کے بعد ایمان کا کوئی حصہ نہیں تو میل جول ایسے علانیہ ظالم و فاجر کے ساتھ کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ اور اقوالِ اولیاء و مشائخ عظام روزِ روشن سے زیادہ واضح طور پر ثابت ہے، البتہ مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے، قرآنِ کریم پارہ اول میں ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ اور سیدنا ذی النورین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالے عنہ سے ان بدکار باغیوں فاسقوں فاجروں کے متعلق ہے جنہوں نے ہزارہا سخت ظلموں کا ارتکاب کیا تھا، فرمایا الصلوٰۃ احسن مایعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معہم واذا اساءوا فاجتنب اساءتہم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۶ یعنی نماز انسان کے بہترین کاموں

ہیں سے ہے تو جب لوگ اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب بُرا کریں تو ان کی برائی سے بچو لہذا نماز سے نہ روکا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بقلمہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے مسجد کا لاؤڈ سپیکر اتار کر عیسائیوں کو تقریر کے لئے دے دیا، اب چند آدمی اس بات پر مُصر ہیں کہ یہ سپیکر اب مسجد میں استعمال نہیں ہونا چاہیے، بعض کہتے ہیں کہ سپیکر استعمال کیا جا سکتا ہے جنہوں نے سپیکر اتار کر دیا ہے، انہیں جرمانہ ہونا چاہیے، حل طلب امر یہ ہے کہ جرمانہ کتنا ہونا چاہیے جبکہ لاؤڈ سپیکر اتارنے والے نے نص صریح کی خلاف ورزی کی ہے ومن اظلم ممن منع مجرم کا جرم اشد ہے۔ بینوا توجروا۔

(مسئول علیہ الدار ہے)

السائل: بشیر احمد نمبردار موضع فتحپوری تحصیل فیروزوالا نزد مریدکے ضلع شیخوپورہ)

واقعی اس شخص نے ظلم کیا ہے لہذا باا ثر افراد اس شخص کو سمجھائیں کہ خیرات اور صدقہ کے طور پر مسکینوں کو کچھ کھلا پلا دے اور مسجد کی بھی کچھ خدمت کرے ویسے جرمانہ کے طور پر مشکل ہے کہ ھذا کان فی اول الاسلام ثم نسخ کما فی الدر والشامی، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیہ وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از بصیر پور شریف ضلع ساہیوال ۱۹ / ۸ /

خضر و اباحث

marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا

تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

(المائدہ)

marfat.com

تعارف

حظر کا معنیٰ ہے، بچنا، پرہیز کرنا یعنی یہ کام ممنوع ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے اور اباحت کا معنیٰ ہے مباح —— یعنی اس کے چھوڑنے یا کرنے پر نہ ثواب ہے نہ عذاب۔ البتہ اگر کوئی بھی مباح کام نیتِ صالحہ سے کیا جائے تو یقیناً اس پر حسبِ نیت اجر و ثواب ملتا ہے۔

فقہاء کرام اس کتاب میں ایسے امور کا تذکرہ کرتے ہیں جو شریعتِ مطہرہ میں مباح یا ممنوع ہیں۔

کتاب الحظر والاباحۃ میں تقریباً ۲۵ استفتاءات شامل کیے جا رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق دورِ حاضر کے پیچیدہ مسائل سے ہے، جن کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً جاں بلب مریضوں کو خون دینا۔ انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات کا استعمال، عورتوں کو تعلیمِ کتابت، ہوائی جہاز میں نماز وغیرہ۔

(مرتب)

marfat.com

کتاب الحظر و الاباحۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

اس وقت بیشتر شہروں میں ایک فلم "خانۂ خدا" کی نمائش ہو رہی ہے۔ اس فلم میں مقدس مقامات اور حج کے تمام مناظر دکھائے گئے ہیں جس میں ناچ و گانے، فحش لغویات کچھ نہیں جیسا کہ اس فلم کے دیکھنے والوں کا کہنا ہے اور ایک شخص نے ہندوستان میں انکشاف کیا ہے کہ فلم خانۂ خدا دیکھنا جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ قبل ازیں ایک صاحب یہاں بھی کہہ چکے ہیں کہ سینما بجائے خود جائز ہے۔ اس کا دیکھنا حرام نہیں بلکہ کبھی کبھی دیکھنا کارِ ثواب ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اکثر لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ فلاں ٹاکیز میں دو تین روپے میں گھر بیٹھے حج کر لو حج ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے لہٰذا براہِ کرم اس فلم کے متعلق احکامِ شرع سے واضح طور پر معہ دلائل سرفراز فرمائیں۔ بینوا توجروا

السائل: خادم عبد الرزاق اجمیری ریلوے روڈ حیدر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

گو ناچ گانا نہیں مگر حاجیوں کی تصویریں تو ضرور ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ "لغویات کچھ نہیں" صحیح نہیں اور یونہی "دیکھنا جائز بلکہ کارِ ثواب ہے" کا دعویٰ بھی کھل جاتا ہے۔ اور پھر اس کے دیکھنے سے غلط فہمی بھی پیدا ہو رہی ہے کہ "گھر بیٹھے حج کر لو حج ہو جاتا ہے" لہٰذا اس سے

marfat.com

پرہیز ضروری ہے اور اسے حقیقی حج کہنا یا سمجھنا نہایت ہی حرام اور فسق و فجور اور افترا و بہتان ہے، یہ تو صرف فلم اور تصاویر و عکوس ہی ہیں حالانکہ حقیقۃً حاجیوں کو ان کے افعالِ حج اور کعبہ شریف اور منٰی و عرفات و مزدلفہ اور مشعرِ حرام کو بلا واسطہ دیکھنا اور وہاں بغیر احرام و نیت کے حاضر ہونا بھی حج نہیں بن سکتا تو تصاویر و عکوس کا دیکھنا کیسے حج بن سکتا ہے؟ یہ کہنا اور سمجھنا قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ کے سراسر خلاف ہے اور اہالیانِ اسلام پر لازم کہ ایسی باتوں سے سخت پرہیز کریں، قرآنِ کریم سورۃ البقرہ، آلِ عمران اور الحج دیکھیں کہ یہ حقیقت آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے۔

واللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ۲۷/۴/۱۹۶۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ بکر داڑھی مشت بھر سے کم رکھتا ہے، سمجھانے پر ادعا کرتا ہے کہ یہ جو ثابت ہے کہ لحیہ قبضہ بھر ہونی چاہیئے اس لحیہ سے مراد داڑھی نہیں بلکہ وہ ہڈی ہے جس پر دانت اُگتے ہیں، تو یہ قبضہ نچلی ہونٹ کے نیچے سے کیا جائے اور اس حساب سے داڑھی مشت بھر رکھی جائے نہ ٹھوڑی کے نیچے سے کہ داڑھی مشت بھر رکھنی پڑے۔ آیا بکر کا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا من رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب۔

marfat.com

بکر کا یہ بیانِ محتمل متناقض متعارض کسی صورت میں صحیح ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا کہ جب لحیہ سے مراد وہ ہڈی ٹھہری تو عربی عبارات اثبات میں جب کلمہ لحیہ وار د ہوا ہے تو معنی یہ ٹھہرا کہ وہ ہڈی مشت بھر رکھی جائے اور زائد کاٹی جائے، داڑھی کا حکم قصراً وطولاً کچھ معلوم نہ ہوا، داڑھی رکھنے کے ساتھ ان عبارات کا کوئی تعلق نہ رہا مگر عجب کہ بکر یہی سمجھ رہا ہے کہ مشت بھر سے کم رکھنے کی سند بنا رہا ہے اور براہِ عیاری نچلے ہونٹ کے نیچے سے قبض کا دعویٰ کرتا ہے کہ ہڈی کاٹنے سے بچے مگر یہ اس کا دعویٰ بے بنیاد و باد ہوا ہے کہ یہ قید نہ کسی عبارت و قرینہ سے ثابت ہے اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ قبض طولاً و عرضاً آیا ہے ہڈی مذکورہ پر عرضاً قبض کیسے کر سکتا ہے نیز انہی عبارات سے ثابت کہ ما زاد علی القبضۃ کو قطع کیا جائے اور اس کا بیان لحیہ مذکورہ کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کیا گیا تو بقرینۂ مقام صراحۃً یہی مفہوم کہ اسی لحیہ میں سے زائد کو کاٹا جائے بلکہ کتاب الحظر والاباحۃ میں شامی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح صاحبِ مذہب سے نقل فرمائی ہے کما سیجیئ ان شاء اللہ تعالیٰ تو بکر پر لازم کہ زائد از قبضہ ہڈی کو ضرور کٹوائے کہ فقہاء زائد کاٹنے کو واجب فرما رہے ہیں اور اس کی ادعائی قید نچلے ہونٹ والی بفرضِ محال اگر ہو بھی، تب بھی اسے بچا نہیں سکتے کہ زائد از قبضہ کا کاٹنا ضروری ہے اور بنا بریں قید زائد نیچے سے مراد تو ہو ہی نہیں سکتا تو لامحالہ اوپر سے زائد مراد ہوگا ورنہ بطلانِ عبارت لازم آتا ہے اور اس اصل کا دعویٰ کہ لحیہ سے مراد ہڈی ہے وہ بھی غلط ہے کما تبین مما ذکرت و تبین من الآتی۔

صراح میں ہے لحیہ بالکسر ریش، لحی بالضم والکسر مع الفرج، غیاث اللغات میں ہے لحیہ بالکسر و حرفِ ثالث یائے تحتانی بمعنی ریش کہ بر چہرۂ مرداں مے باشد، منتخب اللغات میں ہے لحیہ بالکسر موئے ریش، مجمع البحار میں ہے اللحیۃ اسم لجمع من الشعر ما نبت علی الخدین والذقن، بحر الرائق پھر شامی کی کتاب الطہارۃ میں ہے وظاہر کلامہم ان المراد بہا الشعر النابت علی

الخد ین من عذار و عارض والذقن، بحر الرائق میں بھا کی جگہ باللحیۃ
ہے، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹ و سنن ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰ و نسائی ج ۲ ص ۲۷۴ و ابن ماجہ
ص ۲۵ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مرفوع عشر
من الفطرۃ میں ہے واعفاء اللحیۃ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵ و صحیح مسلم
ج ۱ ص ۱۲۹، سنن ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰، سنن نسائی ج ۱ ص ۷ و ج ۲ ص ۲۷۴ میں حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بروایات متعددہ مرفوعاً وفروا اللحیٰ
اعفوا اللحیٰ اوفوا اللحیٰ وارد ہوا ہے اور صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹ میں ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ارخوا اللحیٰ وارد ہوا ہے اور صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹
سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۹ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے والنظم
من الترمذی عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی ھذا حدیث حسن
غریب صحیح، شرح صحیح مسلم میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یقال
فی جمع اللحیۃ لحی ولحی بکسر اللام وبضمھا لغتان والکسر افصح
نیز اسی میں ہے تحصل خمس روایات اعفوا واوفوا وارخوا وارجوا
ووفروا ومعناھا کلھا ترکھا علی حالھا الخ حضرت شیخ الہند شاہ
عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اعفاء اللحیٰ کا معنی اشعۃ اللمعات میں فروگذاشتن
و وافر گردانیدن ریش سے فرمایا ہے۔ مسند امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۱۶۱
مطبوعہ مع الادب المفرد میں ہے ان ابا قحافۃ اتی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ولحیتہ قد انتشرت قال فقال لو اخذتم
واشار بیدہ الی نواحی لحیتہ، صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۵ میں ہے
کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ
فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰ میں ابن ابی شیبہ سے ہے کان ابوھریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ یقبض علی لحیتہ فیأخذ ما فضل عن القبضۃ، شامی

marfat.com

ج ۵ ص ۲۵۹ میں ہے وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منہا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکرہ محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ ناخذ محیط اھ ط، فتح القدیر، بحر الرائق، رد المحتار شامی میں ہے والنظم من السدر واما الاخذ منہا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد، مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۵ میں ہے مشہور در مذہبِ حنفی چہار انگشت۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۲ مشہور یک مشت است، نیز اسی میں ہے وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است وآنکہ آنرا سنت گویند بمعنیٰ طریقہ سلوک در دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت ست چنانکہ نمازِ عید را سنت گفتہ اند اقول لان الامر للوجوب فلا اقل[سـ] من ان تجب القبضۃ۔

پس احادیث ونقولِ مذکورہ معتبرہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ولائح ہوا کہ لحیہ داڑھی ہی ہے کہ امرِ وجوب واستنان وعدمِ اباحت کا تعلق افعالِ اختیاریہ مقدورہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا وماجعل علیکم فی الدین من حرج اور اس ہڈی کو تو لغتِ عرب میں لَحی بالفتح کہا جاتا ہے صراح میں ہے لحی بالفتح جائے ریش، مجمع البحار میں ہے عظمان نبتت علیہ الاسنان علوا وسفلا صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۵۸ میں سہل بن سعد سے ہے عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من یضمن لی مابین لحیتہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ وروی الترمذی ج ۱ ص ۱۳ نحوہ ایضاً، ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۷۱ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے حتی مر رجل معہ لحی جمل ونحوہ عند ابن ماجۃ ص ۱۸۲

سـ لا یخفی ما فیہ من اللطافۃ ۱۲ نور غفرلہ

اور کتب فقہ باب الجنائز میں شدلحیاہ مصرح ومشرح ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم وعلمہما اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وبارك وشرف وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری نورہ اللہ ربہ وقواہ علیٰ کل غبی وغوی

۸ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس شیخ الحدیث والتفسیر الفقیہ الاعظم قبلہ ام اباجی دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج ہمایوں! معروض آنکہ چند چیزیں آپ کی ذات گرامی سے دریافت طلب ہیں:۔

۱۔ لبوں کے بال نوچنا جائز ہیں یا نہیں؟

۲۔ اعتجار کی تعریف، کیا وسط سر میں ایک پیچ کا آنا ضروری ہے حالانکہ اکثر دیکھا ہے کہ عین سر کے وسط میں سے خالی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے اور ٹوپی نظر آرہی ہوتی ہے (حلقہ کی صورت میں)

احقر شاہ محمد قصوری (چشتی) خطیب شاہ عالمی مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ پرہیز ضروری ہے، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۱۱۲ اور شامی ج ۵ ص ۳۵۸ میں ہے نتف الفنیکین بدعۃ وھما جانبا العنفقۃ وھی شعر الشفۃ

marfat.com

السفلی کذا فی الغرائب، یہ عبارت تو صرف نچلے ہونٹ کی طرفوں کے متعلق ہے مگر مطلقاً چہرے کے بال اکھاڑنے کے متعلق سردست حضرتِ لسان الصوفیہ سیدی محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کی وصیت فتوحاتِ مکیہ ج ۴ ص ۴۹۱ پیشِ نظر ہے فرماتے ہیں واجتنب الوشم ان تعملہ او تأمر بہ وکذلک التنمیص وھو ازالۃ الشعر من الوجہ بالنماص الخ۔

۲۔ اعتجار کی دو تعریفیں کتبِ فقہ میں ہیں، فتاویٰ (موجبا) عالمگیریہ ج ۱ ص ۵۵ میں ہے ھو ان یکور عمامتہ و یترک وسط رأسہ مکشوفا کذا فی التبیین یعنی درمیان سے سر ننگا چھوڑ دے، زیادہ کتابوں میں یہی تعریف ہے، مراقی الفلاح ص ۲۱ طبع مع الطحطاویہ میں "قیل" کے ساتھ ہے ان ینتقب بعمامتہ فیغطی انفہ مگر یہ کہیں کسی تعریف میں نہیں دیکھا کہ وسطِ سر میں ایک پیچ اعتجار سے بچنے کے لئے ضروری ہے حالانکہ پیچ کے علاوہ بھی عمامہ سے سر کا درمیانہ حصہ چھپ سکتا ہے اور یہ کہیں دیکھا ہے کہ ٹوپی کا چھپانا بھی ضروری ہے اور وہ بھی عمامہ سے ہی ہو اور نہ یہ کہیں، دیکھا کہ ٹوپی سے وسطِ سر کا چھپانا کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ ۱/۹۷

الاستفتاء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک برگزیدہ ہستی کا وصال ہوئے تقریباً آٹھ یا دس ماہ کا عرصہ ہوا ہے، بزرگ موصوف کے مریدین و معتقدین حضرات نے ان کے مزار پر قبہ تعمیر کروایا تھا، کچھ ہی دن بعد چند مخالفین (جن کا تعلق فرقہ وہابیہ سے ہے) نے سازش کر کے اس قبہ تعمیر کردہ کو منہدم کر دیا، نہ صرف یہی بلکہ ملبہ کو منتشر کر کے قیمتی اشیاء اٹھا لے گئے، مریدین و

marfat.com

معتقدین کے استفسار پر یہ کہنے لگے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک و حرام ہے لہذا عرض یہ ہے کہ موصوف کے معتقدین جو کثیر تعداد میں ہیں اس فعلِ شنیع پر سخت ناراض ہیں اور وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شرعی طور پر اس طرح قبرستان میں کسی بزرگ کے مزار پر قبہ تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

مشائخ عظام علمائے اعلام اولیائے کرام کے قبورِ طاہرہ پر تعمیر قباب نیات صالحہ اور اغراض صحیحہ سے بلا شک وشبہ جائز ہے کہ انما الاعمال بالنیات وانما لامریٔ ما نویٰ، وہابیہ کا ناجائز بتانا سخت ناجائز ہے اور شرک وحرام بتانا شدید ترین حرام ہے، قرآنِ کریم کا ارشادِ بیّن ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الأیۃ پھر ان کا منہدم کر کے ملبہ منتشر کرنا اور قیمتی اشیاء کا اٹھا لیجانا انھی بہادروں کا حصہ ہے، اصل علت وہی اسماعیلی روگ ہے کہ روئے زمین کے باشندوں کو مشرک سمجھتے ہیں لہذا کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ ان کے اس ناپاک مزعومہ کی بنا پر ناجائز نہیں، علمائے کرام اس پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں؛ امامِ اہلِ سنت والجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب اور امامِ اہلِ سنت والجماعت حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور امامِ اہلِ سنت والجماعت حضرت مولانا سید ابو محمد دیدار علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ودیگر علمائے اہلِ سنت والجماعت کی تصانیفِ جلیلہ و تالیفِ جمیلہ نے ان مسائل کو بالکل بے غبار بنا دیا ہے بنا بریں

marfat.com

زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ یہ ضرور خیال کر لیا جائے کہ اسی استفتاء سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ قبرستان میں تعمیر کیا گیا حالانکہ عموماً قبرستان وقف ہوتے ہیں تو اگر وہ قبرستان بھی وقف ہے تو پھر وہ تعمیر شرعاً جائز نہ تھی، شامی ج ۱ ص ۸۳۹ میں ہے قلت لکن ھٰذا فی غیر المقابر المسبلۃ کما لا یخفٰی نیز اسی میں ہے الا تریٰ ان البناء علیٰ قبورھم فی المقابر المسبلۃ الخ تو اس کا بآداب اٹھانا ضروری تھا مگر پھر بھی وہابیہ کا گستاخانہ اقدام اور قیمتی اشیاء پر دست اندازی قطعاً جائز نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) کئی دنوں سے یہ استفتاء آیا ہوا ہے مگر چونکہ حرمین شریفین سے تازہ تازہ واپسی ہوئی ہے اور احباب کا بے پناہ ہجوم رہا تو جلدی نہ لکھا جا سکا پھر یہ لفافہ بھی کاغذات میں گم ہو گیا تھا، امید ہے کہ یہ معذرت قبول ہو گی۔

والسلام ۱۱ ۷/۹۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرس اولیائے کرام کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وجہ علت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صدیق امام مسجد ڈوڈلہ پختہ تحصیل دیپالپور (ساہیوال)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسا عرس جو منہیاتِ شرعیہ سے مبرا ہو وہ مجموعہ وعظ علمائے عظام واطعام طعام وزیارتِ قبور ہے اور ہر فرد اس مجموعہ کا سنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

marfat.com

وثابت بالقرآن ہے والمطلق یجری علی اطلاقہ تو جب یہ امور عرس میں پائے جائیں گے، تب بھی سنت وجائز قرار پائیں گے کہ اجماع عبادات حسنِ عبادات کو زائل نہیں کیا کرتا بلکہ بڑھاتا ہے کما ھو مدلول علیہ بحدیث الصدقۃ علی القریب وغیرہ باقی رہی تعیین تو وہ بھی عبادت کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ احب الی اللہ ورسولہ بناتی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عملِ دائم بہت پسند تھا رواہ البخاری فی صحیحہ وغیرہ فی غیرہ والاحب الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو الاحب الی اللہ المتعال بل ذا ایضاً مصرح فی الحدیث اور وجودِ مطلق بلا تخصیص ہوا ہی نہیں کرتا قل او کثر فلا محیص عن التخصیص و التعیین منہ، نیز امورِ مذکورہ کا فرداً فرداً بالیقین بھی ثبوت ہے چنانچہ حضرتِ[۱] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر خمیس کو وعظ فرمایا کرتے تھے رواہ البخاری فی صحیحہ ،نیز اسی میں ہے کہ ایک بڑھیا[۲] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مختصر سی دعوت ہر جمعہ کو کیا کرتی تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بڑی خوشی سے تناول فرمایا کرتے تھے اور قبورِ شہدائے اُحد پر ہر سال خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے کما نص علیہ فی ارشاد العقل والتفسیر الکبیر ولا تنس ان الاجتماع لا یضر اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن صرح بہ الفقہاء علیہم الرحمۃ فی تصانیفھم نیز مذہبِ مہذبِ احناف میں اصلِ اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک دلیلِ تحریم وکراہت نہ ملے تو حرام ومکروہ نہ کہیں گے وذا ثابت

---

[۱] ولاشک فی دخول الصحابۃ فی نہ منہ فکان اجماعا سکوتیا عنہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲

[۲] تو اس میں تعیین وقت وقسم طعام دونوں ہے کما ھو نص الحدیث ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

بنفس النصوص من القرآن والاحادیث الصحیحۃ توجب تک عرس مذکور الصفت کے متعلق دلیل تحریم و کراہت نہ ملے تو حرام و مکروہ نہ کہیں گے جیسے مدارسِ اسلامیہ کہ بہ ہیئتِ کذائیہ زبانِ سلف میں نہ تھے مگر چونکہ ان کے اجزاء فرداً فرداً موجود تھے لہذا اس مجموع کو کوئی حرام نہیں کہتا حالانکہ ان میں بھی بہت تعینات ہیں پس جو عرس مذکورہ کو حرام و مکروہ کہے تو اس پر لازم کہ ایسا فارق بیان کرے کہ عرس کا جواز ہی منتفی ہو جائے کہ جب تک جائز و مباح رہے، عبادت و مستحب بن سکتا ہے کہ مباحات نیک نیتوں سے عبادات بن جاتے ہیں چنانچہ شرح صحیح مسلم میں نووی اور ردالمختار میں شامی اور غنیہ میں ابراہیم اور شفاء شریف میں قاضی عیاض علیہم الرحمہ اس کی تصریحات فرماتے ہیں اور در اصل حدیثِ جلیل القدر انما الاعمال بالنیات و ما فی معناہ سے ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ گیارہویں کیوں مناتے ہیں اور میلاد میں سلام کیوں پڑھتے ہیں؟ حضور نے تو اپنی تعظیم کے لئے منع فرمایا ہے۔

اور دوسرے خط میں سائل نے یہ زیادہ کیا کہ پھر کھڑے ہو کر سلام کیوں پڑھتے ہو؟ بیسویں اور چالیسویں کی نیاز دلانی چاہیئے یا نہیں؟ اور حضرت ابابکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے نہیں دلائی تھی۔

السائل: محمد الیاس خاں از کراچی معرفت محمد شریف صاحب بصیر پور

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

گیارہویں شریف اور بیسواں چالیسواں، یہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں اور صدقاتِ نافلہ کا استحباب واستحسان علی الاطلاق قرآنِ کریم کی آیاتِ متکاثرہ اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے اور مطلق اپنے اطلاق سے مقرر وغیر مقرر دونوں کو شامل ہوتا ہے تو جیسے غیر مقرر صدقات ان آیات و احادیث سے ثابت ہوتے ہیں ایسے ہی مقررہ صدقات بھی ثابت ہوتے ہیں، تفسیر اتقان ج۲ ص ۳۱ میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یبقی المطلق علی اطلاقہ بلکہ مطلق قرآنِ کریم تو حدیث، خبرِ واحد اور قیاسِ مجتہد سے بھی مقید نہیں ہو سکتا، اصول الشاشی ص ۹ میں ہے ان المطلق من کتاب اللہ تعالیٰ اذا امکن العمل باطلاقہ فالزیادۃ علیہ بخبر الواحد والقیاس لا یجوز تو ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف، بیسواں چالیسواں جو صدقات مقررہ ہیں وہ بھی دوسرے صدقات کی طرح مستحب و مستحسن ہیں بلکہ صدقاتِ معینہ مقررہ کا استحباب بھی بالخصوص قرآن کریم واحادیثِ شریفہ سے ثابت ہے، قرآنِ کریم میں ہے وَالذین فی اموالہم حق معلوم تفسیر کبیر ج۲ ص ۲۱۲، تفسیر خازن ج۸ ص ۱۳۶ میں ہے وذلک بان یوظف الرجل علی نفسہ شیئاً من الصدقۃ یخرجہ علی سبیل الندب فی اوقات معلومۃ اور حضرتِ سہیل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صاف ثابت کہ ایک صاحبہ خاص جمعۃ المبارکہ کے روز ان کی مخصوص جماعت کی ایک مخصوص طعام کے ساتھ دعوت کیا کرتیں جس کا وقت بھی مخصوص ہی تھا یعنی بعد نمازِ جمعہ، صحیح بخاری ج۱ ص ۱۲۸ کے لفظ یہ ہیں کانت فینا امرأۃ تجعل علی اربعاء فی مزرعۃ لہا سلقا فکانت اذا کان یوم الجمعۃ الحدیث ومقابہ ایضاً

marfat.com

فی ج ۱ ص ۳۱۶ و ج ۲ ص ۸۱۳ تو معلوم ہوا کہ تخصیص و تحقیق کے ساتھ بھی نفلی صدقات میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیک کام کا بالدوام کرنا اللہ تعالٰے اور اس کے پیارے حبیب پاک کو بہت پیارا ہے، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۷ میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل، اسی صفحہ میں ہے ای العمل کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت[1] الدائم اسی مضمون کی حدیثیں صحاح ستہ وغیرہا کتب معتمدہ حدیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان احادیث کے شان ورود اس وشمس کی طرح واضح کر رہے ہیں کہ نفلی اعمال کا یہی حکم ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی مس بکتب الحدیث نیز یہ بھی پر ظاہر کہ اس دوام کا یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ دن رات کی ہر ہر گھڑی اور پل میں ایک ہی نیک کام کرتا رہے، اس کا قائل مجنون محض یا بے حیا متجاہل کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقت معین میں کرنا شروع کرے تو ہمیشہ اس وقت میں وہ کام کر لیا کرے ناغہ نہ کرے اور شیون ورود کا بھی یہی تقاضا ہے وذا اظہر من ان یظہر، تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ جو شخص ان نیک کاموں یعنی صدقات مقررہ معینہ گیارہویں، بیسویں، چالیسویں کو شروع کرے تو ہمیشہ ان اوقات خاصہ میں اس کا کرنا اللہ تعالٰے اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارا ہے تو ثابت ہوا کہ صدقات مذکورہ مستحب ومستحسن ضرور ہیں اور جو شخص ان کو حرام یا مکروہ بتلائے تو اس پر لازم کہ کوئی آیت یا صحیح حدیث ایسی پیش کرے جس سے ان نیک کاموں کی حرمت ثابت ہو سکے تو پھر بڑے شوق سے منع کرے کہ منع بھی حکم شرعی ہی ہوتا ہے جیسے کہ صدہا آیات واحادیث سے ثابت ہے بلکہ خود مانعین

---

[1] ای سیدتنا وامنا الصدیقۃ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا ۱۲ منہ

marfat.com

زمانہ کا امام مسلّم اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالہ "منصب امامت" کے ص ۶۴ میں لکھتا ہے:-

"در فعلے از افعال و قولے از اقوال ہزار منافع و مضار بدرک شود و بصد وجہ حسن یا قبح عقلاً در و ثابت شود اما تا وقتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منع او دلالت نداشتہ باشد وجوب یا حرمتِ آں قول و فعل شرعاً ثابت نمی تواں باشد"

ہاں ہاں ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری

تو ثابت ہوا کہ بلا دلیل شرعی منع کرنا سخت جہالت اور کور باطنی ہے اور چونکہ یہ صدقاتِ نافلہ ہیں تو حضرتِ صدیقِ اکبر و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نہ کرنا ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کہ عباداتِ نفلیہ اختیاریہ ہوتی ہیں، دیکھو نمازِ ضحیٰ جو مستحب و مسنون ہے حضرتِ عمر کے صاحبزادے حضرتِ عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ عمر و ابوبکر نہیں پڑھا کرتے تھے، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۷ میں ہے، قلت فعمر قال لا قلت فابوبکر قال لا تو کیا اس سے نمازِ ضحیٰ ناجائز ہو جائے گی؟ پھر سائل کا کہنا "نہیں دلائی تھی" اس کی کیا دلیل ہے؟ عدمِ ورودِ دلیل عدم نہیں کما صرح بہ الامام الفخر الرازی وغیرہ فی اسفارھم اور قرآن کریم کی تلاوت کا حکم مطلق ہے اور صحابہ کرام عموماً یاد ہی پڑھا کرتے تھے اور کچھ نسخے قلمی بھی تھے مگر اب چھپے ہوئے قرآنِ کریم شائع ہیں، کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان چھپے ہوئے نسخوں پر پڑھنا منع ہے صحابہ کرام نے چھپے ہوئے قرآنِ کریم پر تلاوت نہیں کی، ایسے ہی قرآنِ کریم کا ترجمہ سطروں کے درمیان لکھنا اور چھاپنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں تو پڑھنا بھی ثابت نہ ہوا مگر اب لکھتے ہیں، چھاپتے ہیں اور پڑھتے ہیں، کوئی حرام نہیں کہتا مطلق وعظ و نصیحت کا حکم ہے مگر لاؤڈ سپیکر پر وعظ و نصیحت کرنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں حالانکہ اسے کوئی حرام نہیں کہتا صحابہ کرام سے موٹر، لاری، گاڑی،

marfat.com

ہوائی جہاز پر سفرِ حج کرنا ثابت نہیں مگر حرام بھی نہیں۔

اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں، اصل بات وہی ہے کہ حکم مطلق سب صورتوں کو شامل ہوتا ہے اور جب تک کسی خاص صورت کو شرع حرام نہ کرے حرام نہیں ہو سکتی اور اسی بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ میلاد شریف میں سلام پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ کم از کم مستحب و مستحسن ضرور ہے کہ حضرتِ ربّ العٰلمین جل وعلا نے ہمیں قرآنِ کریم میں اپنے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا مطلقاً حکم دیا ہے کہ فرمایا وسلموا تسلیما (سورۃ الاحزاب) تو میلاد شریف میں سلام پڑھنا بھی اس سے ثابت ہو گیا۔

باقی سائل کا یہ کہنا کہ "حضور نے تو اپنی تعظیم کے لئے منع فرمایا ہے" یہ محض بہتان ہے کسی آیت یا کسی حدیث سے کوئی کبھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کے لئے عام سلام یا میلادِ پاک میں سلام سے منع فرمایا ہو حضور تو حضور، حضور کے غلاموں کے غلام ماں، باپ، استاد، عالم، پیر، معمر مسلمان بلکہ شعائر اللہ کی تعظیم قرآنِ کریم و حدیث شریف سے بہ ابین وجوہ ثابت و ہویدا ہے، اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو جوہرِ عقل و دانش سے ہی بیگانہ ہو یا معاندانہ چال چلے۔

رہا کھڑے ہو کر سلام پڑھنا تو اس میں آخر کونسا حرج ہے، عموماً مسلمان خواص و عوام آپس میں کھڑے کھڑے ایک دوسرے کو سلام کہا کرتے ہیں اور یہ لوگ خود ہی کہتے رہتے ہیں، کیا جب آتے انہیں کوئی راستہ میں ملے تو بیٹھ کر سلام کہا کرتے ہیں، حضور پُر نور سیدِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم سے بلا وجہ روکنا ان لوگوں کا دستور ہو گیا، کیا حضرت سیدۃ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہمیشہ قیامِ تعظیمی، ترمذی ج ۲ ص ۲۳۳ میں ثابت نہیں؟ اس کے کلمات یہ ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا الخ کیا صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ وغیرہ میں حضرت سعد

marfat.com

کے لئے قیام تعظیمی کا حکم قوموا الیٰ سیدکم الحدیث نہیں ہے؟ رہا کافرانہ کام سے منع فرمانا تو وہ مسلمانہ مسلمانہ قیام کو حرام نہیں بناتا وھذا اجلی من ان یجلی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین، چودی روزہ یعنی چودی کا دن جس میں کھانا ہر قسم بعد از فاتحہ خوانی بطور خیرات غربا ر اور مساکین میں تقسیم کرنا اور خورد نوش کرنا، زید بکر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ کھانا کھانا خنزیر کے برابر ہے، بروئے شرع محمدی جواب مطلوب ہے، ازراہ نوازش مناسب جواب تحریر فرماکر ثوابِ دارین حاصل کریں، فقط

السائل: حسن محمد حسبو کے گردنہ مؤرخہ ۹/۵/۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

پانی، آٹا، میٹھا، گھی وغیرہ جن سے اہلِ اسلام کھانا تیار کرتے ہیں سب پاک اور حلال ہیں اور فاتحہ خوانی باعثِ شفا ورحمت ہے اور غربا ر مساکین میں بطورِ خیرات تقسیم کرنا بھی ناجائز نہیں اور کوئی دن یا مہینہ حرام نہیں بناسکتا تو کھانا حرام کیوں ہوا، حضرتِ رب العالمین جل وعلا فرماتا ہے یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۰ پ ۲ ع ۵ (ترجمہ) "اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو (اپنی طرف سے ایسی چیزوں کو حرام نہ کہو) بیشک

marfat.com

وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو کہ تمہیں ایسے وسوسوں کے ذریعے پاکیزہ چیزوں سے محروم کرنا چاہتا ہے۔" نیز آٹھویں پارے کے گیارہویں رکوع میں ہے قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق، قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ (ترجمہ) تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق، تم فرماؤ وہ ایمانداروں کے لئے ہے، دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے نیز پندرہویں پارے نویں رکوع میں ہے وننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظّٰلمین الا خسارا (ترجمہ) اور ہم قرآن سے اتارتے ہیں وہ چیز (سورتیں اور آیتیں) جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے، نیز پارہ انتیسواں رکوع چودہ میں ہے وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا واعظم اجرا (ترجمہ) "اور اپنے لئے جو بھلائی (نماز، روزہ، خیرات، قرآن خوانی وغیرہ) آگے بھیجو اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے" تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ وہ کھانا اور خیرات جائز اور حلال ہے جو خنزیر کی طرح حرام کہتا ہے وہ سخت غلطی کرتا ہے، اگر سچا ہے تو کوئی آیت یا حدیث ایسی دکھائے جس سے ثابت ہو کہ یہ پاک کھانے اور قرآنِ کریم پڑھنا چوری کے دن حرام ہو جاتا ہے، تعجب ہے کہ ایسی بے تکی باتوں سے بیچارے سادہ لوح عوام کو اکسایا جاتا ہے اور اشتعال دلاتے ہوئے فتنہ وفساد برپا کیا جاتا ہے حالانکہ فتنہ وفساد ناجائز و حرام ہے۔ اللہ رب العالمین ہدایت فرمائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
یکم ربیع الاول ۹ھ

الاستفتاء

محترم ومکرم حضرت صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

اللہ تعالےٰ آپ کا سایہ اہلسنت کے سروں پر قائم ودائم رکھے آمین، آپ کی دعاؤں سے نور وظہور دن دُونی، رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ ایک ضروری مسئلہ کے متعلق فتویٰ مطلوب ہے، براہِ کرم جلد جواب ارسال فرماکر مشکور ہوویں۔

ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو طعام بزرگان دین کے نام پر پکایا جاتا ہے وہ صرف مساکین کا ہی حق ہے، اگر دوسرے لوگ اسے کھائیں تو متوفی کی روح کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا علاوہ ازیں بزرگوں کا عرس صرف تاریخ وصال کے دن ہی ہوسکتا ہے، بعد میں نہیں۔ یہ دو امور ہیں، باسنادِ شرعیہ حکم صادر تحریر فرماکر جلدی میرے نام دفتر نور وظہور میں ارسال فرماویں۔

سائل : محمد علی ظہوری، ایڈیٹر نور وظہور، قصور   ۲۲ ج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسا عام طعام جو ارواح طیبہ اولیائے کرام کے لیے بغرض ایصالِ ثواب پکایا جاتا ہے، تمام اہالیانِ اسلام کھا سکتے ہیں، اس میں مساکین وغیر مساکین کا امتیاز نہیں، قرآن کریم فرماتا ہے لا جناح علیکم ان تاکلوا جمیعا او اشتاتاً (تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اکٹھے ہو کر کھاؤ یا الگ الگ) وَالْاِطْلَاقُ حُجَّۃٌ قَوِیَّۃٌ ہاں اگر وہ طعام زکوٰۃ وغیرہ واجبات شرعیہ کی جنس سے ہو تو سادات کرام و تمام اغنیاء کا حق نہیں مگر پھر بھی وہ صرف مساکین کا ہی حق نہیں بلکہ مساکین کی طرح

فقراء و ابناء سبیل مدیون وغیرہ بھی حقدار ہیں، قرآن کریم میں ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین الاٰیۃ تو اس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ ان صاحب کا یہ دعویٰ (وہ صرف مساکین کا ہی حق ہے) محض بے جا و غلط ہے، تو یہیں سے واضح ہوا کہ دوسرے لوگ بھی کھا سکتے ہیں، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مدعی صاحب کا یہ جبروتی حکم "اگر دوسرے لوگ اسے کھائیں تو متوفی کے روح کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا" محض غلط در غلط اور بناء الفاسد علی الفاسد ہے، قرآن کریم تو فرمائے وما تنفقوا من خیر یوف الیکم (جو مال خرچ کرو تمہیں پورا دیا جائے گا) اور مدعی کہے کوئی ثواب نہیں پہنچتا یاللعجب! علی الاطلاق اطعام طعام خصالِ بہترینِ اسلام سے ہے کما فی حدیث البخاری وغیرہ اور جب بغرض ایصالِ ثواب کھلائے تو بحکم حدیثِ صحیح انما لامرئ مانوی ثواب ضرور پہنچے گا لہذا ہمارے ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ مومن اپنی ہر نیکی کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے، کتبِ معتبرۂ مذہبِ مہذب میں ہے والنظم من الدر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ ان یجعل ثوابہا لغیرہ (یعنی قاعدہ یہ ہے کہ بے شک ہر وہ شخص جو کسی قسم کی عبادت کرے اسے حق پہنچتا ہے کہ اس عبادت کا ثواب اپنے غیر کے لئے کر دے۔

الحاصل وہ طعام صرف مساکین کا ہی حق نہیں کہ دوسرے لوگ نہ کھا سکیں بلکہ سب کھا سکتے ہیں اور ثواب پہنچتا ہے حسبِ تفاصیل الطعام والمستحقین والمخلصین مکتوبات شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ص ۳۲۸ اور فتاویٰ عزیزی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ ج۱ ص ۳۹، الحجۃ الفائحہ ص ۵ میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ سے ہے کہ "ایسا کھانا پکانا بلا مضائقہ جائز ہے اور غنی بھی کھا سکتے ہیں" فتاویٰ عزیزی کے آخری الفاظ یہ ہیں "پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز است" واللہ تعالیٰ اعلم۔

سہ تصنیف مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ۱۲ منہ غفرلہٗ

marfat.com

بزرگانِ دین کے عرس شرعی تاریخ وصال کے دن ہو سکتے ہیں اور بعد میں بھی کہ دلائلِ شرعیہ ثبوتِ اعراس اصل میں ہیں ہی مطلق اور مطلق اپنے اطلاق سے جمیع اوقات پر حاوی ہوتا ہے۔ امامِ اہل السنۃ والجماعۃ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الحجۃ القائمۃ ص ۱۸ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے ناقل ومقرر۔ ہ زیارت و تبرک بقبور صالحین و امدادِ ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآنِ کریم و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است بہ اجماع علماء و تعیین روزِ عرس برائے آنست کہ آں روز ذکر انتقالِ ایشاں می باشد از دار العمل بہ دار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ مورخہ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ ۲۴/۹

الاستفتاء

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارہ میں کہ اگر کوئی اہلِ اسلام اس طرح سے قرآنِ کریم و فرقانِ حمید ختم کرائے جیسا کہ اہلِ ہنود کا طریقہ ہے کہ گرنتھ صاحب کو دس یا سات یا تین یوم میں ختم کراتے ہیں، ایک شخص پڑھتا رہتا ہے، دوسرے اہلِ ہنود سنا کرتے ہیں، اس صورت میں کیا مشابہت ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟ دوسرا اگر اہلِ اسلام قرآنِ مجید کو جو قاری پڑھ رہا ہو چھوڑ کر اپنے کاروبار دنیاوی میں چلے جائیں تو اس کے لئے کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ اور اگر بیٹھا رہے تو کیا حرج ہوتا ہے، اور تشویش قلبی بھی ضروری ہوتی ہے اس شخص نے اہلِ ہنود کو دیکھا ہے

اور خیال پیدا ہوا کہ اس دعوم دھام سے قرآن شریف کو ختم کردیں، بعد میں جس طرح وہ لوگ نقدی دیتے ہیں، دوں، اس طریق پر قرآنِ کریم کا شریعتِ غرّا میں پڑھنا اور ختم کرنا جائز ہے یا مشابہت کا خوف ہوتا ہے، حوالہ کتب شرعیہ جواب باصواب تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

السائل: مولوی نورالدین از بھوسن شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

مسلمانوں کا یوں جمع ہو کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنی کہ ایک تلاوت کرے اور دوسرا ادب سے خاموش ہو کر کان لگائے رکھے، شرعاً مطلوب و محبوب اور بڑی بردست عبادت، مولیٰ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ (ترجمہ) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو (سورۃ الاعراف)، درالمختار وغیرہا اسفارِ فقہیہ میں ہے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ بعموم اللفظ صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۵ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتہم الملئکۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ: یعنی نہ جمع ہوئی کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں (مسجدوں) میں سے کسی گھر میں پڑھتے ہوئے کتاب اللہ کو اور تدارس کرتے ہوئے اس کا آپس میں مگر اترتی ہے ان پر طمانیت اور وقار اور ڈھانپتی ہے انکو رحمت اور احاطہ کرتے ہیں ان کا فرشتے اور ذکر کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا اپنے خاص مقربین میں اور ایسے ہی ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۸ میں بھی ہے

marfat.com

حفتهم الملٰئکۃ تک اور یاد پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کہ اس میں عبادت دگنی ہو جاتی ہے، ایک پڑھنا اور دوسرا قرآن کریم کی طرف نظر کرنا جیسے غنیۃ المستملی ص ۴۶۳ میں ہے وقراءۃ القرآن من المصحف افضل لان جمع بین العبادتین القراءۃ و النظر فی المصحف تو اس کے منع و مکروہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، سائل کو غالباً سننے والوں کے مجتمع ہونے سے شبہ دامن گیر ہوا، اس کا عبادت ہونا ثابت ہو چکا تو پھر کیسے ممنوع ہوا بلکہ علماء کرام نے تصریح فرمادی کہ قرآنِ کریم کا سننا خود پڑھنے سے بہتر ہے کہ پڑھنا تطوع ہے اور سننا فرض ہے اور فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے، غنیۃ المستملی ص ۴۶۵ والاستماع للقرآن افضل من تلاوتہ کذا من الاشتغال بالتطوع لان یقع فرضا و الفرض افضل من النفل اور ایسے ہی در المختار شامی ج ۵ ص ۳۴۰ میں ہے اور ایسے ہی دس یا سات یا تین یوم میں قرآنِ کریم ختم کرنا ہرگز ہرگز ممنوع نہیں، حضرت شیخ شاہ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں ج ۲، ص ۱۵۳ بدانکہ عادتِ سلف مختلف بود در قدر از زمان کہ ختم مے کردند دراں قرآن را از ختم کردن در دو ماہ تا ہشت ختم کردن در روز و شب و بعضے گفتہ اند کہ از سہ روز کم نباید و بر چہل روز زیادہ نے الخ اور مشابہت کا ہو جانا ہر ایک چیز کو منع نہیں بناتا بلکہ بُری چیز میں مشابہت ہونا منع ہے اور ایسے ہی ان کے مشابہ بننے کی غرض سے نیک کام کرنا اور یہ ہرگز ہرگز نہیں کہ ہماری شریعت میں جو کام عبادت ہو وہ غیروں میں رواج پا جائے تو ہمارے اوپر منع ہو جائے، در المختار میں بحر الرائق سے ہے ان التشبہ بھم لا یکرہ بھم کل شیئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر، شامی ج ۱ ص ۵۸۳ میں ہے فانا نأکل و نشرب کما یفعلون، بحر عن شرح جامع الصغیر لقاضی خان۔

marfat.com

باقی رہا دنیاوی ضروریات کے لئے چلا جانا تو جماعت میں سے جب تک بعض سنتے رہیں تو بعض کا چلا جانا جائز ہے کہ قرآنِ کریم کا سننا فرضِ کفایہ ہے جیسے سلام کا جواب دینا، غنیۃ المستملی ص ۴۶۵ میں ہے والاصل ان الاستماع للقرآن اذا قرئ فرض کفایۃ الخ اور ایسے ہی شامی ج ۱ ص ۵۰۹ میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں جندب بن عبداللہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرءوا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے "بخوانید قرآن را مادام کہ الفت وجمعیت دارد بر قرآن دلہائے شما وذوق ونشاط ودرود حاصل باشد پس چوں مختلف شوید ومتغیر گردید یعنی حاصل گردد شمارا ملالت وتفرقۂ قلوب پس برخیزید از خواندنِ قرآن وبہ ملالت وبے ذوقی نخوانید اما اینجا نکتہ ایست کہ مرد را باید کہ عادت کند وجد وجہد نماید ونفس را ریاضت فرماید تاکہ بکثرت قراءۃ ملال نیارد ونشاط افزاید زیرا نکہ کاملاں آسودہ دلاں کہ اعتیاد وارتیاض ندارند زود ملول نشوند" نقدی وغیرہ دنیا اگر مزدوری کے طریق پر مشروطاً او معروفاً ہو تو ممنوع ہے۔ اگر پڑھنے والے نے محض للّٰہیت سے پڑھا اور دوسرے نے بھی محض للّٰہیت سے بدون غرض تشبیہ کفار کچھ دیا تو یہ ممنوع نہیں، گزر چکا کہ مطلقاً مشابہت ممنوع نہیں ہے۔

ھذا ما عندی من العلم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۶۱ھ

marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ مروجہ قوالی جس میں طبلہ سارنگی ہارمونیم وغیرہ آلات ہوں، سننی جائز ہے یا نہیں؟

۲ ایک عالم دین کو شارع عام غلیظ قسم کی گالی بکنے والا ولی کہلانے کا مستحق ہے؟ اسے فاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳۔ ایسی قوالی کا اعلان مساجد اور پاکیزہ جگہوں میں جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ جو شخص یہ کہے کہ اگر غوث الاعظم بھی تقریر کرتے ہوں تو میں تقریر نہیں سنوں گا بلکہ مروجہ قوالی کی طرف رجوع کرونگا، اس میں غوث الاعظم یا شریعتِ طاہرہ کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر توہین ہے تو ایسے شخص کی بیعت کرنا جائز ہے یا ممنوع؟ بینوا توجروا۔

السائل: اصغر علی سیکرٹری پاک سنی تنظیم، پتوکی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج گرامی!

کافی عرصہ ہوا آپ کا یہ استفتاء کاغذات میں ہی محفوظ رہا، فقیر نہایت کم فرصت ہے، دار العلوم کا نظم ونسق اور اسباق وبکثرت سوالات کے جوابات وغیرہ کافی امور فقیر کے سپرد ہیں، علاوہ ازیں حاضری حرمین شریفین کے سلسلہ میں بھی کافی دن دار العلوم سے رخصت پر رہا، بہر حال معذرت کرتا ہوں کہ مجبوراً التواء ہو تا گیا۔

marfat.com

۱- مروجہ قوالی کے متعلق امامِ اہلِ سنت والجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا مفصل فتوائے مبارکہ احکامِ شریعت میں ہے وہی کافی ہے۔

۲- سُنی صحیح العقیدہ عالمِ دین کو شارع عام غلیظ گالیاں بکنے والا سخت فاسق و فاجر ہے اور ولی کہلانے کا مستحق ہے بشرطیکہ ولی الشیطان کہا جائے مگر ولی الرحمٰن کہلانے کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں۔

۳- ایسی قوالی کا اعلان مساجد جیسے مقدس مقامات میں ناجائز ہے۔

۴- حضور پُرنور نائبِ محبوبِ رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا و غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریرِ منیر پر مروجہ قوالی کو ترجیح دینے والا بلاشک و شبہ شریعت مطہرہ کی سخت توہین کا مرتکب ہے اور حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک جناب کا سخت گستاخ بنا اور اس جناب کا گستاخ تمام اولیائے کرام کا گستاخ ہے کہ یہ وہی تو ہیں جن کا پاک قدم اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے بلکہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی گستاخ ہے کہ یہ نائبِ مطلق ہیں، ان کی تقریر حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور ارشادات کی تشریح و تفسیر ہی ہے، ایسے شخص کی بیعت کرنا کیونکر جائز و حلال ہو؟ - اہلِ سنت و الجماعت پر سخت لازم اور نہایت ضروری ہے کہ ایسے شخص سے اپنے آپ کو بچائیں تاکہ حضرتِ رب العلمین جل مجدہ کے غضب سے محفوظ رہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ ۲۵ ۶/۶۴

marfat.com

الاستفتار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ ایسے قرآنِ مجید جوکہ بچوں کو ادارہ میں عوام الناس پڑھنے کے لئے دیتے ہیں حالانکہ وہ تلاوت کرنے والوں سے زائد ہیں، ان کو بیچ کر کوئی درسی کتاب خریدنی جائز ہے یا نہیں اور ایسے غلاف جو کہ زائد ہیں ان کا درسی کتابوں پر چڑھانا یا طالبعلموں پر صرف کرنا یعنی تکیہ وغیرہ بنوا دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: فقیر عبدالحی نوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک

مع التسلیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

ہمارے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ واقف چونکہ اپنے مال کا مالک مستقل ہوتا ہے لہٰذا بوقتِ وقف جو شرط کرے وہ معتبر ہے اور اس کا شرط کرنا نصِ شرعی کی طرح واجب الاتباع ہے، شامی ج۳ ص۴۹۹ میں ہے ان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم یخالف الشرع وھو مالک فلہ ان یجعل مالہ حیث شاء الخ نیز ج۳ ص۶۲۷ میں ہے ما خالف شرط الواقف فھو مخالف للنص نیز وہیں ہے شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعہ تو جب ادارہ میں پڑھنے کے لئے دئے جاتے ہیں تو ان کو فروخت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور ان کے غلافوں کے تکیے وغیرہ بنانے کیونکر جائز ہو سکتے ہیں، شامی ج۳ ص۵۲ میں ہے فان وقفھا علی اھل ذٰلک الموضع لم یجز نقلھا منہ لا لھم ولا لغیرھم،

marfat.com

یہ مسئلہ تو بہارِ شریعت ج ۱ ص ۶۱ تا ۶۲ پر بھی بڑا واضح طور پر لکھا ہے، اداروں والے بھی بے خیالی سے کام کریں تو وہی ذمہ دار ہیں، ہمارا دستور تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم ایسی شرط پر ہم قبول ہی نہیں کرتے بلکہ عام اجازت سے قبول کرتے ہیں اور پھر عوام قرآن خوانوں کو مفت دے دیتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۱۵ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء

الاستفتاء

نوٹ: حضرت مولانا ابوالفیض علی محمد نوری صاحب کا سوال آیا کہ ایک وہابی نے مسجد کے اندر بوسیدہ قرآنِ مجید جلا دئیے، لہٰذا اس کے جواب میں فتویٰ مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم جب بوسیدہ ہو جائے اور اس پر تلاوت متعذر ہو تو اس کا جلانا جائز نہیں، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۹۵، شامی ج ۵ ص ۲۷۲ و ۲۷۳ میں ہے و النظم من الشامی و فی الذخیرۃ المصحف اذا صار خلقا و تعذر القراءۃ منہ لا یحرق بالنار الیہ اشار محمد علیہ الرحمۃ و بہ نأخذ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۹ میں ہے و القیاس علیٰ فعل عثمان لا یجوز لان ضیعہ کان بما ثبت انہ لیس من القرآن او مما اختلط بہ اختلاطا لا یقبل الانفکاک بلکہ پاک کپڑے میں

marfat.com

لپیٹ کر لحد بنا کر دفن کیا جائے، شامی و عالمگیر میں ہے والنظم منہ المصحف اذا صار خلقا لا یقرأ منہ ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن اور دفن کرنا بے ادبی نہیں ورنہ اللہ رب العلمین کے اولیاء و انبیائے عظام کو دفن نہ کیا جاتا، درالمختار میں ہے وھو ای الدفن احسن کما فی الانبیاء، شامی ج ۵ ص ۲۷۲ میں ہے ان الدفن لیس فیہ اخلال بالتعظیم لان افضل الناس یدفنون اور سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ضرورتِ شرعیہ شدیدہ کی بنا پر ایسا کیا، کواکب الدراری المعروف کرمانی شرح صحیح بخاری ج ۱۹ ص ۹ میں ہے فان قلت کیف جاز احراق القرآن قلت المحروق ھو القرآن المنسوخ او المختلط بغیرہ من التفسیر او بلغۃ غیر قریش او القراءۃ الشاذۃ وفائدتہ انہ لا یقع الاختلاف فیہ جزاہ اللہ تعالٰی احسن الجزاء ورضی اللہ عنہ اور یہ صورت (اختلاف) بلکہ اس سے بڑھ کر دفن پر مرتب ہو چکی تھی جس کا بیان واتبعوا ما تتلوا الشیطین علی ملک سلیمٰن، کی تفسیر میں تفاسیر میں بالفاظِ مختلفہ موجود ہے، تفسیر درِ منثور ج ۱ ص ۹۵ میں ہے اخرج سفیان بن عیینۃ وسعید بن منصور وابن جریر المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن ابن عباس قال ان الشیطین کانوا یسترقون السمع من السماء فاذا سمع احدھم بکلمۃ حق کذب علیھا الف کذبۃ فاشربتھا قلوب الناس واتخذوھا دواوین فاطلع اللہ علی ذلک سلیمان بن داؤد فاخذھا فقدفنھا تحت الکرسی فلما مات سلیمان قام الشیطان بالطریق فقال الا ادلکم علی کنز سلیمان الذی لا کنز لاحد مثل کنزہ الممنع قالوا نعم فاخرجوہ فاذا ھو سحر فتناسختھا الامم وانزل اللہ عذر

سلیمان فیما قالوا من السحر فقال واتبعوا ما تتلوا الشیطین علیٰ ملک سلیمان الاٰیۃ و اخرج النسائی و ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال کان اٰصف کاتب سلیمان و کان یعلم الاسم الاعظم و کان یکتب کل شیئ بامر سلیمان و یدفنہ تحت کرسیہ فلما مات سلیمان اخرجتہ الشیاطین فکتبوا بین کل سطرین سحرا وکفرا و قالوا ھٰذا الذی کان سلیمان یعمل بھا فاکفرہ جھال الناس وسبوہ و وقف علماءھم فلم یزل جھالھم یسبونہ حتی انزل اللہ علیٰ محمد و اتبعوا ما تتلوا الشیٰطین بلکہ مرقات ج ۵ ص ۲۹ میں تو ایک اور وجہ بیان کی جس میں محرق کا اور رد ہوتا ہے وانما اختار الاحراق لانہ یزیل الشک فی کونہ ترک بعض القراٰن اذ لو کان قراٰنا لم یجوز مسلم ان یحرقہ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ جلانا دھونے کے بعد تھا، حالانکہ اس وقت چھاپہ نہیں تھا اور سیاہی دھونے سے اتر جاتی تھی، تو صاف شدہ اوراق اور وہ بھی ضرورتِ شرعیہ شدیدہ کے ماتحت جلائے گئے حالانکہ آجکل وہ ضرورت ذرا بھر نہیں بلکہ اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا اور پھر جلائے وہ اوراق جن پہ باقاعدہ قرآنِ کریم غیر منسوخ بلا تفسیر لکھا ہوا تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وحدہ لا شریک لہ، عینی شرح بخاری ج ۹ ص ۳۰۶، فتح الباری ج ۹ ص ۱۷ میں ہے واللفظ من الفتح وقد جزم عیاض بانھم غسلوھا بالماء ثم احرقوھا مبالغۃ فی اذھابھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا الحبیب الاعظم الاکرم وبارک وسلم۔

ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۷ محرم ۱۳۸۹ھ ۶۹/۴/۱۵

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم مقام حضرت قبلہ شیخ الحدیث وفقیہ الاعظم و
مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کے دار العلوم میں جملہ مدرسین کو یوم تعطیلات ماہ رمضان المبارک وغیرہ کی تنخواہیں دی جاتی ہیں یا نہیں ؟

۱۔ از روئے شریعت مدرسین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایام تعطیلات کی تنخواہیں لے سکتے ہیں یا نہیں ؟

۲۔ جو مدرسین یوم تعطیلات کے دوران کسی خاص وجہ سے مدرسہ میں حاضر نہیں ہوتے یا حاضر ہونے سے قاصر ہیں کیا ان کا بھی حق تنخواہ لینے کا ہوتا ہے یا نہیں ؟

۳۔ امسال دار العلوم رضویہ حنفیہ غلہ منڈی عارف والہ کے ناظم اعلیٰ سید مراتب علی شاہ نے مدرسین کو یوم تعطیلات کی تنخواہیں نہیں دیں جس کی وجہ سے ہم آپ کے دار العلوم کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ آپ کے دار العلوم میں کیا قوانین نافذ ہیں ۔ فقط والسلام ۔

از طرف : سید نور حسین شاہ

۲۹/۴/ ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

بخدمت سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں

marfat.com

جملہ مدرسینِ کرام کی خدمت میں ماہِ رمضان المبارک وغیرہ ایامِ تعطیلات کے مشاہرات باقاعدہ پیش کئے جاتے ہیں اور شرعاً مدرسینِ کرام کے لئے یہ جائز ہے اور ہمارے مدارس کے علاوہ سرکاری مدارس میں بھی مشاہرات اسی طرح دئے جاتے ہیں اور یہ مدرسین کا حق عرفاً مانا ہوا ہے حالانکہ شرعاً المعروف کالمشروط ہے، الاشباہ والنظائر ص ۱۲۰ میں ہے وافی البزازیۃ المشروط عرفا کالمشروط شرعا اور متعدد صفحات میں ہے المعروف کالمشروط شامی ج ۴ ص ۲۶۲ میں ہے والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اھلہ اور اسی طرح شامی ج ۴ ص ۲۶۳ میں اور بحر الرائق ج ۶ ص ۱۳۶ میں بھی کافی محکم سے ہے بلکہ قرآنِ کریم میں ہے وامر بالعرف لہٰذا شامی ج ۴ ص ۴۹۰ میں فرمایا قال العلامۃ العینی والبناء علی العادۃ الظاھرۃ واجب، الاشباہ والنظائر ص ۱۱۶ میں ہے القاعدۃ السادسۃ العادۃ محکمۃ واصلھا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن، پھر اسی قاعدہ کے مسائل میں ہمارے اس مسئلہ تعطیلات کے متعلق بھی تصریح ہے، ص ۱۱۸ میں ہے ومنھا البطالۃ فی المدارس کایام الاعیاد ویوم عاشوراء وشھر رمضان فی درس الفقہ (الیٰ ان قال) فینبغی ان یکون کذٰلک فی المدارس لان یوم البطالۃ للاستراحۃ الخ نیز ص ۱۲۳ میں ہے مسئلۃ البطالۃ فی المدارس فاذا استمر عرف بھا فی اشھر مخصوصۃ حمل علیھا ما وقف بعدھا اور یونہی شامی ج ۳ ص ۵۲۵ میں ہے، نیز شامی کے اسی صفحہ میں ہے حیث کانت البطالۃ معروفۃ فی یوم الثلاثاء والجمعۃ وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ اور جب حق جائز ہے تو ایامِ تعطیلات میں حاضری مزدوری نہیں کیونکہ حاضری شرط ہو

marfat.com

تو تعطیلات کا معنیٰ ہی ثابت نہیں ہوتا، بہر حال ایامِ تعطیلات کے مشاہرات مدرسین کا ایسا حق ہے کہ اس کا ادا کرنا منتظمینِ مدارس پر از روئے احکامِ قرآن و احادیثِ شریفہ و تصریحاتِ فقہائے کرام لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۶/۹/۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورت میں کہ تین شخصوں نے حرام چربی عیسائی سے نکلوا کر اور پگھلوا کر ٹین میں بند کر کے خریدار کو حرام بتا کر فروخت کر دی ہے، گاؤں کے لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دیا ہے، یہ مجرم اپنے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور سچے دل سے توبہ کرتے ہیں، آپ فرماویں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے بعض لوگ کہتے ہیں ہم ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر اسلام سے علیحدہ کر دیں گے، از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: خوشی محمد قوم موچی موضع چک ۱۰۲ ڈاکخانہ بڑا گھر تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ (نشان انگوٹھہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب ان کا یہ فعل شرعاً ناجائز اور گناہ ہے مگر چونکہ وہ حرام کو حرام جانتے اور کہتے ہیں تو یہ کفر قطعاً نہیں بن سکتا عند اھل السنۃ والجماعۃ کما نص علیہ فی کتب الکلام والفقہ بل لاھل الکتاب

marfat.com

والسنۃ اور یونہی گاؤں والوں کا بائیکاٹ بھی اس حرام کاری کے وقت صحیح تھا مگر جب سچے دل سے توبہ کرتے ہیں تو ان کی توبہ پر اعتبار کرتے ہوئے میل جول شروع کردیں، قرآنِ کریم میں ہے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (سورۃ الزمر) حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶) بلکہ اگر بالفرض کافر ہو بھی جاتے جب بھی یہی حکم ہے، کافر کی توبہ بھی غرغرۂ موت سے قبل مقبول ہے، قرآنِ کریم میں ہے فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (سورۃ التوبہ) قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف (سورۃ الانفال) لہذا گاؤں والوں کا فرض ہے کہ ان کو اپنا دینی بھائی تصور کرتے ہوئے بائیکاٹ ترک کردیں اور کفر کے فتوے نہ لگائیں اور اسلام سے علیحدہ نہ کریں کہ خود گنہگار و ظالم نہ کہلائے جائیں، قرآنِ کریم میں ہے بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (سورۃ الحجرات)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۸ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ گدھے کو گھوڑی کے ساتھ جفت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی : ابو الاخلاص مولوی اللہ بخش صاحب

متعلم دار العلوم حنفیہ فریدیہ، فرید پور جاگیر

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جائز ہے چنانچہ قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، تکملہ بحر الرائق، تنویر الابصار میں تحریراً اور در المختار و رد المحتار میں تقریراً ہے و النظم للامام القدوری ولا باس بخصاء البھائم و انزاء الحمیر علی الخیل۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۵ شعبان المکرم ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

بخدمت فیض درجت حضور حضرت قبلہ مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی

ادام اللہ برکاتکم علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:- ایک شرعی مسئلہ آپ سے دریافت کر رہا ہوں، برائے عنایت اس کے متعلق فقہائے کرام کا فیصلہ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، سوال یہ ہے:-

گائے، بھینس، بکری، بھیڑ کا وہ دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے بعد دو تین دن نکلتا رہتا ہے اور گاڑھا ہوتا ہے اور اس کا رنگ بھی دودھ جیسا سفید نہیں ہوتا۔ اس کا کھانا آیا جائز ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ چونکہ یہاں متنازعہ صورت اختیار کر چکا ہے، ایک دیوبندی (وہابی) مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے، برائے عنایت مدلل تحریر عنایت فرمائیں کہ فقہائے کرام کا اس بابت کیا فیصلہ ہے؟

marfat.com

یہ جوابی لفافہ پیشِ خدمت ہے، اس میں جواب روانہ فرمائیں، والسلام
خادم: عبدالرحیم سکندری خطیب غوثیہ مسجد، شاہ پور چاکر
ضلع سانگھڑ سندھ ۲ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- بلاشک وشبہ وریب شرعاً حلال ہے اس کا کھانا پینا جائز ہے اور کسی دیوبندی کے اس فتویٰ دینے سے کہ کھانا جائز ہے، یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو جائے جیسے کہ دیوبندی پانی پینا جائز کہے تو ناجائز نہیں ہو جاتا اور شاید آپ کی تحریر میں "نا" رہ گیا ہے، یعنی صحیح یہ ہے کہ فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے تو آپ اس سے دلیل طلب فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ غلط کہتا ہے کیونکہ قرآنِ کریم کی کئی آیتوں سے ثابت کہ جائز ہے، دیکھئے سورۃ النحل شریف کی آیت ۶۶ میں ہے نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشاربین اور سورۃ المؤمنون ۲۱ میں ہے نسقیکم مما فی بطونہا نیز سورۃ النحل کی آیت ۵ میں ہے لکم فیہا دفء و منافع ان "منافع" اور "مما فی بطونہا" اور "مما فی بطونہ" اور لبنا میں یہ دودھ بھی یقیناً داخل ہے، رنگت کا قدرے فرق ناجائز نہیں بناتا جیسے کہ گائے کا دودھ بھی کبھی پورا سفید نہیں ہوتا اور نہ ہی قرآنِ کریم نے سفید ہونے کو شرط بنایا ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۱۴ اور سنن ترمذی ج ۲ ص ۹۶ میں ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اس قسم کا

دودھ (جس کو عربی میں لبأ کہا جاتا ہے) ذکیہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا بطور تحفہ و اللفظ للترمذی ان کلدۃ بن حنبل اخبرہ ان صفوان بن امیۃ بعثہ بلبن و لبأ و ضغابیس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ صحابی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں پیش کرتے، نیز مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۰۷ میں ہے کہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس کو تناول فرمایا و لفظہ وان ابابکر اکل لبأ ثم صلی لم یتوضأ، نہایہ ابن اثیر ج ۴ ص ۴۶ اور الدر النثیر ج ۴ ص ۴۶ اور مجمع البحار ج ۳ ص ۲۱۴ میں ہے ھو اول ما یحلب عند الولادۃ، لسان العرب ج ۱ ص ۱۵۰ میں ہے اول الالبان اللبأ عند الولادۃ و اکثر ما یکون ثلاث حلبات اور یونہی تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۱۴ میں ہے، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ دودھ ہی ہے اور جائز وحلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الاعظم و آلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۸ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ ۲۱/۱/۷۵

الاستفتاء

بحضور حجۃ الاسلام ملاذ العلماء افتخار الاولیاء حضرتِ فقیہِ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی دامت برکاتہم العالیہ بانی و شیخ الحدیث دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاجِ اقدس بعافیت مطلوب، المرام آنکہ پاکستان و

marfat.com

ہندوستان کی موجودہ جنگ اور ہنگامی حالات کے باعث دورانِ جنگ میں زخمی ہونے والے مجاہدین کے لئے آجکل خون کے عطیات پیش کئے جا رہے ہیں اور بظاہر اس کی ضرورت بھی بہت ہے تو حضور سے التماس ہے کہ آیا شرعاً یہ عطیات جائز ہیں اور ایسی ضرورت کے وقت انتفاع بالدم جائز ہوگا یا ممنوع و حرام مدلل ومبرہن فتویٰ مطلوب ہے، امید کہ حضور ضرور کرم فرمائیں گے اور جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔ بینوا توجروا

السائل: علی محمد نوری خطیب جامع مسجد غلہ منڈی وہاڑی، حسبِ فرمائش
حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب، آلومہار ۱۰/۶۵ ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسی ضرورتِ شدیدہ کے وقت کہ زخمی مجاہد کی زندگی خطرہ میں ہو اور کوئی نافع دوائی خون کے بغیر نہ ملے تو استعمال خون بقدر ضرورت شرعاً جائز ہوگا، قرآنِ کریم میں حرمتِ خون کا بیان چار آیتوں میں ہے، پ۲ ع ۵ اور پ۶ ع ۵، پ۸ ع ۵، پ۱۴ ع ۲۱ اور ہر ایک آیت میں ضرورتِ شدیدہ کے وقت صاف صاف اجازت ہے پہلی آیتِ پاک یہ ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم (ترجمہ) اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو، نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یونہی دوسری آیتوں میں بھی

marfat.com

ناچاری کی حالت میں اجازت ہے۔ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے سواء کان الاضطرار لاجل المخمصۃ او الاکراہ او غیر ذٰلک حل لہ اکلہا بالاجماع۔ مذہب مہذب حنفیہ میں بھی اس کی تصریح ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۲۳۲ نور الانوار ص ۱۷۲، تنقیح توضیح توضیح ص ۶۱۵ میں ہے والنظم من الهدایۃ تناول هٰذہ المحرمات انما یباح عند الضرورۃ، نیز فقہائے کرام نے ضرورتِ شدیدہ کے وقت بالخصوص انسانی اجزاء سے انتفاع کی تصریح بھی کی ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۳۲۱، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۰ میں ہے واللفظ لہ انہ جزء الآدمی فلا یباح الانتفاع بہ الا للضرورۃ اور اسی بنا پر چھوٹے بچے کو انسانی دودھ (جو انسانی جزء ہے) پلایا جاتا ہے اور یونہی دوائی کے طور پر بھی استعمال کی اجازت دی گئی ہے، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۰ میں ہے وقیل یجوز اذا علم انہ یزول بہ الرمد ولا یخفیٰ ان حقیقۃ العلم متعذرۃ فالمراد اذا غلب علی الظن، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۲ میں ہے لا بأس بأن یسعط الرجل بلبن المرأۃ ویشربہ للدواء بلکہ فقہائے کرام نے خون کے متعلق بھی تصریح فرمائی کہ بیمار بطور علاج استعمال کر سکتا ہے، شامی ج ۵ ص ۳۴۲، حموی علی الاشباہ ص ۱۰۸، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۱۱۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتۃ للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاءہ فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ۔ اور یونہی بکثرت جزئیاتِ فقہیہ صراحۃً جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ انسانی خون کے استعمال میں انسانیت کی اہانت لازم آتی ہے تو یہ شبہ قرآنِ کریم کی چار آیتوں کی اجازت اور فقہائے کرام کی تصریحات کے سامنے محض بے جا ہے، پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو انسانیت کی بھی جان ہیں،

marfat.com

ان کا خون مبارک جو پچھنے والی سینگی لگوانے کے وقت خارج ہوا، صحابہ کرام کی ایک جماعت (جن میں حضرتِ مولیٰ علی اور حضرتِ عبداللہ بن زبیر اور ابوطیبہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں) نے بطورِ تبرک نوش کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا، عینی شرح بخاری ج ۱ ص ۸۰۷ میں ہے ان جماعۃ شربوا دم النبی علیہ السلام منہم ابوطیبۃ الحجام وغلام من قریش حجم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وعبداللہ بن زبیر شرب دم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ البزار والطبرانی والحاکم والبیہقی وابونعیم فی الحلیہ ویروی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ شرب دم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، بیہقی نے ج ۷، ص ۶۷ میں باب ترکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانکار علی من شرب بولہ ودمہ میں مسند حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور جب سرکار کا خونِ مبارک بطورِ تبرک نوش کرنا جائز ہوا اور بے ادبی نہ بنا حالانکہ ان کی عزت سے بڑھ کر کسی کی عزت نہیں تو مومن کی جان بچانے کے لئے عام انسان کا خون استعمال کرنا کیونکر بے ادبی بن سکتا ہے بلکہ اس میں انسانیت کی عزت ہے کہ غازی کی زندگی کی حفاظت ہے۔

بہر حال روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ایسے مریض کے لئے ایسی ضرورت کے وقت انسانی خون کا استعمال جائز ہے اور جب استعمالِ خون جائز ہے تو خون کے عطیات پیش کرنے بھی جائز ہوں گے کیونکہ پاک و ہند کی یہ جنگ یقیناً اسلام و کفر کی جنگ اور شرعی جہاد اور بہت بڑی نیکی ہے اور خونی عطیات اس جہاد میں خصوصی تعاون ہے اور قرآنِ کریم فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوٰی پ ۶ ع ۵ یعنی نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ نیز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی متفق علیہ حدیثِ پاک میں ہے المومن

للمؤمن كالبنیان یشد بعضه بعضا ثم شبک بین اصابعه

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۲) یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے مکان کی طرح ہے کہ مکان کا بعض دوسرے بعض کو مضبوط کرتا ہے، پھر انگشتانِ مبارک ایک دوسری میں داخل فرمادیں" اور جبکہ خون دینا بھی اپنے مومن بھائی کو مضبوط کرنا ہے تو اس حدیث پاک کے لحاظ سے بھی جائز ہوگا پھر جب آدمی اپنی جسمانی مرض وغیرہ ضرورت کے لئے فصد وغیرہ کے ذریعہ خون نکال سکتا ہے تو روحانی و ایمانی، ملی اور ملکی ضرورت کے پیشِ نظر کیوں نہیں نکال سکتا، تو واضح ہوا کہ عطیاتِ خون کا پیش کرنا بھی جائز ہے اور تعاون علی الجہاد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

تنبیہ: یہ فتویٰ بطور رائے ہے اور کوئی حتمی فیصلہ یا قطعی فتویٰ نہیں۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
ضلع ساہیوال ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ ۳۰ ۱۱/۶۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی ادویات جن میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے اور ہومیو پیتھی ادویات جن میں عموماً الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، خواہ ادویات تر ہوں یا خشک، اُن کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مندرجہ ذیل صورتوں کے جوابات بھی عنایت فرمائیں،

ہومیو پیتھی بعض ڈاکٹروں کا قول ہے کہ جس الکحل سے ادویات تیار ہوتی ہیں، یہ جو یا گنے سے بنتی ہے، و بصدقِ قولِ ایشاں ایسی ادویات کا استعمال

marfat.com

جائز ہونا چاہئے کیونکہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مسلک پر یہ حرام نہیں، عالمگیری میں ہے واما الاشربۃ المتخذۃ من الشعیر او الذرۃ او التفاح او العسل اذا اشتد وھو مطبوخ فانہ یجوز شربہ مادون السکر عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالٰی حرام شربہ اور بہارِ شریعت میں ہے "شہد، انجیر، گیہوں، جو وغیرہ کی شرابیں بھی حرام ہیں، مثلاً یہاں ہندوستان میں مہوے کی شراب بنتی ہے، جب ان میں نشہ ہو، حرام ہیں" اور درِ مختار میں ہے والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ یحل سواء طبخ او لا بلا لھو وطرب اور ظاہر کہ ادویات میں اس کا استعمال نہ تو لہو وطرب کے لئے ہے اور نہ ہی اس حالت میں یہ مُسکِر ہوتی ہے، ہاں جب اس کو کوئی برائے لہو وطرب پیئے گا تو سیدنا امامِ محمد رحمۃ اللہ تعالٰی کے قول پر فتوٰی کی بنا پر حرام ہونگی جیسا کہ عالمگیری میں ہے الفتوٰی فی زماننا بقول محمد یحد من سکر من الاشربۃ المتخذۃ من الحبوب والعسل واللبن والتبن لان الفساق یجتمعون علٰی ھٰذہ الاشربۃ فی زماننا ویقصدون السکر واللھو بشربھا کذا فی التبیین۔

۲۔ دورِ حاضرہ میں ایسی ادویہ عوام وخواص استعمال کر رہے ہیں حتٰی کہ علمائِ کرام اور مفتیانِ فخام میں سے شاید ہی کوئی ہوگا جو اس ابتلاء میں مبتلا نہ ہو تو کیا یہ عمومِ بلوٰی نہیں؟ اگر کہا جائے کہ یہ عمومِ بلوٰی نہیں تو کیوں؟ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عمومِ بلوٰی میں داخل ہے تو شرعاً اس کی اجازت ہونی چاہئے کیونکہ عمومِ بلوٰی میں تو ایسی چیزیں جن کی حرمت اور نجاست اختلافی ہو، ان کے جواز کا قول ہوتا ہے

marfat.com

کما لا یخفی علی من لہ ادنیٰ ممارسۃ بالفقہ اور مسئلہ مذکورہ میں تو امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور قاضی القضاۃ سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا قول حلت کا ہے۔

۳۔ انگریزی ادویہ میں عموماً اور ہومیو پیتھی میں خصوصاً اس کی آمیزش ایسی ہوتی ہے کہ کالعدم ہو جاتی ہے تو کیا یہ استحالہ نوعی نہ ہوگا اور اس ضمن میں نہ آئے گا کہ نمک کی کان میں گدھا مر کر نمک ہو جائے تو اس نمک کا کھانا جائز ہے بہر حال دلائلِ شرعیہ کی رو سے اگر جواز کی گنجائش نکل سکتی ہو تو علماء کرام اور مفتیانِ عظام کی خدمت میں استدعا ہے کہ امت پر شفقت فرماتے ہوئے لیسروا ولا تعسروا پر عمل کرتے ہوئے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں یہ تو ظاہر کہ عوام و خواص ادویہ کے

ؔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین فاضل بریلوی قدس سرہ نے حقہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوائے حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں، خصوصاً ایسی حالت میں عجماً و عرباً و شرقاً و غرباً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلاء ہے تو عدمِ جواز کا حکم دینا عام امتِ مرحومہ کو (معاذ اللہ) فاسق بنانا ہے جسے ملتِ حنفیہ سمحہ سہلہ غراء بیضا ہرگز گوارا نہیں کرتی، اس طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا کہ فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین نیز فرمایا رنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آجکل سخت حرج کا باعث ہے، پھر بھی و الحرج مدفوع بالنص و عموم البلویٰ من موجبات التخفیف لا سیما فی مسائل الطہارۃ و النجاسۃ لہذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابی یوسف رضی اللہ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں، ہمارے اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلا شبہ جائز ہے نظراس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔ (احکام شریعت)

marfat.com

استعمال کو ترک نہیں کریں گے تو حرمت کا فتویٰ دیا جائے تو سب مجرم ہونگے اور شرعاً جواز کی صورت نکل سکے اور اس کے ماتحت جواز کا فتویٰ دیا جائے تو امت گناہ سے بچ جائے گی۔

محمد سعید، ناظم سُنّی رضوی تبلیغی جماعت، محمد پورہ، لائلپور

۶ ربیع الاخری ۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں اس میں شک نہیں کہ انگریزی ادویہ کا استعمال شرقاً غرباً عرباً عجماً عام ہو چکا ہے اور یہ بھی متیقن و متعین کہ تمام دواؤں میں عموماً شراب کی ملاوٹ نہیں ہوتی بلکہ صرف تر اور سیال دواؤں میں سے بعض میں ہوتی ہے اور وہ بھی یقین نہیں کہ انگوری ہوتی ہے، تو اندریں حالات غیر مسکرہ دواؤں کا استعمال جائز و حلال ہونا چاہیئے کہ ایک ایک دوائی کے متعلق شراب کی آمیزش یقینی نہیں ہے حالانکہ یہ امر محقق ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے و ذا ثابت کالشمس والامس من الآیات المتکاثرۃ والاحادیث المتواترۃ و نصوص الائمۃ الکرام والمشائخ العظام علیٰ کشتہا بلکہ فتاویٰ امام قاضی خاں فقیہ النفس ص ۷۹، میں ہے لیس زماننا زمان الشبہات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین بلکہ فتاوی عالمگیری ج۴ ص ۱۰۵ میں ہے قال محمد وبہ ناخذ مالم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ کذا فی الظہیریۃ تو واضح ہوا کہ حرمت و نجاست عارضی ہیں لیکن ان کے ثبوت کے لیئے ضروری ہے کہ خصوصی

marfat.com

دلیل ہو اور محض شکوک و ظنون سے ان کا اثبات ممکن نہیں اور یہ بھی واضح کہ احتیاط یہ نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ و ثبوتِ کامل کسی شئے کو حرام و مکروہ کہہ کر افترا کیا جائے اور بازاری افواہ بھی قابلِ اعتبار نہیں کہ احکامِ شرع کی مناط و مدار بن سکے نیز کسی شئے کا محلِ احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور اور بے پرواہ نجاست و حرمت سے مسجود ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئے یا اس قوم کی استعمالی یا بنائی ہوئی اشیاء مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں چنانچہ مسائلِ کثیرہ فقہیہ سے یہ چیز روزِ روشن کی طرح ثابت ہے مثلاً وہ کنوئیں جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، نادان بچے، بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں، شرعِ مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی ہے، ان سے شرب و وضو روا فرماتی ہے اور یونہی گلی کوچوں میں پھرنے والے جوتوں سے کوئی جوتا کنوئیں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو تو کنواں طاہر ہے اور اس قسم کے بکثرت اور مسائل ہیں جن کی فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق، شامی، قاضیخان وغیرہا کتبِ معتمدہ میں تصریح ہے اور فتاویٰ رضویہ شریفہ جلد ۲ میں نہایت تشریح ہے، سائل فاضل نے یہ درست فرمایا کہ انگریزی ادویہ میں عمومِ بلویٰ اور ابتلاء کا اعتبار ہونا چاہئے اور ایسی صورت میں ضرورت کے لئے روایتِ ضعیفہ کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے چہ جائیکہ حضرت امامِ عالی مقامِ اول اور حضرتِ امام ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا مذہب شریف معاذ و ملاذ بن جائے حالانکہ ہمارے پیارے ارحم الراحمین رب تبارک و تعالیٰ اور سراپائے رحم و کرم محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تیسیر پسند اور حرج و تعسیر مرفوع ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (پ ۲ ع ۷)، نیز فرمایا و ما جعل علیکم فی الدین من حرج (پ ۱۷ ع ۱۰)، الیٰ غیر ذٰلک من الاٰیٰت والاحادیث الصحیحۃ الصریحۃ

marfat.com

البتہ ایلو پیتھک ادویہ کی طرح ہومیو پیتھی ادویہ کا استعمال فقیر کی نظر میں حدِ ابتلا تک نہیں پہنچ سکا تو ان میں اباحتِ اصلیہ اور عدمِ تیقن نجاست سے ہی جواز ثابت ہو سکتا ہے۔

رہی سائلِ فاضل کی تیسری دلیل استحالہ نوعی والی، تو نظرِ حاضر اس کی تائید نہیں کر سکتی کیونکہ کتبِ فقہیہ کی تصریحات سے متبین ہے کہ انقلاب و استحالہ کے دو قسم ہیں، خلقی اور مصنوعی، خلقی انقلاب سے طہارت کا آجانا مسلم ہے جیسے ناپاک پانی یا گوبر وغیرہ کی کھاد سے درخت اور پودے یا بیلیں پرورش پائیں تو پانی اور کھاد کے اجزاء یقیناً ان کے جزء بن کر منقلب اور مستحیل ہو جاتے ہیں جیسے کہ نطفہ کا علقہ و مضغہ بن کر ذی روح بن جانا، تو ایسا انقلاب و استحالہ یقیناً مطہر ہے، تربوز، لیموں وغیرہ کے پانی اور گودے اور باقی سب پھل اور پھول غلے لکڑی وغیرہ پاک ہیں اگرچہ گندے نالوں کے پانی اور ٹٹیوں کی غلاظت سے ہی نشوونما پائی ہو، اور یونہی سب جانور اصل میں پاک ہیں الا ما خصہ الدلیل من النجس العین اور اسی طرح بکری کا بچہ جو پلید دودھ سے پالا گیا یا مرغی کا غلیظ کھا کر پرورش پانا اسی خلقی انقلاب کی بنا پر بالاجماع حرام نہیں اور ہرن کے خون کا نافہ استحالہ خلقیہ سے کستوری بن جانا بھی مطہر و محلل ہے اور اسی طرح حضرتِ مجتہد مذہب امامِ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کانِ نمک میں خنزیر و حمار کا نمک بن جانا بھی خلقی انقلاب ہے اور پاخانہ وغیرہ نجس العین اشیاء کا آگ میں جل کر خاکستر ہو جانا بھی خلقی امر ہے اور مطہر ہے ولا یخفی ان الطھارۃ لا یستلزم الحل اور مصنوعی انقلاب و استحالہ یعنی انسان کا دو چار چیزوں کو ملا کر مرکب تیار کر لینا کہ ترکیب سے ہیئتِ سابقہ ضرور بدل جاتی ہے اور مفردات کے بعض اوصاف بھی برقرار نہیں رہتے، ایسے انقلاب سے پلید چیز کا پاک ہو جانا محلِ نظر ہے، مثلاً الیہ تریاق جو سانپ کے گوشت اور دیگر ادویہ کو ملا کر

marfat.com

معجون کی صورت بنایا جاتا ہے یا پلید پانی یا شراب سے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی یا شوربا میں شراب ڈالی گئی تو یہ تریاق اور روٹی شوربا پلید ہیں اور ان کا استعمال حلال نہیں کمافی الهندیة ج ۴ ص ۱۱۲، ج ۴ ص ۱۳۹ وغیرها من اسفار المذهب البتہ بعض مشائخ کرام نے بعض مرکبات کو اسی استحالہ کی بنا پر پاک فرمایا مگر عند التحقیق ان مرکبات کا حکم طہارت ضرورت و عمومِ بلویٰ پر ہی مبنی ہے چنانچہ وہ صابون جو پلید تیل سے تیار کیا جائے بعض علماء نے فرمایا کہ ہے کہ اس میں انقلاب و استحالہ آگیا اور اس کو مسئلہ نمک پر قیاس فرمایا، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۶، کبیری ص ۱۸۶ بحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۷، شامی ج ۱ ص ۲۹۱ میں ہے والنظم من الفتح وعلی قول محمد فرعوا الحکم لطهارة صابون صنع من زیت نجس، تو یہ فرعوا جو قالوا[لعه] کی طرح ہے، بتارہا ہے کہ حضرتِ ابنِ ہمام اور باقی حضرات مصنفین کبیری وغیرہ کو یہ تفریع پسند نہیں چنانچہ در المختار اور شامی میں تصریح ہے کہ طہارتِ صابون کا حکم ضرورت و بلویٰ کے سبب ہے، شامی ج ۱ ص ۲۹۱ میں ہے والنظم من الدر به یفتٰی للبلوٰی اور بعض حضرات نے اسی انقلاب کی بنا پر اس گارے کو پاک کہا جو پلید پانی اور پاک مٹی یا پاک پانی اور پلید مٹی سے تیار کیا گیا ہو، خلاصۃ الفتاوٰی ج ۱ ص ۴۶، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۶ کبیری ص ۱۸۶ وغیرہا میں ہے والنظم منها ایهما کان طاهرا فالطین

[لعه] کبیری ص ۴۰۲ میں ہے فی قوله قالوا اشارة الی عدم استحسانه والی انه غیر مروی عن الائمة کما قلناه فان ذلک هو المتعارف فی عباراتهم، ص ۴۲۲ میں ہے لفظ قالوا الدال علی عدم الرضی عقود الدریہ ج ۲ ص ۳۶۷ میں ہے ان فی لفظ قالوا اشارة الی ضعف ما قالوا ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

طاہر بلکہ بعض نے اس کی نسبت بھی حضرت محرر مذہب کی طرف کر دی حالانکہ یہ محض تفریع ہی ہے چنانچہ خلاصہ میں ابو النصر سے منقول ہے ھذا قول محمد حیث صار شیئاً اخر، کبیری میں ہے قال البزازی ھو قول محمد اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اگر انقلاب ہی علت طہارت ہے تو بعض اجزاء کا پاک ہونا بھی شرط نہیں ہوگا کیونکہ اگر یہ انقلاب معتبر ہے تو پاک اور پلید میں یکساں پایا جاتا ہے لہذا فتح القدیر میں پانی اور مٹی دونوں کے ناپاک ہونے کی صورت میں بھی بعض کے نزدیک گارے کا پاک ہونا ذکر فرمایا، فتح القدیر ج ا ص ۱۷۶ میں ہے و فرع بعضھم علیہ ان الماء والطین النجسین اذا اختلطا وحصل الطین کان الطین طاھرا لانہ صار شیئاً اخر مگر اس کی بنا بھی صابون کی طرح ضرورت و بلویٰ پر ہی ہے جیسے کہ اس گارے کو پاک کہا گیا جو گوبر ڈال کر بنایا گیا ہو فتح القدیر ج ا ص ۱۷۶، ۱۷۷، شامی ج ا ص ۳۰۲ میں ہے والنظم للشامی السرقین اذا جعل فی الطین للتطیین لا ینجس لان فیہ ضرورۃ الی اسقاط النجاسۃ لانہ لا یتھیا الا بہ حلیۃ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حکم طہارت اصالۃً ضرورت و بلویٰ پر ہی مبنی ہے حتٰی کہ جن حضرات کی نظر میں اس میں ضرورت و بلویٰ نہیں ان کے نزدیک وہ گارا پاک بھی نہیں، کبیری ص ۱۸۶، شامی ص ۳۰۲، فتح القدیر ج ا ص ۱۷۶ میں ہے والنظم للحلبی لان اختلاط النجس بالطاھر ینجسہ ھذا ھو الصحیح کما ذکرہ قاضیخان وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث۔

بہرحال تحقیق یہ ہے کہ ایسا مرکب جس کے سب اجزاء یا بعض پلید ہوں وہ صرف اس مصنوعی ترکیب و استحالہ سے طاہر و حلال نہیں ہو سکتا ورنہ لازم کہ شراب سے گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی یا وہ حلوہ کہ جس میں شراب کے چند قطرے

marfat.com

یا خنزیر کی چربی ڈال کر بنایا گیا یا ناپاک کنوئیں سے پانی لے کر پلاؤ پکایا گیا الیٰ غیر ذلک من الاشیاء الخارجۃ عن الحصر و الاحصاء سب طاہر و حلال بن جائیں کیونکہ انہیں مصنوعی انقلاب و استحالہ پایا گیا ہے کہ اس ترکیب کی وجہ سے تغیر پایا گیا اور مرکب دوسری نئی چیز بن گیا اور بعض وصفیں ضرور منعدم ہوگئیں اور بعض نئے فوائد و خواص بھی پیدا ہوگئے حالانکہ ان چیزوں کو فقہائے کرام نے استحالہ کا سبب فرمایا ہے، بدائع صنائع ج ۱ ص ۸۵ میں ہے ان النجاسۃ لما استحالت و تبدلت اوصافہا و معانیہا خرجت عن کونہا نجاسۃ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۶، بحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۷، شامی ج ۱ ص ۳۰۲ میں ہے والنظر منہ و کثیر من المشائخ اختارہ وھو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسۃ علیٰ تلک الحقیقۃ و تنقضی الحقیقۃ بانتفاء بعض اجزاء مفہومہا (الیٰ ان قال) فہٰذا ان استحالۃ العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۶، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۶، کبیری ص ۱۸۶ میں ہے لصیرورتہ شیئاً آخر، شامی ج ۱ ص ۲۹۱ میں ہے ان العلۃ عند الامام محمد التغیر وانقلاب الحقیقۃ۔

رہا شامی کا ج ۱ ص ۲۹۱ میں فرمانا فیہ تغیر وصف فقط اور لا بمجرد انقلاب وصف فرما کر یہ تاثر دینا کہ صرف انقلابِ وصف سے استحالہ ثابت نہیں ہوتا تو یہ مفردات کی انفرادی صورتوں کے متعلق فرمایا ہے مرکبات کے متعلق نہیں ورنہ سابقہ تصریحات کے مقابلہ میں اس قد یقال کے مقول کا کیا اعتبار بہرحال اشیاء مذکورہ میں یہ مصنوعی انقلاب و استحالہ پایا جاتا ہے مگر پھر بھی وہ ناپاک ہیں اور حلال نہیں لہٰذا کبیری ص ۸۶ اور طحطاوی علی الدر ج ۱ ص ۱۶۸ میں اس کا

marfat.com

ردِّ بلیغ فرمایا والنظم للطحطاوی وتوجیہ الخلاصۃ الطہارۃ بانہ بالترکیب صار شیئاً اٰخر لا یظہر اذ یقتضی ان الاطعمۃ اذا کان ماؤہا نجسا او دھنہا او نحو ذٰلک ان یکون الطعام طاہرا لصیرورتہ شیئاً اٰخر وعلیٰ ھٰذا اساس المرکبات اذا کان بعض ھمزداتہا نجسا ولا یخفی فسادہ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۶ میں فرمایا وھٰذا بعید تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ انگریزی مرکبات اس مصنوعی انقلاب واستحالہ اور صیرورتہا شیئاً اٰخر کی بنا پر جبکہ ان کے بعض اجزاء ناپاک ہوں ہرگز ہرگز نہیں پاک ہو سکتے اور یہ بھی واضح ہوا کہ ان کو حمارِ نمک پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ مرکبات کا انقلاب واستحالہ مصنوعی ہے اور حمارِ نمک میں خلقی اور اس کے علاوہ اور فارق بھی موجود ہیں، ان مرکبات کے اجزاء امتزاج پاکر ایک نئی صورت اختیار کرتے ہیں اور حمار نمک میں ممتزج نہیں ہوتا بلکہ اپنی شکل پر ممتاز بھی رہ سکتا ہے، نیز حمارِ نمک، خالص نمک بن جاتا ہے اور شراب دوسری دوائی کے ساتھ مل کر وہ دوائی نہیں بن جاتی بلکہ ایک نیا مرکب بنتا ہے وذا اظہر من ان یظہر۔

الحاصل وجہِ سابق کی بنا پر ایسی انگریزی ادویہ جو مُسکِرہ نہ ہوں اور ان میں انگوری شراب کی ملاوٹ کا شرعی یقین بھی نہ ہو وہ اندریں زمانہ مطلقاً جائزۃ الاستعمال ہونے چاہیئے اور اگر مریض شرعی مضطر ہو تو شرائطِ معروفہ سے مضطر الیہ دوائی کا استعمال مطلقاً جائز ہے ولو خمرا خالصا کما فی اسفار المذہب المہذب۔

تنبیہ ان امام اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد صرح فی الفتاوی الرضویۃ ج ۲ ص ۱۳۶ بحرمۃ استعمال ھٰذہ الادویۃ اذا کانت رقیقۃ وقد رد التمسک بمذھب الامام الاول

marfat.com

والثانی بان الفتوٰی علیٰ قول الثالث رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم اجمعین
ولٰکن قوله هٰذا کان فی سنة ۱۳۰۲ھ وقد تغیرت الاحوال فی هٰذه الاعوام
السبع والثمانین ففی وقته کانت الاطباء الیونانیة مثل اجمل خان
وغیره کثیرا ولانجد لهم فی هٰذا الزمان مثلا ولانظیرا وایضا
قد یتغیر طرق ترکیب الادویة کمًّا وکیفًا واجزاء واحداثا واختراعا
فلا نتیقن کما تیقن به حسب زمانه وقد تحققت الضرورة
والبلوٰی وقد صرح المشائخ فتغیر الاحکام بتغیر الزمان والمکان
نفی ثلاثین ج ۱ ص ۴۴ ان کثیرا من الاحکام التی نص علیها المجتهد
صاحب المذهب بناء علیٰ ما کان من عرفه وزمانه قد تغیرت
بتغیر الازمان بسبب فساد اهل الزمان او عموم الضرورة وفی
ج ۲ ص ۱۲۵ کثیر من الاحکام تختلف باختلاف الزمان لتغیر عرف
اهله او لحدوث ضرورة او فساد اهل الزمان الخ

ثم ذکرا مثلة تضمن اختلاف زمان الامام الاول وزمان
تلامیذه رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم اجمعین وقد قال فوق ذٰلك
والقول الضعیف یجوز العمل به عند الضرورة وفی ج ۲ ص ۱۳۰
ان تغییر ما اعتاده عامة اهل العصر فی عامة بلاد الاسلام لاحرج
فوقه ولاشك انه فوق الحرج الذی عفی لاجله عن بعض النجاسات
المنهیة بالنص کطین الشارع الغالب علیه النجاسة وکبول السنور
فی الثیاب والبعر القلیل فی الاٰبار والمحلب انتهٰی

وقد صرح المشائخ بهذا فی تالیفهم المبارکة

واوضحوا ایضاحًا لایبقی شکا ولا امتراء وقد صرح بہ الفتاوی الرضویۃ ایضاً بما لامزید علیہ فقال فی ج ۱ ص ۳۸۵ بعد ذکر المغیرات الست فاذا کان فی مسئلۃ نص الامام ثم حدث احد تلک المغیرات علمنا قطعا ان لو حدث علی عہدہ لکان قولہ علی مقتضاہ لا علی خلافہ وردہ (الی ان نقل عن العقود) فہذہ کلہا قد تغیرت احکامہا لتغیر الزمان اما للضرورۃ و اما للعرف واما لقرائن الاحوال قال (ای الشامی فی العقود) فکل ذلک غیر خارج عن المذہب لان صاحب المذہب لو کان فی ہذا الزمان لقال بہا ولو حدث ہذا التغیر فی زمانہ لم ینص علی خلافہا الخ وقد حقق و دقق کما ہو دأبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاقول انا ولا شک لی اصلا انہ لو کان ہذا الامام المجدد فی ہذا الزمان لقال بالجواز فہذا قولہ الضروری فلا معنی للجمود علی قولہ الصوری۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعلیٰ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ابدا ابدا۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بیدہ ۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ کسی مزار پر جو مسلمان اپنا

سے فی ۱۳۲۳ھ ای بعد فتواہ السابقۃ باحدیٰ وثلاثین سنۃ ۱۲ ابو الخیر النعیمی غفرلہ

لله ای العقود الدریۃ ۱۲ منہ غفرلہ

marfat.com

جبین زمین پر لگا دیتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں، اگر پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں جو شرک نہیں، سوال یہ ہے کہ شرک اور کیا ہے؟ آیات نے غیر کو سجدہ کرنے سے روکا، احادیث میں ممانعت کر دی گئی، پھر کیا وجہ ہے؟ بالتفصیل جواب سے نوازا جائے اور ایسی آیات واحادیث کا بالتفصیل جائزہ پیش کیا جائے جس میں ممانعت ہے۔

السائل: ماسٹر محمد عبداللہ ہیڈ ماسٹر چک وٹوال تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سجدۂ تعظیمی حرام ہے، کیوں؟ اس لئے کہ آیات واحادیث میں منع کیا گیا ہے مگر ہر حرام شرک نہیں، یہ سائل کی سخت لغزش ہے، زنا حرام ہے، جُوا حرام ہے، شراب حرام ہے، چوری حرام ہے اور ایسے ہی کئی چیزیں یقیناً حرام ہیں مگر شرک نہیں، الحاصل ہر شرک ضرور حرام ہے مگر ہر حرام شرک نہیں، زیادہ تفصیل کا میرے پاس وقت نہیں، آپ رسالہ "الزبدۃ الزکیہ" مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ لاہور سے منگالیں، اس میں پوری تفصیل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) حرام عام ہے اور شرک خاص، جیسے درخت عام ہے اور آم خاص، تو جیسے ہر قسم کا آم درخت ہے مگر ہر درخت آم نہیں یونہی ہر شرک حرام ہے مگر

marfat.com

ہر حرام شرک نہیں۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفر لہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف
ضلع ساہیوال ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ ۲۲ ۵ / ۷۲

نوٹ: یہ سوال ذیل گمنام سائل کا ہے، تاریخ بھی نہیں لکھی، سوال کے ساتھ جوابی لفافہ پر یہ پتہ ہے، دفتر رضائے مصطفےٰ، چوک دار السلام گوجرانوالہ اس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ رضائے مصطفےٰ اخبار کے متعلقین میں سے کسی صاحب کا سوال ہے۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد فتوے وقتی تھے جس بنا پر آپ نے حرمت و کراہت کا فتویٰ دیا تھا، وہ بنیاد اور وجہ اب اس زمانہ میں نہیں رہی اس لئے حرمت و کراہت کی بجائے جواز و اباحت کا فتویٰ دیا جائے گا، اس سلسلہ میں انہوں نے انگریزی لباس پتلون، ٹائی، ہیٹ وغیرہ اور فاسقانہ وضع کے کپڑے، لڑکیوں کی کتابت اور گھڑی کے لوہے پیتل وغیرہ دھات کے چین کا خاص طور پہ ذکر کیا ہے کہ اگرچہ اعلیٰ حضرت نے انگریزی لباس کو حرام لوہے پیتل وغیرہ کے چین کو ناجائز اور ان کے ساتھ نماز کو مکروہ تحریر فرمایا ہے اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت بیان کی ہے مگر چونکہ اب ہمارے زمانے میں اس کی کیفیت بدل گئی ہے اور ان چیزوں کا عام رواج ہو گیا ہے اس لئے عموم بلویٰ کی وجہ سے اب انگریزی لباس و فاسقانہ وضع کے کپڑوں کا استعمال لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اور لوہے پیتل وغیرہ کا چین پہننا جائز و مباح ہو گیا ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ :-

marfat.com

۱۔ کیا زید مذکور کا یہ قول صحیح ہے اور آجکل کے کسی عالم کو مجددِ وقت کے محققانہ شرعی فتاویٰ میں ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل ہے؟

۲۔ کیا واقعی رواج عام ہو جانے کے باعث انگریزی و فاسقانہ لباس، لوہے، پیتل کا چین اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اور سکولوں کالجوں میں پڑھانا جائز ہو گیا ہے؟

۳۔ کیا عمومِ بلویٰ کی کوئی شرائط و حدود ہیں یا ہر شخص اپنی منشأ و مفاد کے مطابق کسی جائز و غلط چیز کا رواج دیکھ کر اسے جائز و مباح قرار دے سکتا ہے؟ کیا اس طرح امن اٹھ جانے اور دین میں آزاد خیالی پھیلنے کا خطرہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ہاں مجددِ وقت کی ایسی ہدایات و تصریحات (جو کتاب و سنت سے مستنبط ہیں) کی روشنی میں یوں ہو سکتا ہے؟ بلکہ عملاً خود مجددِ وقت ہی اس کا سبق بھی دے چکے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ خالصاً لوجہ اللہ تعالےٰ ہو، تعجب ہے کہ خود مستفتی صاحب کو روزِ روشن کی طرح معلوم ہے کہ حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے محققانہ اقوال و فتاوائے شرعیہ کی موجودگی میں حضرات صاحبین وغیرہما اجلہ تلامذہ بلکہ متاخرین کے بھی بکثرت ایسے اقوال و فتاویٰ ہیں، جو اِن کے خلاف ہیں جن کی بنا قولِ ضروری و ضروری وغیرہ اصولِ ستہ پر ہے جس کی تفصیل فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۳۸۵ وغیرہا میں ہے، بلکہ یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ خود ہمارے مجددِ برحق کے صدہا نہیں بلکہ ہزارہا تطفلات ہیں جو صرف متاخرین نہیں بلکہ متقدمین حضرات فقہیہ النفس

marfat.com

امام قاضی خاں وغیرہ کے اقوال و فتاویٰ شرعیہ پر ہیں جن میں اصولِ ستہ کے علاوہ سبقتِ قلم وغیرہ کی صریح نسبتیں بھی مذکور ہیں اور یہ بھی پنہاں نہیں کہ ہمارے مذہبِ مہذب میں مجددین حضرات معصوم نہیں تو تطفلات کا دروازہ اب کیوں بند ہو گیا؟ کیا کسی مجدد کی ہی کوئی ایسی تصریح ہے یا کم از کم اتنی ہی تصریح ہو کہ اصولِ ستہ کا زمانہ اب گذر گیا لہٰذا الکیر کا فقیر بننا فرضِ عین ہو گیا، کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکامِ شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صمٌ بکمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کا فرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے، اس میں روزمرہ ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اسی ایک جواب سے ۲ اور ۳ کے جواب بھی واضح ہیں البتہ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی جائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدمِ جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں، غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علمائے کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں، مثلاً یہ کہ وہ لباس جو کفار یا فجار کا شعار ہونے کے باعث ناجائز تھا کیا اب بھی شعار ہے تو ناجائز ہے۔ یا اب شعار نہیں رہا تو جائز ہے مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری مخلصانہ رائے ہے کہ زید نے اپنے دعادی پر جو دلائل دیئے ہیں

ان میں غور کی ضرورت ہے فاعتبروا یآ اولی الابصار۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا ومولانا محمد واٰلہ واصحابہ مجتہدی امتہ ومجددیہا وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۸ رجادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ ۷۲-۶-۲۰

الاستفتار | الافتار فی جواز کتابۃ للنساء

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرعِ متیں اندریں مسئلہ کہ عورتوں کو تعلیمِ کتابت جائز ہے، یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے، بینوا ماجورین من رب العلمین۔

السائل: محمد عبدالرحمٰن نوری مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اولی العزۃ والعظمۃ۔

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

علمِ کتابت دوسرے آلی علموں کی طرح نہایت ہی عظیم الشان اور خادمِ کتاب وسنت علم ہے، دین اور دنیا کے مفادات اور ضروریات اس سے وابستہ ہیں تو اس علم کی تعلیم بھی دوسرے علوم کی طرح جائز و مستحسن بلکہ ضروری ہے جس کا ثبوت ان تمام آیات واحادیثِ مبارکہ متکاثرہ سے واضح ہے جن سے ہر علمِ نافع کی تعلیم کا جواز اَمس وشمس کی طرح ثابت ہے بلکہ بالخصوص علمِ کتابت علی الاطلاق بھی ثابت و مستفاد ہے، قرآنِ کریم میں ہے اقرأ وربک

الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم (ترجمہ) پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا (کنز الایمان)

خزائن العرفان شریف ص ۱۸۲ میں ہے، اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں؛ گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں؛ کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے اور یونہی تفسیر مدارک ج ۴ ص ۲۷۴ تا ۲۷۵، قرطبی ج ۲۰ ص ۱۲۰، خازن ج ۷ ص ۲۲۴ میں بھی ہے والنظم منہ فیہ تنبیہ علیٰ فضل الکتابۃ لما فیہا من المنافع العظیمۃ لان بالکتابۃ ضبط العلوم و دونت الحکم و بہا عرفت اخبار الماضین واحوالہم وسیرہم ومقالاتہم ولولا الکتابۃ ما استقام امر الدین والدنیا۔ قرطبی اور خازن اور الدر المنثور ج ۶ ص ۳۶۹ میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے القلم نعمۃ من اللہ تعالیٰ عظیمۃ لولا القلم لم یقم دین ولم یصلح عیش۔

مظہری ج ۱۰ ص ۳۰۴ میں ہے فان من کمال کرمہ تعالیٰ تعلیم العلوم و تعلیم ما یفید بہ العلوم، تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۱۲۵ میں ہے وکفاک فی مدحہ انہ تعالیٰ حین عدد علی الانسان نعمۃ الخلق و التسویۃ و تعدیل الاعضاء الظاہرۃ والباطنۃ وصف نفسہ بالکرم قائلا ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوٰک فعدلک وحیث من علیہ بالخط والتعلیم مدح ذاتہ بالاکرمیۃ فقال متعرضا وربک الاکرم الذی علم بالقلم ای علم الانسان بواسطۃ القلم او علمہ

الکتابۃ بالقلم جس کا حاصل یہ کہ تعلیم کتابت و قلم کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ اللہ رب العالمین نے انسان کے پیدا کرنے اور ظاہری اور باطنی اعضاء کی خلقت کے بیان میں اپنے آپ کو کریم فرمایا اور اس احسانِ عظیم تعلیم کتابت کے بیان میں اپنی صفت "اکرم" سے فرمائی جو صیغۂ تفضیل ہے اور اس نعمت کی فضیلتِ عظیمہ پر دال ہے۔

قرآنِ کریم کی سورۂ نٓ میں بھی اس کی اہمیت کا بیان ہے نٓ و القلم و ما یسطرون پ ۲۹ ع ۳ "قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں" بکثرت ایسے مفسرین ہیں جن کے نزدیک اس قلم سے مراد جنسِ قلم ہے جس میں ہماری یہ دنیاوی قلمیں بھی داخل ہیں۔

تفسیر کبیر طبعِ جدید ج ۳۰ ص ۷۸، تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۴۷۸، تفسیر ابی السعود ج ۸ ص ۲۱۲، مدارک ج ۴ ص ۲۱۰ میں ہے والنظم للرازی وقولہ تعالیٰ والقلم فیہ قولان احدھما ان المقسم بہ ھو الجنس وھو واقع علیٰ کل قلم یکتب بہ من فی السماء ومن فی الارض۔ تفسیر ابنِ کثیر ج ۴ ص ۴۰۲ میں ہے الظاھر انہ جنس القلم الذی یکتب بہ کقولہ اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم فھو قسم منہ تعالیٰ وتنبیہ لخلقہ علیٰ ما انعم بہ علیھم من تعلیم الکتابۃ التی بھا تنال العلوم۔ تفسیر نیشاپوری ج ۲۹ ص ۱۵ میں ہے اما القلم فالاکثرون علیٰ انہ جنس اقسم اللہ سبحانہ بکل قلم یکتب بہ فی السماء وفی الارض، تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۲۵ میں ہے وھو واقع علیٰ کل قلم مما یکتب بہ من فی السماء ومن فی الارض اور آیتِ مداینہ سے بھی علمِ کتابت کی ضرورت واضح ہے جس میں ارشاد ہوا فاکتبوہ اور یہ بھی

marfat.com

اسی میں ہے ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا پ۳ ع ۷، اور کئی اور آیات بھی ہیں جن سے فضیلتِ کتابت ثابت ہے، بہر حال علم کتابت اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام واحسان ہے جس کی عظمت ان آیات سے واضح ہے اور افرادِ انسان کا نصف بلکہ نصف سے بھی زائد عورتیں ہیں تو قرآن کریم سے عورتوں کے لئے بھی علمِ کتابت کا انعام ہونا ثابت ہو گیا' وللہ تعالیٰ الحمد والمنۃ۔

پھر حدیثِ صحیح سے بھی یہ مسئلہ "تعلیم الکتابۃ للنساء" ثابت ہے، مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۷۲، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۶، مستدرکِ حاکم ج ۴ ص ۵۷، سننِ بیہقی ج ۹ ص ۳۴۹ میں حضرتِ شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا سے بکلماتِ مبارکہ متقاربہ ثابت ہے کہ حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور میں بھی حاضر تھی تو مجھے فرمایا الا تعلمین ھٰذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیھا الکتابۃ یعنی کیا تو اس کو رقیۃ النملہ کی تعلیم نہیں دیتی جیسے اس کو کتابت کی تعلیم تم نے دی ہے، حاکم نے فرمایا ھٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط الشیخین کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

امامِ ذہبی نے صراحۃً اس کی تقریر وتائید فرمائی اور ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا جو حسب القاعدہ تحسین ہے، تو اس جلیل القدر حدیث سے ثابت ہوا کہ تعلیم کتابت للنساء بلا کراہت جائز ہے بلکہ مطلوب ہے، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۶۱، زاد المعاد علیٰ ہامش الزرقانی ج ۶ ص ۴۳ میں ہے فیہ دلیل علیٰ جواز تعلیم النساء الکتابۃ، مرقاۃ ج ۸ ص ۳۶۴ میں ہے قال الخطابی فیہ دلیل علیٰ ان تعلیم النساء الکتابۃ غیر مکروہ، شرح سفر السعادۃ ص ۴۸۱

marfat.com

میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وازیں حدیث معلوم شود تعلیم کتابت مر نسا را مکروہ نیست۔" اس حدیث سے رقیۃ النملۃ کی تعلیم کا پسندیدہ اور مطلوب ہونا تو منصوص ہے اور اس کو تعلیم الکتابۃ کے ساتھ حضور نے تشبیہ دی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پسندیدہ اور مطلوب ہے ورنہ تشبیہ نہ دی جاتی کہ پسندیدہ غیر پسندیدہ کا ہم مثل نہیں ہو سکتا، تو ثابت ہوا کہ صرف جائز نہیں بلکہ پسندیدہ اور مطلوب ہے، پھر یہ حدیث قرآنِ کریم کی ان آیاتِ مبارکہ کے موافق ہے جن سے تعلیم الکتابۃ کا جواز بلکہ ضرورت ثابت ہے تو مرقات و اشعۃ اللمعات کے کمزور احتمالات کا اعتبار نہیں ہوگا کما سیجیئ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر ہمارے فقہائے کرام اور مشائخ عظام کی تصریحات سے بھی یہ جواز ثابت ہو رہا ہے، عینی علی الہدایہ ج ا ص ۳۹۸، فتاویٰ عالمگیر ج ا ص ۲۰ میں ہے یکرہ للجنب والحائض ان یکتبا الکتاب الذی فی بعض سطورہ اٰیۃ من القراٰن وان کانا لا یقراٰن القراٰن، منیۃ المصلی اور اس کی شرح صغیر و کبیر میں ہے والنظم من المنیۃ والغنیۃ وکذا ای کما لا یجوز للجنب والحائض والنفساء قراءۃ القراٰن لا یجوز لھم کتابۃ القراٰن جس کا حاصل یہ کہ حائض اور نفساء کے لئے کتابتِ قرآنِ کریم جائز نہیں، مکروہ ہے تو اس سے واضح مفہوم یہ ہے کہ حیض و نفاس سے پاک عورت کے لئے بلا کراہت جائز ہے حالانکہ کتبِ فقہیہ کا ایسا مفہوم معتبر ہے کما فی الشامیۃ وغیرھا وبینتہ فی الفتاوی النوریۃ، نیز فتاویٰ سراجیہ ص ۷، فتاویٰ ہندیہ ج ۴ ص ۱۰۱ تنویر الابصار، در المختار، طحطاوی ج ۴ ص ۲۰۹، شامی ج ۵ ص ۲۷۱ میں ہے والنظم من الفتاوی ویکرہ ان یکتب بالقلم المتخذۃ بالذہب او الفضۃ او من دواۃ کذٰلک ویستوی فیہ الذکر والانثیٰ

marfat.com

یعنی مرد اور عورت کو سونے یا چاندی کے قلم سے یا سونے اور چاندی کی دوات سے لکھنا مکروہ ہے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ دوسرے قلموں سے لکھنا اور یونہی دوسری دواتوں سے لکھنا عورتوں کے لئے بھی مکروہ نہیں تو اس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ عورتوں کے لئے تعلیم کتابت کا جواز قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی سے ثابت ہے جس پر قرون اولیٰ میں بلا انکار عمل ہوتا رہا ہے چنانچہ اسی حدیث صحیح سے ثابت کہ حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو صحابیہ قرشیہ قدیمۃ الاسلام مہاجرات اولیٰ سے تھیں اور عاقلہ فاضلہ تھیں، جن پر حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عنایت تھی، جن کے گھر میں حضور قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور انہوں نے سرکار کے لئے مخصوص بستر اور چادر بچھائے ہوئے تھے کما فی الاصابۃ ج ۴ ص ۳۳۳ وغیرھا، وہ کاتبہ اور معلمہ کتابت تھیں اور کسی حدیث سے یہ ثبوت نہیں ملتا کہ سرکار نے انہیں لکھنے سے منع فرمایا ہو بلکہ ظاہر یہی ہے کہ تقریر فرمائی حالانکہ اگر تعلیم کتابت ناجائز ہو تو وہ لکھنے کی بنا پر ہی ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالیٰ اور اسی حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی کاتبہ تھیں، حضرت عائشہ بنت طلحہ جو قرشیہ تابعیہ ثقہ اور حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھانجی ہیں، کاتبہ تھیں جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی بارگاہ عالیہ میں مختلف ممالک سے آنے والے سوالات کا تحریری جواب دیا کرتی تھیں، یہ امام بخاری کی رائے ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب الادب المفرد ص ۳۸۲ کے ایک باب میں اسکو ذکر کیا ہے جس کا عنوان ہے باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن، اس حدیث میں ہے کہ وہ عرض کرتیں یا خالۃ ھذا کتابۃ فلان وھدیتہ فتقول لی

marfat.com

عائشۃ ای بنیۃ فاجیبیہ یعنی اے خالہ یہ فلاں کا تحریری سوال ہے اور اس کا تحفہ ہے، تو آپ مجھے فرماتیں لے بچی! اسے جواب دے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ تحریری سوال کے تحریری جواب کا حکم فرماتیں اور وہ جواب خود ہی لکھتی تھیں کیونکہ اگر کوئی اور کاتب ہوتا تو اس کا ذکر کرتیں، ہاں احتمال ہے کہ کسی مرد کاتب سے لکھواتی ہوں مگر یہ احتمال بلا دلیل ہے اور بخاری کی رائے کے بھی خلاف ہے فلا اعتداد بہ۔

حضرتِ خدیجہ بنت محمد بن احمد ابو رجار، جو فقیہہ محدثہ اور فقیہہ باپ کی بیٹی اور معمرہ تھیں، وہ کاتبہ ہیں جو ۳۷۲ھ میں فوت ہوئیں، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۳ اور ج ۲ ص ۲۷۷ میں ہے خدیجۃ بنت محمد بن احمد ابو رجار القاضی الجوزجانی تفقہت علی ابیہا و تقدم قال الحاکم فی تاریخ نیسابور عاشت اکثر من مائۃ سنۃ وکانت تحسن العربیۃ والکتابۃ وسمعت من ابی یحییٰ البزاز ماتت سنۃ اثنتین وسبعین وثلاثمائۃ رحمہا اللہ تعالیٰ، یہ چوتھی صدی کی ہیں۔

حضرتِ خدیجہ بنت محمد بن علی، جو عالمہ فاضلہ واعظہ بغدادیہ تھیں، وہ بھی کاتبہ ہیں، العبر للذہبی ج ۳ ص ۲۴۶ میں ہے وخدیجۃ بنت محمد بن علی الشاھجانیۃ الواعظۃ ببغداد کتبت بخطہا عن ابن سمعون، یہ پانچویں صدی کی ہیں کما فی العبر، محرم ۴۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

حضرتِ شہدہ بنت ابی نصر احمد جو عابدہ صالحہ اور اتنی بلند پایہ محدثہ تھیں کہ ان کو مسندۃ العراق کہا جاتا تھا، جو زمانے کے اکابر محدثین کی شاگرد اور محدثین کی استاد تھیں، وہ بھی خوشنویس کاتبہ تھیں، مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۴۰۰، اور

marfat.com

العبر ج۴ ص ۲۲۰ میں ہے والنظم للیافعی وفیہا ای سنۃ اربع و سبعین وخمسمائۃ) توفیت مسندۃ العراق شہدۃ بنت ابی نصر احمد بن الفرج الکاتبۃ العابدۃ الصالحۃ الدینوریۃ الاصل البغدادیۃ المولد والوفاۃ کانت من اہل کتبۃ الخط الجید وسمع علیہا خلق کثیر وکان لہا السماع العالی الخ یہ چھٹی صدی کی ہیں جن کے والد احمد بن فرج ابو نصر فقیہ و محدث ہیں کما فی الجواہر ج ۱ ص ۸۹ اور ان کے بھائی محمود بن احمد فرح امام فاضل محدث وفقیہ ہیں کما فی الجواہر ج ۱ ص ۱۵۶۔

حضرتِ فاطمہ فقیہہ عالمہ فاضلہ صالحہ متقیہ کاتبہ بخطِ جو وقت کے جلیل القدر فقیہ و امام محمد بن احمد ابی منصور سمرقندی مؤلف تحفۃ الفقہاء کی صاحبزادی ہیں اور ایسے جلیل القدر امام وفقیہ کی بیوی ہیں جن کے لقب ان کے ہم زماں فقہاءِ کرام نے ملک العلماء اور علاؤ الدین مقرر کئے یعنی امام ابوبکر بن مسعود کاسانی جو بدائع صنائع کے مصنف ہیں، جن کا وصال ۱۰ رجب المرجب ۵۸۷ھ میں ہوا اور ان کی بیوی حضرتِ فاطمہ کا انتقال اُن سے پہلے ہوا، ان باپ بیٹی اور خاوند کا ذکر الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ جلد دوم کے صفحات ۶، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹ میں اور مفتاح السعادہ کے جلد دوم ص ۱۳۶ اور ۱۳۷ میں اور شامی ج ۱ ص ۱۹۳ اور الفوائد البہیہ کے ص ۱۲۹ میں ہے دطایل عبارات سے صرف حضرت فاطمہ کے خط کی متعلقہ عبارت کو اختصاراً درج کیا جاتا ہے) والنظم للشامی وکانت الفتوٰی تخرج من دارہم وعلیہا خطہا وخط ابیہا وزوجہا یہ بھی چھٹی صدی کی ہیں۔

حضرتِ خدیجہ بنت مفتی محمد بن محمود جو عالمہ فاضلہ محدثہ اور خوشنویس بخطِ

marfat.com

مرآۃ الجنان ج۴ ص ۲۳۱ میں ہے خدیجۃ بنت المفتی محمد بن محمود (الیٰ ان قال) وجودت الخط علیٰ جماعۃ وحجت وتوفیت فی رجب وکانت عالمۃ فاضلۃ رحمہا اللہ تعالیٰ، یہ ساتویں صدی کی ہیں کما فی مرآۃ الجنان۔

حضرتِ خدیجہ بنت یوسف عالمہ فاضلہ اور خوشنویس تھیں۔ العبر ج۵ ص ۳۹۸ میں ہے وخدیجۃ بنت یوسف بن غنیمۃ العالمۃ الفاضلۃ (الیٰ ان قال) وجودت الخط علیٰ جماعۃ، یہ ساتویں صدی کی ہیں کما فی العبر۔

حضرتِ فاطمہ بنت احمد بن علی، جو فقیہہ کاتبہ تھیں، جلیل القدر فقیہ مصنف مجمع البحرین کی صاحبزادی ہیں، الجواہر المضیہ ج۲ ص ۳۷۷، ج۲ ص ۲۷۸ میں ہے فاطمۃ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین (الیٰ ان قال) تفقہت علیٰ ابیہا واخذت عنہ مجمع البحرین فی الفقہ رأیتہ بخطہا۔ یہ صدی ساتویں یا آٹھویں کی ہیں کیونکہ ان کے والد صاحب امام مظفر الدین احمد بن علی کا انتقال ۶۹۴ھ میں ہوا، کشف الظنون ج۲ ص ۱۶۰ میں ہے مجمع البحرین وملتقی النہرین للامام مظفر الدین فی فروع الحنفیۃ للامام مظفر الدین احمد بن علی بن تغلب المعروف بابن الساعاتی البغدادی الحنفی المتوفی سنۃ اربع وتسعین وستمائۃ (۶۹۴ھ)

حضرتِ شہدہ بنت الصاحب کمال الدین عمر جو عابدہ زاہدہ محدثہ عالمہ اور امامِ ذہبی کی استاد ہیں، وہ بھی کاتبہ تھیں، مرآۃ الجنان ج۴ ص ۲۷۴ میں ہے لہا حضور واجازۃ من جماعۃ من الشیوخ وکانت تکتب

وتحفظ اشیاء وتتزهد وتتعبد وذکر الذهبی انہ سمع منہا، یہ آٹھویں صدی کی ہیں کما فی المرأۃ۔

ستّ الوزراء جو عالمہ فقیہہ قاریہ، جو امام ومفتی علامہ محمد بن عبدالکریم کی صاحبزادی ہیں، وہ بھی کاتبہ تھیں، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۰ میں ہے ست الوزراء ابنۃ العلامۃ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبدالکریم بن عثمان عرف بابن السماع تقدم مولدھا فی سنۃ تسع وخمسین وستمائۃ بعد وقعۃ عین جالوت کتبت وقرأت القرآن وحفظت شیئاً کثیرا من فقہ ابی حنیفۃ وتفقہت علی والدھا واعتنی بہا ابوھا واسمعہا من اسمٰعیل بن الوحی وغیرہ ماتت فی شوال سنۃ ست وثلاثین وسبع مائۃ تو یہ آٹھویں صدی کی ہیں، اور ان کے علاوہ بھی بکثرت ایسی خواتین ہیں جو علم و فضل کے گھرانے میں پیدا ہوئیں اور تعلیم علم وفضل کے ساتھ تعلیم کتابت کے ساتھ بھی ممتاز تھیں۔

جب اہل اسلام میں علوم شرعیہ رائج تھے تو بلاد ماوراء النہر اور دوسرے بلاد میں جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا تو عموماً اس فتوے پر صاحب خانہ عالم اور اس کی لڑکی اور بیوی یا بہن یا کسی اور محرم خاتون کے دستخط بھی ہوتے تھے، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۰ میں ہے قد بلغنا عن بلاد ماوراء النہر وغیرھا من البلاد انہ فی الغالب لا یخرج فتوی من بیت الا وعلیہا خط صاحب البیت وابنتہ وامرأتہ او اختہ

حالانکہ مؤلف جواہر مضیہ کا وصال ۷۷۵ھ میں ہوا تو لامحالہ یہ خواتین اس سے پہلے یا اس زمانے کی ہیں، جو آٹھویں صدی ہے تو واضح ہوا کہ سلف صالحین میں

کتابت النساء کا بکثرت رواج تھا جو علماء و صلحاء و فقہاء و محدثین کا معمول تھا، اگر کوئی مانع صحیح حدیث ہوتی تو ان حضرات سے مخفی نہ رہتی تو معلوم ہوا کہ وہ حدیث جس کا حوالہ مانعین حضرات دیا کرتے ہیں، صحیح اور قابلِ استدلال نہیں بلکہ ائمہ و مشائخ کرام نے تصریح فرمائی کہ وہ حدیث صحیح نہیں، اس کے راویوں میں کذاب اور وضاع راوی ہیں لہٰذا وہ حدیث موضوع ہے اور قابلِ عمل نہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ حدیث حضرتِ ابن عباس اور ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مروی ہے، حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند کا مدار جعفر بن نصر راوی پر ہے جو جھوٹی اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا موضوعات ابن جوزی ج ۲ ص ۲۶۸ اور اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۶۸ میں ہے والنظم لابن الجوزی ھٰذا حدیث لا یصح قال ابن حبان جعفر بن نصر کان یحدث عن الثقات بما لم یحدثوا بہ و قال ابن عدی یحدث عن الثقات بالبواطیل و لہ احادیث موضوعۃ علیہم اور الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۱۲۷ میں قاضی شوکانی نے لکھا وفی اسنادہ جعفر بن نصر یحدث عن الثقات بالبواطیل، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۴ میں امام ذہبی نے فرمایا متہم بالکذب پھر صاحب الکامل سے نقل فرمایا حدث عن الثقات بالبواطیل، بعدازاں اس حدیثِ کتابت کے ساتھ دو اور حدیثیں ذکر کرنے کے بعد ص ۱۹۵ میں فرمایا وھٰذہ اباطیل اور لسان المیزان ج ۲ ص ۱۳۱ میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی یہی تصریحات فرمائیں اور حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک میں محمد بن ابراہیم شامی ہے جس کے متعلق علماء نے فرمایا کہ وہ منکر الحدیث ہے، کذاب ہے، من گھڑت حدیثیں بنالیا کرتا تھا

ؔ لا تسکنوھن الغرف و لا تعلموھن الکتابۃ و علموھن المغزل و سورۃ النور (مرتب)

marfat.com

اور متروک ہے، موضوعات ابن جوزی ج ۲ ص ۲۶۹ اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۶۸،
میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۱، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۴۲ میں ہے والنظر
منہ قال ابن حبان یضع الحدیث نیز تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال
میں ہے قال ابن عدی منکر الحدیث وعامۃ احادیثہ
غیر محفوظۃ نیز تہذیب التہذیب میں ہے وقال الحاکم والنقاش
روی احادیث موضوعۃ اور میزان الاعتدال میں ہے وقال الدارقطنی
کذاب، پھر اس کی باطل حدیثوں میں اس حدیث کو بھی ذکر کیا لہذا یہ حدیث
قابل اعتبار نہیں، ابن جوزی اور سیوطی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا
وھٰذا بھٰذا الاسناد منکر کما ذکرہ السیوطی فی اللآلی
اور دوسری سند سے حاکم نے مستدرک ج ۲ ص ۳۹۶ میں روایت فرمانے
کے بعد فرمایا ھٰذا حدیث صحیح الاسناد مگر اس کے ذیل میں علامہ
ذہبی علیہ الرحمہ نے تلخیص المستدرک میں فرمایا قلت بل موضوع وآفتہ
عبدالوھاب قال ابو حاتم کذاب، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۰ میں ہے
کذبہ ابو حاتم وقال النسائی وغیرہ متروک وقال الدارقطنی
منکر الحدیث، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۴۷ میں ہے قال ابو داؤد
کان یضع الحدیث قد رأیتہ وقال النسائی لیس بثقۃ متروک
وقال العقیلی والدارقطنی والبیہقی متروک وقال صالح بن
محمد الحافظ منکر الحدیث عامۃ حدیثہ کذب نیز اسی میں ہے
وحدث باحادیث کثیرۃ موضوعۃ اللآلی المصنوعہ میں ہے قال الحافظ
ابن حجر فی الاطراف[۱] بعد ذکر قول الحاکم صحیح الاسناد بل

---

[۱] ھو لابن حجر العسقلانی کما فی کشف الظنون ج ۱ ص ۱۱۷ ۱۲ منہ

marfat.com

عبد الوهاب متروك لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں اور غیر معتبر ہے۔

موضوعاتِ شوکانی میں ہے وتعقب ابن حجر فی اطراف۔ فقال ان فی اسناد الحاکم عبد الوہاب بن الضحاک وھو متروک الحاصل حضرتِ ام المومنین سے مروی حدیث کی دو سندیں ہیں اور دونوں میں ایک ایک راوی غیر معتبر ہے لہٰذا یہ حدیث موضوع اور متروک وغیر معتبر ہے، علامہ طاہر تذکرۃ الموضوعات ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں فیہ واضع ومتروک اور یونہی حضرتِ ابنِ عباس سے مروی بھی موضوع ومتروک ہے کما مر اور کسی اور صحیح سند کے ساتھ ثابت ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا تو یہ قابلِ عمل نہیں لہٰذا زمانہ سلف صالحین سے آج تک یہ تعلیم وکتابت رائج چلے آرہے ہیں اور متعامل ہیں حالانکہ عرف وتعامل بھی دلائل شرعیہ سے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے وأمر بالعرف اور علمائے کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ العمل اثبت من الحدیث، پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے تو اور کوئی دلیل نہ ہوتی جب بھی جواز ہی متحقق ہوتا چہ جائیکہ قرآنِ کریم اور صحیح حدیث اور کتبِ فقہیہ سے روزِ روشن کی طرح اس کا جواز ثابت ہے تو اس حدیث سے جسے موضوع و متروک اور غیر صحیح کہا گیا ہے، یہ جواز ہرگز ہرگز نہیں اٹھ سکتا تو واضح ہوا کہ بعض حضرات نے جن احتمالات کا ذکر کیا ہے، ان کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ محض مضمحل اور قابلِ التفات نہیں کیونکہ احتمالات یا توفیق وتطبیق کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے، جب دونوں طرف صحیح دلائل ہوں وھنا لیس کذالک جداً پھر ان احتمالات کو ذرا نظرِ غائر سے دیکھا جائے تو ان میں کوئی وزن ہی نہیں مثلاً اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۱۳ میں ہے " ایں مگر پیش از نہی باشد "، یعنی یہ حدیث جواز کی شاید نہی سے پہلے ہو، یہ احتمال بیجا ہے، اگر یوں ہوتا تو علماء و

marfat.com

صلحاء میں کیوں رائج چلا آتا اور قرآن کریم میں انسان پر انعام کیوں قرار دیا جاتا ہے اور ایک احتمال یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہن کا خاصہ ہے اور انہیں جائز ہے اور باقی خواتین کے لیے جائز نہیں، اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ میں ہے والنظم منہا قال بعضہم خصت به حفصة لان نسائه صلی اللہ علیہ وسلم خصصن باشیاء الخ حالانکہ دلیل کے بغیر خصوصیت ثابت نہیں ہو سکتی، فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۸ میں ہے ان الخصوصية لاتثبت الا بدليل اور احتیاط و ستر میں امہات المؤمنین سب سے افضل و اعلیٰ ہیں کما صرح به الائمة الکرام، اگر دیگر خواتین میں کتابت احتیاط و ستر کے خلاف ہے تو ان میں بطریق اتم خلاف ہوتی، پھر ملا علی قاری کا یہ قول قلت يحتمل ان يكون جائزا للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی هذا الزمان تو بالکل ہی سرسری ہے، کیا کسی حدیث میں اس طرف کوئی اشارہ بھی ہے، یہ ایک عجیب تطبیق ہے کہ اپنے طور پر تخصیص کر لی جائے پھر فساد النسوان سے صرف تعلیم کتابت ہی کیوں ناجائز ہے بلکہ لباس اور زیورات وغیرہ بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں کیونکہ ان کو بھی بااوقات ناجائز کا ذریعہ بنایا جاتا ہے بلکہ برقع بھی عورتوں کیلئے جائز نہ ہونا کیونکہ اس کو بھی ناجائز آمد و رفت اور ناجائز ملاقاتوں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور یونہی بکثرت ایسی چیزیں ہیں کہ ناجائز طور پر استعمال کی جا رہی ہیں مگر جائز لباس اور زیورات کا استعمال جائز ہے اور برقع زیبا و ضعنا بھی یقیناً جائز ہے جبکہ اس کو ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جائے، تو ثابت ہوا کہ ناجائز استعمال ہی ناجائز ہے اور اصل کتابت اور تعلیم کتابت جائز ہے

marfat.com

پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ ناجائز کتابت صرف عورتوں میں ہی نہیں بلکہ کئی مرد بھی ناجائز خط وکتابت کرتے ہیں بلکہ مکاتبہ ہوتا ہی طرفین سے ہے تو مردوں کیلئے بھی تعلیم کتابت ناجائز ہوتی کہ وہی علتِ فساد النسوان فی ھٰذا الزمان مردوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ فساد الرجال فی ھٰذا الزمان بڑا واضح امر ہے رہا فتاوٰی حدیثیہ ص ۶۲ میں حافظ ابنِ حجر کا کہنا ھوصحیح فقد روی الحاکم وصححہ البیھقی تو اس سے حدیث کی تصحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی بناء تو حاکم و بیہقی استاد و شاگرد کی تصحیح پر ہے جس کا رد حضرتِ ابوالفضل ابنِ حجر عسقلانی، جو نہایت ہی بلند پایہ محدث اور حافظ الحدیث ہیں اور امام ذہبی وغیرہ بہت پہلے فرما چکے ہیں اور فتاوٰی حدیثیہ والے ابنِ حجر ہیتمی مکی ان سے متأخر ہیں، تو ان کے کہنے سے اس حدیث کا راوی عبد الوہاب بن ضحاک معتبر و مقبول نہیں بن سکتا۔

تنبیہ

اجازت صرف کتابت اور تعلیم کتابت کی ہے، کالج وغیرہ کا داخلہ اور بے پردگی یا ناجائز خط وکتابت تو ناجائز ہی ہے۔

تنبیہ

اگر تعلیم کتابت ناجائز ہو تو کتابت بھی ناجائز ہوگی کیونکہ تعلیم کتابت کے عدمِ جواز کی دلیل تو صرف یہ بیان کی جاتی ہے کہ تعلّم کے بعد ناجائز خط و کتابت کا خطرہ ہے تو اصل ممنوع ناجائز خط وکتابت بنے۔

---

marfat.com

الاستفتار

بخدمت جناب قبلہ الحاج علامہ فقیہ اعظم محدثِ پاکستان بانی و مہتمم

جامعہ عربیہ فریدیہ بصیر پور شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : بعد ازیں نہایت ہی ادب سے عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسائل کہ:

۱۔ ایک ایسے حافظ صاحب ہیں جو پانچ وقتی نماز کے بھی پابند نہیں اور ڈاڑھی خشخاشی رکھتے ہیں، کئی دفعہ نہ کتروانے کا وعدہ کر کے پھر بھی کترواتے ہیں اور ان کے بال فیشن کے مطابق ہیں یعنی بودہ رکھتے ہیں، تو کیا امام کی عدم موجودگی میں جماعت کروا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

۲۔ بعد از نمازِ عشاء ہدیہ درود و سلام (جو کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے) "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" الخ بآوازِ بلند سپیکر پر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس وقت نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی آدمی ٹٹی کر رہا ہوتا ہے کوئی سو رہا ہوتا ہے جبکہ قومی ترانہ کے وقت حکومت نے کھڑا ہونا ضروری قرار دیا ہے تو سلام کے وقت آدمی سوئے ہوتے ہیں کوئی مجامعت کر رہا ہو اور ادھر سلام پڑھ رہے ہوں، یہ صحیح نہیں، آپ اس کے متعلق ارشاد فرمائیں کہ کیا حکم ہے سپیکر میں درود و سلام پڑھنے کا؟

السائل صوفی عباس علی قمری چشتی سیالوی

چک ۹۰/۹۰R شاہ مدار ضلع ساہیوال

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حضرت صوفی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:-

۱- ایسے بے عمل، وعدہ خلاف آدمی گو کہ حافظ ہی ہوں، امامت کے قابل نہیں، ان کی اقتدار میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے جس کا اعادہ واجب ہوتا ہے کما فی اسعار المذہب الحنفی۔

۲- قرآنِ کریم میں صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے امر مطلق ہیں کسی وقت کی قید نہیں اور نہ ہی سپیکر نہ ہونے یا بیٹھنے کی قید ہے، تو ہر طرح جائز ہے، باقی جو عذر بیان کئے گئے ہیں غلط ہیں ورنہ سپیکر پر اذان اور وعظ اور قرآن خوانی بھی ناجائز ہو حالانکہ ان سے منع نہیں کرتے، قومی ترانہ کا قانون بھی ایسا نہیں ورنہ لازم ہوتا کہ اذان کھڑے ہو کر سنیں، البتہ یہ ہے کہ اگر سونے والوں کے آرام میں فرق پڑتا ہے تو آواز نرم رکھیں جیسے قرآن خوانی میں حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

۱۳-۶-۷۶

الاستفتاء

از دفتر مدرسہ عربیہ نور المدارس رجسٹرڈ منڈی یزمان ضلع بہاولپور

گرامی قدر حضرت قبلہ علامہ ابوالخیر فقیہ عصر مفتی اعظم محقق اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: ۔ خلاصہ احوال آنکہ علماء شریعت اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام، اعوذ، تسمیہ اور قرآنی آیات مواظبت سے پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے کہ نہیں؟ نہایت تحقیق سے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

نیز سوال کی دوسری جز یہ ہے کہ چوتھائی حصہ کمیشن لیکر مساجد یا مدارس عربیہ کے لئے چندہ وصول کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: احمد دین نقشبندی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ صلوٰۃ وسلام اور آیاتِ قرآنیہ مع اعوذ تسمیہ کا قبل از اذان پڑھنا یقیناً باعثِ ثواب ہے کہ یہ صلوا علیہ الآیۃ پر عمل ہے اور تلاوتِ قرآن کریم بھی مامور بہا ہے۔ رہا یہ کہ ہر وقت پڑھنا جائز ہے مگر قبل از اذان تخصیص کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر مطلق کو

marfat.com

مقید بغیر الاذان کرنے والی کونسی دلیل ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ النص ہے جس کی تخصیص خبرِ واحد سے بھی نہیں ہو سکتی اور یونہی مواظبت سے کونسا حرج ہے جبکہ صحیحین وغیرہما کی احادیث صحیحہ سے ثابت کہ اچھے کام کی مواظبت سے وہ کام احب الی اللہ والیٰ رسولہ بن جاتا ہے۔

مجھے زیادہ فرصت نہیں، ہمارے حضرت مولانا المحقق محمد رمضان صاحب نوری، حویلی لکھا، مہتمم و بانی دار العلوم نعیمیہ قادریہ، پیرِ اسلام، حویلی لکھا نے نہایت محققانہ رنگ کا رسالہ درود و سلام قبل الاذان لکھا ہے، وہ قیمتاً منگوا لیں۔ ویسے حیرت ہے کہ ایسے نظریاتی مسائل پر تحقیق کی ضرورت کیوں پیش آئی، کیا ایمانِ مومن یہی ہے؟

۲۔ قرآنِ کریم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ والعٰملین علیہا بھی مالِ زکوٰۃ سے حصہ لے سکتے ہیں تو یہ ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہی علتِ وہابیت کہ بزعمِ خود عام کی تخصیص کر لیتے ہیں، پھر سوالات کرنے شروع کر دیتے ہیں تو آپ اس کا رد کریں، کفایت ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ، ورنہ آپ ایسے فروعی مسائل میں الجھ کر اپنے مدارس و مساجد کی تعمیر اور اپنے عشق و محبت کے جذبات کے اظہار سے رہ جائیں گے اور ان کی مراد پوری ہو جائیگی فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۲۷ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۱۱/۶/۸۰

اسی موضوع پر مولانا موصوف کا مرتب کردہ مدلل اشتہار انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور نے شائع کیا ہے۔ (مرتب)

marfat.com

الاستفتاء

جناب قبلہ الحاج محدث پاکستان فقیہ اعظم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا فرضی ہو یا نفلی جائز ہے یا نہیں؟ باقی تو تمام سواریاں بری و بحری میں جائز ہے اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا

السائلان: ابوالمظہر محمد انور نوری چک ۱۹۹/E.B، چوہدری الحاج محمد اکبر خاں صاحب ۲۰۷۵-۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے کہ ہوائی جہاز بھی بحری جہاز کی طرح ایک عنصر پر ہوتا ہے، وہ پانی پر ہوتا ہے اور یہ ہوا پر، پانی پر قیام اور سجدہ نہیں ہو سکتا مگر جہاز پر ہو سکتے ہیں تو یونہی ہوا میں قیام اور سجدہ نہیں ہو سکتے مگر ہوائی جہاز میں بھی بآسانی ہو سکتے ہیں اور استقبال قبلہ بھی قطب نما دیکھ کر یا عملہ کے تعاون سے ہو سکتا ہے اور عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں تو ممانعت کیوں؟ حالانکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور قوموا للہ قٰنتین وغیرہا آیات بھی علی الارض کی قید سے اطلاق پر ہیں اور سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام بھی آسمان پر نماز ادا فرماتے ہیں تو روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ بلا شک وشبہہ وریب جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ

تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم الاکرم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ البانی لدار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ المطابق ۹ فروری ۱۹۷۵ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ قاضی منظور کی بکری گم ہوگئی، اس نے امام مسجد کو کہا کہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اعلان کردو کہ قاضی منظور کی بکری فلاں علامتوں والی گم ہوگئی ہے، جس کے پاس ہو برائے نوازش قاضی منظور کے گھر پہنچادے، اس پر امام مسجد نے کہا کہ شرعاً مسجد کے سپیکر میں ایسا اعلان منع ہے کہ آداب مسجد کے خلاف ہے، اس پر چند لوگوں نے احتجاج کرکے مسجد میں ایسے اعلان کرنے کی کمیٹی مسجد سے منظوری لے لی ہے، کیا یہ فیصلہ شرعاً صحیح ہے یا غلط؟ تفصیلاً جواب تحریر فرمایا جائے مہربانی ہوگی۔

السائل: سید اعجاز حسین شاہ ایڈووکیٹ، بہاولنگر ۲۲ جون ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً مسجد میں ایسے اعلان جائز نہیں، حدیث شریف میں اس سے ممانعت آئی ہے اور حکم ہے کہ ایسا اعلان سنکر دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز واپس نہ کرے، مسجد اعلانوں کے لئے نہیں، یہ بے ادبی ہے لہذا کمیٹی کی منظوری غلط ہے، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سب سے اعلیٰ ہے

marfat.com

ہاں اس کا ایک ذریعہ ہے کہ اسپیکر مسجد سے باہر کسی کمرہ میں رکھا جائے اور ہارن بھی باہر ہی فٹ ہوں تو اعلان ہوسکتا ہے جیسے کہ یہاں دارالعلوم میں سپیکر اور ہارن باہر ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ بیدہٖ ۱۷ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۲۴/۷/۷۸

الاستفسار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ ہمارے علاقہ جندول ضلع دیر میں یہ رواج عام ہے کہ جب کسی عورت کی شادی ہو تو شادی کے دن ان کے والدین اپنے گاؤں کے رہنے والوں اور اپنے رشتہ داروں کو کھانا کھلاتے ہیں، اس کھانے کے تمام اخراجات شوہر (ناکح) سے وصول کیے جاتے ہیں، جب یہ کھانا پکا ہوا دیا جائے تو لوگ اس کو گوشتی کہتے ہیں اور جب شوہر سے وصول کریں صرف آٹا، چاول، گھی کی صورت وغیرہ ہو تو اس کو "توانہ" کہتے ہیں ضلع مردان کے لوگوں کی اصطلاح میں اس کو "خرچ" کہتے ہیں لہٰذا بعض علمائے کرام اس گوشتی یا خرچ کو حرام کہتے ہیں اور اس کی حرمت کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ دلائل پیش کرتے ہیں کہ یہ نہ ولیمہ ہے اور نہ خیرات ہے بلکہ محض رواج ہے اور شوہر سے بغیر کسی معاوضہ اور بغیر رضامندی کے وصول کیا جاتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ حرمت کے دلائل نہیں بلکہ کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش رکھتا ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ ان کے والدین مجھ سے فلاں فلاں چیزیں وصول کریں گے لیکن اس کے

marfat.com

باوجود نکاح کا مطالبہ کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اس پر راضی ہے۔ اسیطرح شوہر بھی اپنے گھر پر شادی کے دن گاؤں کے رہنے والوں اور اپنے رشتہ داروں کو کھانا کھلاتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر کھایا جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کھانا نہ کھلاتے ہیں تو لوگ اس کے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں، اس کے غم یا شادی میں شمولیت نہیں کرتے اور اس کو بُرا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں تو شادی کرنے والا مجبوراً بغیر رضامندی کے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، اگر گوشتی یا خرچ اس بنا پر حرام ہو جائے کہ یہ شوہر سے بغیر رضامندی کے وصول ہوا ہے تو شوہر کے گھر پر جو کھانا کھلایا جاتا ہے تو وہ بھی بغیر رضامندی اور بغیر معاوضہ کے کھایا جاتا ہے لیکن پھر علماء کرام گوشتی کو حرام سمجھتے ہیں باوجودیکہ دونوں کھانے بغیر رضامندی کے کھائے جاتے ہیں حالانکہ یہ ولیمہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ولیمہ نکاح کے بعد ہوتا ہے اور اس علاقہ میں یہ رواج ہے وہ نکاح سے پہلے کھلایا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ولیمہ نہیں رہتا۔

نوٹ :- یہ واضح ہے کہ یہ رسم و رواج خلافِ سنت ہے لیکن بحث اور تنازعہ گوشتی یا خرچ کی حرمت اور عدم حرمت پر ہے اس لئے ہم یہ مسئلہ اہل العلم حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ ہماری تسلی اور فیصلہ ہو جائے۔

سوال ۱ :- حرام کسے کہتے ہیں؟ حرام کی تعریف میں گوشتی شامل ہے یا نہیں؟

سوال ۲ : کسی ملک کا رسم و رواج جب تک قرآن و سنت کا صراحتہً مخالف نہیں ہو تو اس پر حرام کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے

marfat.com

تو کس طرح ؟

برائے کرم گوشتی کی حرمت یا عدمِ حرمت کو دلائل عقلی و نقلی سے باحوالہ کتب سے واضح کیجئے۔

سائل : حکیم سید قمر صاحب سکنہ کنڈر براستہ گدھی کپورہ ضلع و تحصیل مردان (سرحد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

(۱) حرام وہ ہے جس کا کرنا دلیلِ قطعی سے ممنوع ہو، شامی ج۵ ص ۲۹۵ میں ہے فمع المنع عن الفعل بدلیل قطعی حرام حالانکہ کسی دلیلِ قطعی سے گوشتی کی ممانعت ثابت نہیں تو وہ حرام کی تعریف میں شامل نہیں اور عرف و رواج کا شرعاً بڑا اعتبار ہے، قرآنِ کریم میں ہے و أمر بالعرف اور شامی میں ہے ج ۳ ص ۱۲۴ و فی بحث التخصیص من التحریر مسئلۃ العادۃ سے ہے ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص۔

بہر حال گوشتی کا جب عرف عام ہے تو حرام کیوں کہا جائے حالانکہ حدیث موقوف حسن میں ہے ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن، شامی ج۲ ص۵۱۸ میں فرماتے ہیں رواہ احمد فی کتاب السنۃ (الی ان قال) وھو موقوف حسن، پھر اعمال کی مدار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات کی بنا پر تو بلاوجہ وجیا ایمانداروں کے افعال کو حرام کیوں بنایا جاتے اور رشوت کہا جائے حالانکہ حدیثِ پاک

میں بدگمانی سے منع فرمایا گیا ہے اکذب الحدیث الظن آیا ہے اور قرآنِ کریم میں بعض الظن اثم، ان علماء کو سورۃ النحل کی آیت لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام دیکھنی چاہیئے اور ایسے اجتہادات سے بچنا چاہیئے اور اس مختصر تحریر سے سوال دوم کا جواب بھی واضح ہو گیا، اس مسئلہ پر صدہا دلائل لکھے جا سکتے ہیں مگر میں بعض شدید مصائب و آلام کے اژدہام سے مجبور ہوں لہذا اسی پر اکتفار کرتا ہوں۔

تنبیہ : شامی ج ۳ ص ۳۶۳ میں ہے وحمل احوال المسلمین علی الصلاح واجب اور سورۂ نور کی وہ نورانی آیت جس میں ان تاکلوا من بیوتکم الآیۃ ہے جس میں او بیوت اخوانکم بھی ہے اور اسی میں جمیعا او اشتاتا بھی ہے۔ محرر المذہب الحنفی حضرتِ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وبہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ، فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۱۰۵، عام اہلِ اسلام کو کھانا مفت کھلانا خیرات نہیں تو کیا ہے؟ حیف صد حیف!

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی ومہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع ساہیوال، بقلم خود ، ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۱۹ ۲/۳

تحمیدِ احسن الخالقین
۱۴۰۳ھ

نسخۂ اکسیر فتاویٰ نوریہ حصہ سوم
۱۹۸۳ء

از قلمِ حقیقت رقم ۱۴۰۳ھ — شخصیتِ بے مثال ۱۹۸۳ء — عالمِ دانا فقیہِ اعظم ۱۴۰۳ھ

حضرتِ گرامی قدر ۱۹۸۳ء — مسیحا نفس محمد نور اللہ دامت برکاتہم العالیہ ۱۹۸۳ء

حضرتِ بوالخیر نور اللہ نعیمی با وقار — جن کے دم سے ہے گلستانِ محبت پُر بہار
قافلہ سالارِ مردانِ خداوندِ کریم — عرصۂ عرفان و حکمت کے وہ مردِ شہسوار
رہنمائے گمرہانِ منزلِ عرفانیت — صدرِ اربابِ بصیرت، مفتیٔ ذی اقتدار
ہیں فدا اُن کی فقاہت پر سبھی اہلِ نظر — رفعتِ افکار بھی جن کے قلم پر ہے نثار
جن کا موضوعِ سخن ہے شرحِ قرآن و حدیث — گفتگو سے ہے نمایاں "عظمتِ شب زندہ دار" ۱۹۸۳ء
ماشاءاللہ اُن کی تحقیقاتِ علمی خوب ہیں — جو کہ ہیں اُن کے کمالِ علم کی آئینہ دار
مخلصانہ ہے دعائے خیر کہ اُن پر رہے — تا قیامت سایہ افگن رحمتِ پروردگار
اِن فتاویٰ کی طباعت قوم پر احسان ہے — ایک "گُلگشتِ حقیقت" ۱۴۰۳ھ ہو گئی ہے آشکار
"ملتِ خیر الانام" ۱۴۰۳ھ اِس سے سدا پائے گی فیض — بالیقیں ہے یہ علومِ دیں کا بحرِ بیکنار
ہے محبُّ اللہ نوری کی یہ ترتیبِ جمیل — کاوشِ پیہم ہے ان کی باعثِ صد افتخار
ہے یہ "اظہارِ خیالِ صاحبِ اقبال" ۱۹۸۳ء، آج — ہر نظر جس کے نظارے کے لیے ہے بیقرار
علم و حکمت کا ہے یہ "مہرِ درخشاں بے مثال" ۱۹۸۳ء — جس کی ضو سے محفلِ فکر و نظر ہے تابدار

اِس کی تاریخِ اشاعت ۱۹۸۳ء ہے قمر "بُستانِ فیض" ۱۴۰۳ء
جس سے اہلِ علم و دانش دل سے رکھتے ہیں پیار

جمعۃ المبارکہ
۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ
۱۸ر فروری ۱۹۸۳ء

نتیجۂ افکار الملص قمر یزدانی
۱۹۸۳ء

marfat.com